سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور اُن کا سرمایۂ قلم

بھولی بسری تحریروں کی روشنی میں

سفیر اختر

297.9924
م 79 س
76684

دار المعارف

سلسلہ ''مطالعۂ سید مودودی''

مدیر عمومی: سفیر اختر

[اس سلسلے میں حسب ذیل کتب یکے بعد دیگرے پیش کی جارہی ہیں۔]

۱- ادب اور ادیب: سید مودودی کی نظر میں (جنوری ۱۹۹۸ء)

۲- بیادِ سید مودودی (جون ۱۹۹۸ء)

۳- سید مودودی اور ماہنامہ ''معارف'' (مارچ ۱۹۹۹ء)

۴- سید ابوالاعلیٰ مودودی: تعزیتی حاشیے (جون ۲۰۰۴ء)

۵- سید ابوالاعلیٰ مودودی اور اُن کا سرمایۂ قلم (بھولی بسری تحریروں کی روشنی میں)

۶- سید مودودی اور ماہنامہ ''برہان'' (زیر طبع)

۷- ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب پر تاریخی تبصرہ (زیر طبع)

Marfat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی اور اُن کا سرمایۂ قلم

بھولی بسری تحریروں کی روشنی میں

سفیر اختر

دارالمعارف

۲۹۷۶۹۹۲۴
۲۹۷ س
۷۶۶۸۷

©

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

کتاب : سید ابوالاعلیٰ مودودی اور اُن کا سرمایۂ قلم

مرتب : سفیر اختر

ناشر : دارالمعارفؒ۔ لوہسر شرفو (واہ کینٹ)

طابع : مطبع ادارہ تحقیقاتِ اسلامی۔ اسلام آباد

اشاعت : اوّل، جون ۲۰۰۴ء

قیمت : ۲۰۰ روپے

Marfat.com

ترتیب

- ابتدائیہ ۷
- نیاز فتح پوری، ''نگار'' اور سید مودودی ۱۱
- سید مودودی کی چند تصنیفات ــــ ماہنامہ ''جامعہ'' کے تبصرہ نگاروں کی نظر میں ۳۱
- مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر کے جرائد میں سید مودودی کا تذکرہ ۴۳
- سید مودودی کی تحریروں اور ان کے ذکر خیر کے حوالے سے ماہنامہ ''پیغامِ حق'' کی ورق گردانی ۵۱
- سید مودودی اور ان کی تحریریں: چند معاصرین کی نظر میں ۷۵
- تفہیم القرآن: چند تاثرات ۱۰۹
- سید مودودی کی چند کاوشوں پر متفرق تبصرے ۱۲۷
- انتسابات کتب بنام سید مودودی ۱۳۵
- کتابیات ۱۴۹
- اشاریے
  - اشخاص ۱۵۹
  - کتابیں اور رسائل ۱۶۶
  - ادارے، تحریکیں اور جماعتیں ۱۷۳

Marfat.com

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

ابتدائیہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) بیسویں صدی کے اُن اہل علم و دانش میں سے ہیں جن کے افکار و خیالات نے مسلم دنیا، اور بالخصوص برصغیر پاکستان و ہند و بنگلہ دیش کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے۔ ان کی تصنیفات میں، بلاشبہ زندہ رہنے کی صلاحیت ہے، اور تجدید و احیائے دین کے حوالے سے اُن کی روشن تحریریں اہل عزم و ہمت کے لیے ایک طویل عرصے تک دلیل راہ بنی رہیں گی۔

سید مودودی کے احوال و آثار پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، اِن میں جماعت اسلامی کی تاسیس (۱۹۴۱ء) سے لے کر اُن کی رحلت تک اُن کی علمی اور تحریکی زندگی کا تقریباً ہر گوشہ نمایاں ہے، مگر ۱۹۴۱ء سے پہلے اُن کے حلقۂ روابط میں کون لوگ شامل تھے؟ ان کی فکری پیش رفت کی کیا کیفیت تھی؟ اُن کے رشحاتِ قلم کے کیا اثرات مرتب ہوئے تھے، یا معاصرین نے ان پر کس ردِعمل کا اظہار کیا تھا؟ جیسے سوالوں کا جواب چنداں تفصیل سے موجود نہیں۔

ان سوالوں کے جواب جاننے کی خواہش بہت سے افراد کی رہی ہے۔ غالباً سید مودودی کے جو معاصرین اُن سے خودنوشت لکھنے کی درخواست کرتے رہے تھے، اُن کے نہاں خانۂ دماغ میں بھی یہی سوالات ابھرتے تھے، تاہم سید مودودی نے نہ صرف خودنوشت پر قلم نہ اٹھایا، بلکہ اُنہوں نے اپنے بارے میں اپنے لکھے ہوئے یا کہے ہوئے کی تصریح و وضاحت میں بھی کچھ زیادہ نہ لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تحقیق کاروں کی کوشش سے سید مودودی کی ایسی تحریریں بھی سامنے آ رہی

Marfat.com

ہیں جن کے بارے میں اُنہوں نے کوئی اشارہ تک نہ کیا تھا۔

اِس پس منظر میں سید مودودی کے احوال وآثار کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے اِس کے سوا چارہ نہیں کہ اُن کے معاصرین کی تحریروں، اور بالخصوص معاصر رسائل و جرائد کی ورق گردانی کی جائے، اور ہزار ہا صفحات میں سے ریزہ ریزہ معلومات چن کر اہل تحقیق و تجزیہ کے سامنے رکھ دی جائیں۔ راقم الحروف گزشتہ پچیس تیس برسوں سے اپنے محدود مطالعے کے دوران میں سامنے آنے والی ہر اُس تحریر کو سینت سینت کر رکھتا رہا، جس کا تعلق براہِ راست یا بالواسطہ مطالعۂ مودودی سے ہو سکتا ہے۔ ان تحریروں میں سے چند ایک منظر و پس منظر کے مناسب بیان کے ساتھ پیش کی جا چکی ہیں۔

اولاً ـــــ علامہ اقبال کے صد سالہ جشن ولادت (۱۹۷۷ء) کے موقع پر علامہ کے بارے میں سید مودودی کی جملہ تحریریں اور فرمودات ''اقبال اور مودودی'' کے نام سے یک جا کر دیے گئے تھے۔

ثانیاً ـــــ سید مودودی کی رحلت پر دارالمصنفین - اعظم گڑھ کے معروف علمی ماہنامے ''معارف'' کی ورق گردانی کر کے اُن تمام تحریروں کو مرتب کیا گیا، جو سید مودودی کے رشحاتِ قلم میں سے تھیں، یا اُن کے بارے میں لکھی گئی تھیں۔ یہ کاوش ''سید مودودی اور ماہنامہ معارف''، پہلے ''مجلّہ تذکرۂ سید مودودی'' میں سامنے آئی، اور پھر الگ کتاب کی صورت میں بھی چھپی۔

ثالثاً ـــــ ادب کے حوالے سے سید مودودی کے فکر و دانش پر اُن کی نادر تحریریں ـــــ ''ادب اور ادیب: سید مودودی کی نظر میں ـــــ کے نام سے مرتب کی گئیں۔

اب اِس سلسلے کی ایک اور کڑی زیرِ نظر مجموعۂ مضامین کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اِس مجموعے کی صرف ایک تحریر ''نیاز فتح پوری، 'نگار' اور سید مودودی'' حال ہی میں دعوۃ اکیڈمی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی - اسلام آباد) کے ماہنامہ ''دعوۃ'' کے ''سید مودودی نمبر'' (بابت دسمبر ۲۰۰۳ء - فروری ۲۰۰۴ء) میں شائع ہوئی ہے، باقی سبھی تحریریں موجودہ شکل میں غیر مطبوعہ ہیں۔ مجموعے کی پہلی چار تحریریں جناب نیاز فتح پوری (م ۱۹۶۳ء) کے ماہنامہ ''نگار''، جامعہ ملیہ

اسلامیہ - دہلی کے ترجمان ماہنامہ ''جامعہ''، مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر کے جرائد، ماہنامہ ''الاصلاح'' اور سہ ماہی ''اصلاح''، اور سید محمد شاہ کے ''پیغامِ حق'' کی ورق گردانی کا نتیجہ ہیں۔ اگلی چار تحریریں جرائد کے ساتھ بعض کتابوں کی ورق گردانی کا حاصل ہیں۔ ان میں سے ایک میں ''تفہیم القرآن'' کے بارے میں بعض اُن حضرات کی تحریریں، یا تاثرات اکٹھے کیے گئے ہیں، جن کا مطالعۂ مودودی کے سلسلے میں کبھی کوئی حوالہ سامنے نہیں آیا، ان تحریروں میں سے ایک استثناء مولانا عبدالماجد دریابادی (م ۱۹۷۷ء) کی وہ ایک سطری عبارت ہے جو اُنہوں نے اپنے ترجمہ و تفسیر قرآن کے دیباچے میں لکھی تھی، مگر اِس سے اہل قلم نے جو مفہوم لیا ہے، وہ چنداں درست نہیں، اور اِس حقیقت کا اظہار مولانا دریابادی ہی کی تحریروں سے کر دیا گیا ہے۔

آخری تحریر ''انتسابات کتب بنام سید مودودی'' ہے۔ اِس کے بارے میں مجھے احساس ہے کہ میں اپنے محدود مطالعے کے تحت شاید اُن متعدد کتابوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکا جو بیسویں صدی کے ایک بڑے مفکر کے نام معنون کی گئی ہیں، تاہم جو چند انتسابات نظر سے گزرے، شاید یہ بھی بعض قارئین کے لیے معلومات افزا ثابت ہوں گے۔

سید مودودی کے احوال و آثار کے حوالے سے ابھی متعدد دوسرے جرائد کی ورق گردانی اہل تحقیق کے ذمے ہے جن میں سید مودودی کی تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں، یا اُن کے فکر و دانش پر ناقدانہ اظہارِ خیال کیا جاتا رہا ہے۔

سید مودودی کے بارے میں اُن کے معاصرین کی آراء و تاثرات نقل کرتے ہوئے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ جہاں اُن کی تعریف و توصیف کی گئی ہے، اور اُن کی علمی و دینی خدمات کا بھرپور اعتراف ہے، وہیں نقد کرنے والوں نے اُن سے اختلاف کیا ہے، اور کہیں کہیں سخت، بلکہ تلخ لہجے میں اُن کی تغلیط بھی کی ہے۔ کیا ایسی تحریروں کو بھی سامنے لانا چاہیے؟ سید مودودی کے بعض عقیدت مند ایسی تحریروں کو سامنے لانے کے خلاف ہیں، اور اُنہیں یہ خوف لاحق ہے کہ اِس

Marfat.com

طرح سید مودودی کی شخصیت اور اُن کا کارنامہ مجروح ہوتا ہے۔ اِس رویے کا تجزیہ کرتے ہوئے میں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ محض عقیدت مندانہ زود حسی ہے۔ سید مودودی کا اپنا زاویۂ نظر ناقدانہ تھا، اور تحقیق و تجزیہ میں اُن سے اختلاف چنداں غیر مفید نہیں، بشرطیکہ یہ اختلاف خلوصِ نیت پر مبنی ہو، اور حقائق اِس کی تائید کرتے ہوں۔

اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو مطالعۂ مودودی کے اِس سلسلے کی ایک اور کڑی جلد پیش کی جا سکے گی۔

لوہسر شرفو - واہ کینٹ
۲۷ اپریل ۲۰۰۴ء

سفیر اختر

Marfat.com

نیاز فتح پوری، ''نگار'' اور سید مودودی

— ۱ —

سید مودودی کا جناب نیاز فتح پوری (۱۸۸۴-۱۹۶۳ء) سے تعارف اپنے بڑے بھائی سید ابوالخیر مودودی (م ۱۹۷۹ء) کے توسط سے ہوا تھا۔ یہ ۱۹۱۶ء کا زمانہ تھا جب سید مودودی اور سید ابوالخیر مودودی بھوپال میں اپنے برادرِ بزرگ سید ابومحمد کے ہاں مقیم تھے۔ اُن دنوں جناب نیاز فتح پوری بھوپال کے سررشتۂ اوقاف میں بطور معاونِ مہتمم ملازم تھے۔ اُن کی عمر کوئی ۳۲ برس تھی، جبکہ سید ابوالخیر اور سید ابوالاعلیٰ بالترتیب ۱۶ اور ۱۳ سال کے تھے، گو نیاز فتح پوری کو سید مودودی کے مزاج کی پختگی کے سبب اُن کی صحیح عمر کا اندازہ نہ تھا، اور وہ اُنہیں پندرہ سے اٹھارہ برس کا نوجوان سمجھتے رہے[۱]۔ عمر کے تفاوت اور نیاز فتح پوری کے مزاج کے لحاظ سے ''یہ تعلقات دوستانہ نہیں، خردانہ و بزرگانہ تھے[۲]۔'' سید ابوالخیر، نیاز فتح پوری کے ساتھ تعلقات کی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

> ملاقات کے ساتھ ہی رہ و رسم خسروانہ نیازمندی اور بزرگانہ شفقت میں ڈھل گئی۔ بزرگی میں دوستی کا دلکش امتزاج، بے تکلفی میں ایک تکلف، تکلف میں اک بے تکلفی، چھوٹا سا غیر مبہم ایک خط، حدِ فاصل بھی اور حدِ اشتراک بھی۔

یہ خصوصیت کچھ میرے ہی ساتھ نہیں تھی، قمر الحسن (مرحوم)[۳] سے ملاقات ہوئی تو اُن کے ساتھ بھی یہی حسنِ تادیب تھا۔ ابوالاعلیٰ سے ملاقات ہوئی تو اُن کے ساتھ

بھی۔قمر قدیم داستانی ادب کے رسیا تھے۔ پورب دیس کے لوک گیت کہانیاں اُن کو بہت یاد تھیں۔ اُن کی آمد سے ادبی سیاحت میں ایک اور افق پیدا ہوا۔ ابوالاعلیٰ کو خلافیات سے شغف تھا، مساحت کا دائرہ اور وسیع ہوا۔ ہماری شامیں نیاز صاحب کی خواجہ تاشی میں گزرتی رہیں، پھر نیاز صاحب نے ہمیں لکھنے پر ابھارا۔ ''صرف باتیں ہی نہیں، کچھ کام بھی ہونا چاہیے۔تم لوگ لکھو اور پڑھ کر سنایا کرو، ہر مہینے کم سے کم ایک مضمون''۔ہم تینوں کے لیے حسبِ ذوق مستقل موضوع مقرر کیے، لکھنا اور سنانا اٹل تھا۔ مجھے نیاز صاحب ملک الموت نظر آنے لگے، لیکن زجر مشفقانہ سے مفر بھی نہ تھا۔گھاس کاٹنی ہی پڑتی۔ مستعدی سے ہر مہینے صرف ابوالاعلیٰ ہی لکھتے اور سناتے۔ یہ لکھنا سنانا ان میں ایسا رچا کہ لکھ کے سنانے کی طرح پڑھنا اُن کی عادتِ تحریر بن گیا۴۔

جناب نیاز فتح پوری بھوپال ہی میں مقیم تھے کہ ۱۹۱۹ء میں ملاّ واحدی (م ۱۹۷۶ء) اور اُن کے دوست بھیّا احسان الحق نے سردار دیوان سنگھ مفتون کا روزنامہ ''رعیت'' (دہلی) خرید لیا۔ ملاّ واحدی نے نیاز صاحب سے درخواست کی کہ وہ چھٹی لے کر دہلی آ جائیں اور اس اخبار کی ادارت سنبھال لیں۔ نیاز صاحب دہلی چلے گئے، مگر اخبار تین ماہ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔ سید مودودی جو اُن دنوں دہلی میں مقیم تھے، اپنے سابق تعلقات کے سبب نیاز صاحب کا ''ہاتھ بٹانے کے لیے کبھی کبھی'' دفتر ''رعیت'' چلے جاتے تھے۵۔اس دور میں سید مودودی کا معروف ادبی رسائل سے گہرا تعلق تھا۔ ''نقاد''، ''کہکشاں''، ''تمدن''، ''الناظر'' اور ''صبح امید'' نہ صرف اُن کی نظر سے گزرتے تھے، بلکہ اُن کے مضامین، بشمول افسانہ و شعر پر سید مودودی احباب کی محفلوں اور جرائد کے صفحات میں بحث کرتے تھے۔ جولائی-ستمبر ۱۹۱۹ء کے ایک مضمون ''حسنِ ادا اور ادب'' میں اُنہوں نے جناب نیاز فتح پوری کے ایک شعر کے حوالے سے لکھا ہے۔

اب تک میں سمجھتا تھا کہ نیاز صاحب نے لبوں کی تعریف میں یہ شعر کہہ کر اُن کو بے نیازِ

Marfat.com

تعارف کر دیا ہے، یعنی

پھر کسے لب کہو اگر چھن جائے
تازگی مے کی اور گلاب کا رنگ۶

۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء تک سید مودودی جبل پور اور دہلی میں مقیم رہے۔ سید مودودی جمعیت علمائے ہند کے آرگن ہفت روزہ ''مسلم'' (دہلی) کی ادارت سے وابستہ تھے۔ نیاز صاحب فروری ۱۹۲۲ء میں آگرہ سے ماہنامہ ''نگار'' کا اجراء کر چکے تھے۔ سید مودودی نے ''مسلم'' میں اس کا چند بار اشتہار شائع کیا۷، اور پہلے دو پرچوں پر حسبِ ذیل تبصرہ لکھا:

نگار۔۔۔۔ اس نام سے ایک ماہوار رسالہ آگرہ سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جو علم و ادب کا جامع اور ایک بلند پایہ ضخیم رسالہ ہے۔ عنانِ ادارت مولانا نیاز فتح پوری ندوی۸ کے سپرد ہے جو ایک کہنہ مشق اور ذوالریاستین انشاء پرداز ہیں اور ادب لطیف کے بہترین انشاء پرداز خیال کیے جاتے ہیں۔ اور اب تک انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ اسی کے صحن و چمن سے متعلق ہے، لیکن خوشی کی بات ہے کہ اب انہوں نے اپنے مخصوص طرزِ تحریر اور تخلیل و تخیل کی عریاں تحریرات کو ترک کر کے ادب کے دائرہ سے باہر قدم رکھا ہے۔

''نگار'' کا مقالہ افتتاحیہ (عناصر نگار) اس ادبی خوش نصیبی کا اعلان اور اس کے دونوں پرچوں کے مضامین اس اعلان کی عملی تائید و شہادت ہیں، لیکن چوں کہ ''نگار'' ایک خاص جماعت کے مشترکہ سرمایہ سے جاری ہوا ہے اور وہ جماعت ادبِ لطیف کی شیدائی ہے، اس لیے ہر پرچہ میں ادبِ لطیف کے سنجیدہ مضامین ہی پیش کیے جایا کریں گے۔ سرمایہ ادبی کو وسیع کرنے کے لیے یہ کچھ نامناسب نہیں ہے۔ بہتر ہو، اگر ادب لطیف کی رنگینیوں کو اسی دائرہ میں محدود رکھا جائے۔ موجودہ رسائل میں یہ فخر ''نگار'' ہی کو حاصل ہے کہ اس کے ہر پرچہ میں اس کے اڈیٹر کا کام بہت ہوتا

Marfat.com

ہے۔ پہلے پرچہ میں چھ اور دوسرے پرچہ میں چار مستقل اور پراز معلومات مضامین اڈیٹر کے قلم نکلے ہیں۔ ادبی مضامین اس کے علاوہ ہیں۔ ادبِ لطیف لکھنے والوں میں لطیف الدین احمد صاحب اور قمر الحسن صاحب اچھا لکھنے والے ہیں۔ مولوی محمود علی صاحب نے عنترہ بن شداد پر جو مضمون لکھا ہے، وہ بھی اچھی چیز ہے۔ حصۂ نظم میں مانی جائسی، فانی بدایونی اور خود نیاز صاحب کے رشحاتِ افکار ہیں، ایک حصہ معلومات کا بھی ہے، لیکن یہ حصہ ابھی بہت کم ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو اور وسیع کیا جائے۔ بہرحال پرچہ بہ حیثیت مجموعی بہت اچھا ہے۔ سالانہ چندہ پانچ روپے ہے۔---۹

تقریباً ایک سال ''نگار'' آگرے سے شائع ہوا۔ جنوری ۱۹۲۳ء سے اشاعت آگرے سے بھوپال منتقل ہوئی اور سید مودودی ''مسلم'' کی بندش پر بھوپال تشریف لے گئے، اور وہاں اُن کا قیام تقریباً ڈیڑھ برس رہا۔ بھوپال کے اِس دوسرے زمانۂ قیام میں سید مودودی اور جناب نیاز فتح پوری کے تعلقات میں نیا موڑ آیا۔ سید مودودی مصر کے مصلح مصطفیٰ کامل (۱۸۷۴-۱۹۰۸ء) کے مداح تھے اور اُن کی تالیف ''المسئلۃ الشرقیہ'' کا عربی سے اُردو ترجمہ کر رہے تھے۔ جون ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کامل پر اُن کا ایک مقالہ ''نگار'' میں شائع ہوا۱۰، اور اُنہوں نے ''المسئلۃ الشرقیہ'' کے ترجمے کا مسودہ نیاز صاحب کو برائے اشاعت دیا۔ اِس کے چند ماہ بعد سید مودودی کے مقالے ''ہندوستان کا صنعتی زوال اور اِس کے اسباب پر تاریخی تبصرہ'' کی پہلی قسط ''نگار'' میں شائع ہوئی (اکتوبر ۱۹۲۴ء) تو اِس پر سید مودودی کا نام نہیں تھا۔ مقالے کی بے نام اشاعت پر سید مودودی نے سخت احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں نومبر اور دسمبر ۱۹۲۴ء کی اگلی دو قسطوں پر اُن کا نام آ گیا۔ کچھ عرصے بعد سید مودودی کا کیا ہوا ترجمہ ''المسئلۃ الشرقیہ'' جناب نیاز فتح پوری کے نام سے چھپ گیا۱۱۔

نیاز صاحب کے نام سے ''المسئلۃ الشرقیہ'' کی اشاعت کے بعد سید مودودی سے اُن کے

Marfat.com

بجملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات صوفی نمبر ۶

مسئلۂ شرقیہ

یعنی

علامہ مصطفےٰ کمال پاشا کی کتاب "المسئلۃ الشرقیۃ" کا اردو ترجمہ

مترجمہ

مولانا نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری

جس کو بابتہ حقوق دوامی

ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی منیجنگ ڈائرکٹر نے

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ

پنڈی بہاؤالدین کیلئے

[illegible]

قیمت ۱ روپیہ (عہ)

کلدار

تعلقات ختم ہوگئے۔ میل جول اور خط و کتابت تک بند ہوگئی۔ اس عرصے میں نیاز صاحب کی زندگی میں وہ دور آیا، جب اُنہوں نے تخیلاتی عریاں تحریروں سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے بنیادی عقائد اور مسلّمات کو چیلنج کرنا شروع کیا اور اس سے برصغیر کی دینی فضا میں ایک ارتعاش پیدا ہوگیا۔ جب مخالفت بہت بڑھ گئی تو ''توبہ نامہ'' جاری کر دیا۔ اسی زمانے میں سید مودودی کی معروف کتاب ''الجہاد فی الاسلام'' شائع ہوئی جس کا نسخہ اُنہیں شاید سید ابوالخیر مودودی کے ذریعے ملا۔ اِس پر اُنہوں نے اپنے مختصر سے تبصرے میں سید مودودی کے کام کی داد ان الفاظ میں دی ہے۔

> مولوی ابوالاعلیٰ نے اس کتاب میں تاریخ و مذہب، اقتصاد و معاشرت، نفسیات و سیاسیات ہر لحاظ سے نہایت مکمل بحث اُس موضوع پر کی ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر ایسی جامع تصنیف اُردو کیا معنی، کسی اور زبان میں بھی نہ تھی ۱۲۔

''الجہاد فی الاسلام'' کی اشاعت کے تقریباً اڑھائی تین سال بعد سید مودودی نے ''ترجمان القرآن'' (حیدر آباد- دکن) کی عنانِ ادارت سنبھالی تو دوسرے مدیرانِ جرائد کے ساتھ نیاز صاحب کو بھی پرچہ ارسال کیا گیا۔ اُنہوں نے ''ترجمان القرآن'' پر مفصل تبصرے میں نہ صرف اپنی ''روشن خیالی'' کا کھل کر اظہار کیا، بلکہ ذاتی حوالے سے یہ بھی لکھا۔

> مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو میں اس وقت سے جانتا ہوں، جب ان کا جاننے والا صرف میں ہی تھا اور اِس لیے میں اچھی طرح واقف ہوں کہ باوجود قدامت پسند ہونے کے وہ بہت سلجھی ہوئی طبیعت رکھتے ہیں۔ خدا نے ''فکر سلیم'' کی توفیق بھی اُنہیں دی ہے اور اگر ضرورت و ماحول کے اقتضاء نے اُنہیں مجبور نہ کر دیا تو ہمیں اُمید رکھنا چاہیے کہ وہ ''ترجمان القرآن'' کو صرف پرانے خیالات کے مولویوں کا پرچہ نہ ہونے دیں گے، بلکہ جدید روشن خیال والوں کے لیے بھی اِس کو مفید بنانے کی کوشش کریں گے ۱۳۔

تبصرے کے آخر میں نیاز صاحب نے سید مودودی کو دعوت دی کہ وہ ''ترجمان القرآن''

Marfat.com

میں ''وحی والہام کی حقیقت پر گفتگو کریں،---تاکہ [وہ] اپنے اعتراضات وشبہات'' پیش کر سکیں۔سید مودودی نے یہ دعوت قبول کر لی اور وہ مقالہ لکھا جو ''تجدد کا پائے چوبیں'' کے زیرِ عنوان شائع ہوا ہے۔اس مقالے میں سید مودودی نے نیاز صاحب کے اندازِ فکر پر بھرپور نقد وجرح کے بعد آخر میں بات یوں ختم کی ہے۔

حضرتِ نیاز نے رائے دی ہے کہ ''ترجمان القرآن'' میں ایک باب المناظرہ کھولا جائے اور ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ وہ اپنے شبہات واعتراضات بھی پیش کریں گے۔ جہاں تک اصطلاحی مناظرہ کا تعلق ہے، میں نے ہمیشہ اس سے دامن بچایا ہے اور اب بھی بچانا چاہتا ہوں، کیونکہ ایسی بحث کا میں ہرگز قائل نہیں ہوں جس کا مقصد محض دماغی ورزش اور عقلی کشتی ہو۔رہا علمی مناظرہ جس کا مقصد احقاق وتحقیق ہو اور جس میں فریقین اِس دلی خواہش کے ساتھ شریک ہوں کہ جو کچھ اُن کے نزدیک حق ہے، اس کا اظہار کریں گے اور جو کچھ حق ثابت ہو جائے گا، اُس کو تسلیم کر لیں گے تو اِس کے لیے میں ہر وقت آمادہ ہوں۔''نگار'' میں جن شبہات واعتراضات کو پیش کیا جائے گا، وہ بجنسہٖ ''ترجمان القرآن'' میں نقل کیے جائیں گے اور پھر جواب دیا جائے گا۔اسی طرح اُمید ہے کہ ''ترجمان القرآن'' کے جواب پر اگر حضرتِ نیاز کوئی تنقید فرمائیں گے تو اصل جواب بھی اُس کے ساتھ نقل فرمائیں گے، تاکہ دونوں بیانوں کے ناظرین بحث کے دونوں پہلوؤں سے واقف ہوں، اور خود بھی کوئی رائے قائم کر سکیں۔صرف ایک پہلو کو پیش کرنا اور دوسرے پہلو کو پیش کرنے سے احتراز کرنا میرے نزدیک خود اپنی کمزوری کا اعتراف ہے[۱۴]۔

اِس کے بعد نیاز صاحب نے نہ صرف اعتراضات وشبہات پیش نہ کیے، بلکہ ''ترجمان القرآن'' سے ''نگار'' کا تبادلہ بند کر دیا۔اِس پر سید مودودی نے یہ رائے قائم کی کہ ''یہ شخص اخلاقی جرأت سے بھی خالی ہے۔اِس میں سامنے آ کر علمی مباحثہ کرنے کی بھی ہمت نہیں، اور یہ اپنے

Marfat.com

پرچے کے قارئین کو اندھیرے میں رکھ کر گمراہ کرنا چاہتا ہے‘‘۔ اس کے بعد سید مودودی کے دل میں نیاز صاحب کی کوئی وقعت نہ رہی۔

۲

سید مودودی اور نیاز صاحب کی راہیں جدا جدا تھیں، ۱۹۴۰ء کے عشرے میں سید مودودی نے جہاں اپنی سارے صلاحیتیں تجدید و احیائے دین کی سرگرمیوں کے لیے وقف کر رکھی تھیں، نیاز صاحب بعض اسلام مخالف مسیحی منادوں کی تحریریں شائع کر کے قرآن مجید کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے میں مصروف تھے۔ قرآن مجید کے بارے میں اُن کے خیالات پر دینی جرائد و رسائل نے سخت تنقید کی، مگر سید مودودی نے اُنہیں اِس قابل نہ سمجھا کہ ’’ترجمان القرآن‘‘ میں اُن کا تعاقب کیا جاتا، تاہم ایک معاصر جریدے ’’البیان‘‘ (امرتسر) نے قرآن مجید کے بارے میں اُن کی غلط بیانیوں کی تردید کے لیے ایک خصوصی اشاعت مرتب کی، جو بعد ازاں ’’براہین وحی‘‘ (مرتبہ محمد اقبال سلمانی، امرتسر: مکتبہ امت مسلمہ ہند) کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ اِس کتاب پر سید مودودی نے تبصرے میں لکھا تھا:

> یہ کتاب چند مختلف اہل قلم کے مضامین کا مجموعہ ہے جو نیاز صاحب فتح پوری مدیر ’’نگار‘‘ کے جواب میں لکھے گئے ہیں، نیاز صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول اور ایک کبھی نہ جھوٹ بولنے والا بلند اخلاق انسان سمجھنے کے باوجود قرآن کو کلام الٰہی نہیں تسلیم کرتے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ نیاز صاحب جیسے ’’روشن خیال‘‘ اور ’’عقلیت پرست‘‘ انسان کے منہ سے، جو اپنی فکری ترکتازیوں کے سامنے خدا کی خداوندی سے بھی مرعوب نہیں ہوتا، اتنی مہمل اور غیر معقول بات کا نکلنا انتہائی حیرت کا موجب ہے۔ آپ رسول کو رسول اور بلند اخلاق اور صادق و مصدوق بھی قرار دیتے ہیں، اور ساتھ ہی اس امر کا بھی یقین رکھتے ہیں

کہ قرآن کلامِ خداوندی نہیں، بلکہ رسول کے اپنے ذہن ودماغ کا نتیجہ ہے، حالانکہ قرآن میں جو چیز سب سے زیادہ واضح ہے، وہ یہی ہے کہ رسول جو کچھ بھی قرآن کے نام سے لوگوں تک پہنچاتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا پیغام اور اسی کا اتارا ہوا کلام ہے۔ تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم، نعوذ باللہ زندگی بھر خدا پر افتراء کرتے رہے اور ہر روز یہ جھوٹ بول کر لوگوں کو فریب دیتے رہے کہ یہ سب کچھ فرمودۂ خدا ہے، درآنحالیکہ وہ سب اپنے ذہن ودماغ کا نتیجہ ہوتا تھا؟ کیا ایک بلند اخلاق اور سچے انسان کا یہی کیریکٹر ہوتا ہے؟

یہ عجیب ''عقلیت'' اور ''روشن خیالی'' ہے کہ ایک چیز کی صداقت پر آپ کا دل بھی نہیں ٹھکتا، لیکن اس کے باوجود اس سے چمٹے رہنا آپ ضروری سمجھتے ہیں۔ موجودہ مادی تہذیب کی پیدا کی ہوئی ذہنی انارکی میں اگر کوئی شے قابل ستائش تھی تو صرف یہ کہ انسان اسی بات کو اپنائے جس پر اس کا ضمیر مطمئن ہو، اور ان چیزوں کو علانیہ رد کردے جن پر اس کو اطمینان نہ ہو، مگر اس تہذیب کے ہندوستانی پیروؤں کا باطن اس ایک جوہر سے بھی محروم ہے۔ اسلام کے مسلمہ اصولوں پر انہیں یقین نہیں، مگر اس کے باوجود کچھ سیاسی، معاشرتی اور معاشی اغراض ہیں جن کی خاطر وہ اپنی پیشانیوں پر اسلام کا لیبل چپکائے رہنے پر مجبور ہیں، اور اُن میں اتنی جرأت نہیں کہ اسلام سے اپنے انقطاع کا اعلان کردیں۔

اس کتاب کے شروع میں خود نیاز صاحب کے اقوال ودلائل بھی درج ہیں، ان کو پڑھ کر کوئی صاحبِ علم نیاز صاحب کی علمیت پر ماتم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو شخص ماینطق عن الھویٰ میں ھویٰ کا ترجمہ ہوائی باتیں کرے۔ بان ربك اوحیٰ لھا میں بان کے معنی ''جیسے'' بتائے، فی لوح محفوظ کا ترجمہ ''ایک تختی میں محفوظ ہے'' کرے، اس کو قرآن کریم کے اعجازی کلام پر رائے زنی کرنے کا کیا حق

Marfat.com

ہے؟ منافقین کے جس استدلال بالقرآن سے رسول نے امت کے لیے پناہ مانگی تھی، نیاز صاحب نے اس کی یہ ایک نمایاں اور تازہ مثال پیش کی ہے۔

اگرچہ ان مضامین میں ان کی ہفوات کا مکمل جواب موجود ہے، مگر پھر بھی ضرورت ہے کہ اس کتاب کو نقلی اور عقلی دونوں اعتبار سے اور زیادہ مدلل کر کے ان حلقوں میں پہنچانے کی سعی کی جائے جو نیاز صاحب کی خاص صیدگاہ ہیں، یعنی کالجوں میں اور نئے تعلیم یافتہ، مگر دین کی فہم سے محروم حلقوں میں ۱۶۔

''نگار'' آگرے کے بعد لکھنؤ سے اور قیامِ پاکستان کے بعد ''نگارِ پاکستان'' کراچی سے برسوں نیاز صاحب کی ادارت میں چھپتا رہا، مگر ''دکن کی سیاسی تاریخ'' پر مختصر تبصرے کے سوا ''نگار'' میں نے سید مودودی کی نہ کسی تحریر پر کچھ لکھا گیا، اور نہ اُن کے متعلق ہی، حتیٰ کہ ۱۹۶۳ء میں جب جناب فرمان فتح پوری نے نیاز صاحب کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ''نگارِ پاکستان'' کے ''نیاز نمبر'' کی ترتیب وتدوین شروع کی تو انہوں نے سید ابوالخیر مودودی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی دونوں بھائیوں سے رابطہ قائم کیا۔ سید ابوالخیر نے تو لکھنے کا وعدہ کیا، گو ایک صفحے کے ادھورے مضمون سے زیادہ نہ لکھ سکے، مگر سید مودودی نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ''اپنے بہت ضروری کام بھی انجام دینے سے قاصر ہو رہا ہوں ۱۷۔''

''نیاز نمبر'' کے لیے سید مودودی کے جواب سے نیاز صاحب کو رنج ہوا ۱۸، مگر یہ سید مودودی کا مزاج تھا کہ جب برسوں کے تعلقات کے بعد وہ کسی کے فکر وکردار کے بارے میں ایسی رائے قائم کر لیتے تھے جیسی اُنہوں نے نیاز صاحب کے بارے میں قائم کی، تو وہ بالعموم تبدیل نہ ہوتی تھی۔

— ۳ —

آخر میں سید مودودی کی تالیفات — ''الجہاد فی الاسلام''، ''دکن کی سیاسی تاریخ'' — اور

Marfat.com

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' پر نیاز فتح پوری کے تاثرات پر ایک نظر ڈال لینا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

٭الجہاد فی الاسلام

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی، اعزازی رکن دارالمصنفین اِس کتاب کے مصنف ہیں۔ متفقہ طور پر سب نے اس کتاب کو اس کے موضوع کے لحاظ سے بہت جامع و مکمل تصنیف قرار دیا ہے۔

جہاد تاریخ اسلام کا نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے اور مخالفین نے جس جس رنگ سے اس کو پیش کیا ہے، وہ بھی اہل نظر سے مخفی نہیں، لیکن مولوی ابوالاعلیٰ صاحب نے اس کتاب میں تاریخ و مذہب، اقتصاد و معاشرت، نفسیات و سیاسیات ہر لحاظ سے نہایت مکمل بحث اس موضوع پر کی ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر ایسی جامع تصنیف اُردو کیا معنی، کسی اور زبان میں بھی نہ تھی۔ یہ کتاب شاید دو روپیہ میں مولوی ابوالخیر صاحب مودودی، رکن دارالترجمہ حیدرآباد سے مل سکتی ہے۔ (ماہنامہ ''نگار'' لکھنؤ۔ نومبر ۱۹۳۰ء)

٭ترجمان القرآن

ماہوار رسالہ ہے جو ۶ ماہ قبل مولوی ابومحمد صاحب مصلح کی ادارت میں حیدرآباد سے جاری ہوا تھا اور اب مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ایڈیٹری میں شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس رسالہ کا مقصود اس کے نام سے ظاہر ہے، یعنی مطالبِ قرآنی اور تعلیماتِ فرقانی کو ان کی صحیح و حقیقی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا۔ یقیناً اس مقصود کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، لیکن جیسا کہ خود فاضل ایڈیٹر نے ظاہر کیا ہے، ''عہد حاضر میں اس مدعا کی تکمیل آسان نہیں''۔ — عہد ماضی میں جب مذہب نام صرف اسلاف پرستی و قدامت پرستی کا تھا، کسی شخص کا مبلغ یا مصلح بن جانا دشوار نہ تھا، لیکن اب جب کہ علومِ جدیدہ اور اکتشافاتِ حاضرہ نے ''عمل و خیال'' کی بالکل نئی طرح ڈال

Marfat.com

کر''حریتِ فکروضمیر'' کی دولت سے دماغوں کو مالا مال کردیا ہے، کوئی مذہب صرف اس دلیل کی بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتا کہ اس کے اسلاف کا بھی طرزِ عمل یہی تھا اور وہ بھی وہی سوچتے سمجھتے تھے جو اب بتایا جاتا ہے۔

پہلے اگر خدا کی وحدانیت سے بحث کی جاتی تھی تو اب سرے سے خدا کا وجود ہی محلِ نظر بتایا جاتا ہے۔ اگر پہلے ایک رسول کی ہدایت اس کے معجزوں سے ثابت کی جاتی تھی تو اب ''علومِ مقناطیسیہ'' اُنہیں معجزوں کی دلیل پر ہزاروں رسول و نبی پیدا کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ — پہلے ایک واعظ آسمان کی طرف دیکھ کر''عرش و کرسی'' والے خدا کو پکار سکتا تھا، لیکن آج جبکہ آسمان ہی کوئی چیز نہیں رہا، ان کا ایسا کرنا کسی طرح مفید یقین نہیں ہوسکتا۔ الغرض اب زمانہ یومنون بالغیب کا نہیں رہا، بلکہ یومنون بالتجربہ و الشہود کا ہے اور اس لیے ایسے نازک وقت میں کسی شخص کا مذہب کی حمایت کے لیے کھڑا ہو جانا آسان کام نہیں، جبکہ خود نفس ''مذہبیت'' کا خیال بھی اپنی جگہ چنداں قابلِ قبول نہیں۔

اس وقت تک جتنے مذہبی رسائل مسلمانوں کے نکلے ہیں، ان سب کی شان یہی رہی ہے کہ مخاطب کو مسلمان سمجھ کر خطاب کیا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ پہلی کمزوری ہے جو کسی مذہب والے کی طرف سے ظاہر ہوسکتی ہے۔ ضرورت ایسے رسائل کی ہے جن میں مسلم و غیر مسلم دونوں سے خطاب کیا جائے اور جتنے خدشات و شبہات ایک شخص کے دل میں پیدا ہوسکتے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر دلائل کو استوار بنایا جائے۔ — محض یہ کہہ دینا کہ قرآن کی تعلیم یہ ہے، یا احادیث میں یوں بتایا گیا ہے، یا فقہاء و علماء یہ کہہ گئے ہیں، کوئی معنی نہیں رکھتا، لیکن زیادہ سے زیادہ یہی ہوسکتا ہے کہ آپ ایک مسلمان کی زبان بند کر کے طوعاً یا کرہاً اس کا سرِ انقیاد جھکا سکتے ہیں، لیکن جس چیز کو شمعِ یقین کہتے ہیں، وہ ایک مذبذب ایمان والے مسلمان کے دل میں کبھی روشن نہیں ہوسکتی، چہ جائیکہ ایک غیر مسلم یا کافر و ملحد جو آپ کی کسی کتاب سے مرعوب ہونے کے لیے تیار نہیں۔

اس لیے اگر یہ رسالہ بھی صرف مسلمانوں کے لیے جاری کیا گیا ہے اور غیر مسلم اس سے نورِ

Marfat.com

ہدایت حاصل نہیں کرسکتا تو بیکار ہے، لیکن اگر ایسا نہیں ہے جیسا کہ خود ایڈیٹر کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر ان کے لیے مناظرہ کا باب کھولنا ضروری ہوگا (درانحالیکہ وہ اپنے اشتہار میں اس سے علیحدہ رہنے کا اظہار کررہے ہیں)۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی ابوالاعلیٰ صاحب ذاتی وانفرادی احساس ویقین کی بناء پر خواہ کچھ ہوتے، لیکن رسالہ نکالتے ایک غیر مسلم کی حیثیت سے اور پھر اسی حیثیت کو پیشِ نظر رکھ کر وہ اسلام کی صداقت کو ثابت کرتے، لیکن وہ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو کم ازکم اس کی ترتیب ہی میں وہ کچھ ایسی بات پیدا کردیں جو ایک غیر مسلم کو اس کے مطالعے کی طرف مائل کرسکے۔ ــــ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ کلامِ مجید کی آیتیں یا دوسری عربی کتابوں کی عبارتیں نقل کرکے پہلے ہی سے ایک غیر مسلم کے دل میں وحشت پیدا کردی جائے اور وہ نگاہ ڈالتے ہی رسالہ کو بند کرکے رکھ دے، اس لیے میں مشورہ دوں گا کہ ظاہری حیثیت اور انشاء وتحریر کے لحاظ سے بھی اس کو ''اغیار'' کے مطالعہ کے قابل بنایا جائے، اگر واقعی اسلام کی صحیح خدمت انجام دینا ہے۔

قرآن پاک اپنے معنی کے لحاظ سے تین حصوں پر منقسم ہے۔ ایک وہ جس میں اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ دوسرا وہ جس میں اعتقاد پیش کیے گئے ہیں، اور تیسرا وہ جو قصص وتمثیلات پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کے متعلق نہ زیادہ لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی دلیل وبرہان کے لانے کی، کیونکہ تعلیم اخلاق تمام مذاہب کی تقریباً یکساں ہے اور ہر شخص یہ ماننے پر مجبور ہے کہ مذہبِ اسلام کی تعلیم دوسرے مذاہب کی تعلیم سے مختلف یا فروتر نہیں، البتہ حصہ دوم اور حصہ سوم پر زیادہ توجہ کرنا چاہیے، کیونکہ علومِ جدیدہ اور اکتشافاتِ عالیہ نے اُنہیں دو حصوں کی طرف سے ریب و تذبذب کی کیفیت لوگوں کے دلوں میں پیدا کردی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان شبہات کے دور کرنے میں کامیاب ہوجائے تو وہ اس صدی کا مجدد کہلائے جانے کا مستحق ہوگا۔

اس لیے میں مشورہ دوں گا کہ ایک مستقل باب اس موضوع پر قائم کرکے تمام ان آیاتِ قرآنی کا استقصاء کرنا چاہیے جو عقائد وقصص سے متعلق ہیں اور ان کا صحیح مفہوم ومدعا متعین کرکے

Marfat.com

ان اعتراضات کو رفع کرنا چاہیے جو اس وقت اہلِ علم و تحقیق کی طرف سے وارد کیے جاتے ہیں، لیکن اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ صرف پند و موعظت کو شعار بنا لیا تو پھر یہ رسالہ صرف بچوں، عورتوں اور جاہلوں ہی کے پڑھنے کی چیز رہ جائے گا اور علمی، تحقیقی دنیا میں اسے کوئی نہ پوچھے گا۔

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جب ان کا جاننے والا صرف میں ہی تھا، اور اس لیے میں اچھی طرح واقف ہوں کہ باوجود قدامت پسند ہونے کے وہ بہت سلجھی ہوئی طبیعت رکھتے ہیں۔ خدا نے ''فکر سلیم'' کی توفیق بھی اُنہیں دی ہے اور اگر ضرورت و ماحول کے اقتضاء نے اُنہیں مجبور نہ کر دیا تو ہمیں اُمید رکھنا چاہیے کہ وہ ''ترجمان القرآن'' کو صرف پرانے خیالات کے مولویوں کا پرچہ نہ ہونے دیں گے، بلکہ جدید روشن خیال والوں کے لیے بھی اس کو مفید بنانے کی کوشش کریں گے۔ — محرم [۱۳۵۲ھ] کا رسالہ جو ہمیں موصول ہوا ہے، اس کو دیکھ کر آئندہ کے متعلق ہم کوئی رائے قائم کرنا مناسب نہیں سمجھتے، کیونکہ یہ نئے ایڈیٹر کی پہلی فکر کا نتیجہ ہے۔ آئندہ کے لیے میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے وحی والہام کی حقیقت پر گفتگو کریں کہ اسی کے سمجھنے پر کلام اللہ کی حقیقت کا سمجھنا منحصر ہے اور پھر مسئلۂ معاد کو لیں کہ اِسی کے حل ہونے پر انحصار مذہبیت و لامذہبیت کا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کلام الٰہی اور معاد کا کیا مفہوم متعین کرتے ہیں، اس کے بعد میں اپنے شبہات و اعتراضات پیش کروں گا، اور اگر ان کی کوشش سے وہ دور ہو گئے تو مجھے بڑی مسرت ہوگی، کیونکہ ''ناچار مسلمان شو'' کی جس لعنت میں بہت سے لوگ گرفتار ہیں، اس کا ایک بڑا سبب ''عقیدۂ معاد'' بھی ہے۔ (ماہنامہ ''نگار''، لکھنؤ - جون ۱۹۳۳ء)

❁ دکن کی سیاسی تاریخ

کسی ملک کی تہذیب اور اس کے تدریجی ارتقاء یا انحطاط کے سمجھنے کے لیے وہاں کی نہ صرف عام تاریخ، بلکہ سیاسی تاریخ کا مطالعہ ضروری ہوا کرتا ہے اور خالص سیاسی نقطۂ نظر سے کسی قوم و

Marfat.com

ملک کی تاریخ کو پیش کرنا آسان نہیں، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک دکن کی جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں، ان میں اس کتاب کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہونا چاہیے۔

اس کے مصنف سید ابوالاعلیٰ مودودی چونکہ خود عرصہ تک دکن میں رہ چکے ہیں اور اُنہوں نے یہاں کی تاریخ کا غائر مطالعہ کیا ہے، اس لیے اُنہوں نے اس کتاب کی جمع وترتیب میں ہر اس پہلو کو لے لیا ہے جسے یہاں کی سیاست سے کچھ بھی لگاؤ ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نظام الملک اور ان کے خاندان کے حالات سے بحث کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں وفاتِ عالمگیر کے بعد سے دولت آصفیہ کی خودمختاری تک کے حالات کو پیش کیا گیا ہے اور تیسرے میں نادرشاہی حملہ تک کے واقعات پیش کیے گئے ہیں۔

اندازِ بیان اور اسلوبِ ترتیب کے متعلق زیادہ لکھنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ اس کے مصنف اپنی سلجھی ہوئی تحریر کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب دارالاشاعت سیاسیہ- حیدرآباد نے شائع کی ہے اور قیمت قسم اول تین روپے آٹھ آنے ہے اور قسم دوم دو روپے آٹھ آنے ہے۔ (ماہنامہ ''نگار''، لکھنؤ- ستمبر ۱۹۴۴ء)

حواشی

۱- ''سترہ سالہ ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے (مکتوب نیاز فتح پوری بنام سلیمان ندوی)''، ''خدابخش لائبریری جرنل'' (پٹنہ)، شمارہ ۱۰۱ (۱۹۹۵ء)، ص ۴۰۳۔ ۱۹۱۸ء کے اِس مکتوب میں نیاز فتح پوری نے لکھا ہے: ''[ابوالاعلیٰ] کی عمر سترہ اور بیس کے درمیان ہے۔''

۲- سید ابوالخیر مودودی، ''نیاز فتح پوری''، ''نقوش'' (لاہور)، شخصیات نمبر، حصہ اول، جنوری ۱۹۵۵ء، ص ۲۰۵، مگر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اِن تعلقات کو ''دوستانہ'' ہی قرار دیا ہے۔ دیکھیے: محمد یوسف بھٹہ، مولانا مودودی ــــ اپنی اور دوسروں کی نظر میں، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۸۴ء، ص ۳۲

۳- قمرالحسن، بھوپال ہائی کورٹ میں ملازم تھے۔ بعد میں نیاز صاحب کے داماد ہوئے۔ نہایت ہونہار انشاء پرداز تھے، ۱۹۲۲ء میں اُن کا جوانی میں انتقال ہوا۔

Marfat.com

۴- سید ابوالخیر مودودی، ''نیاز آخرالزمان ــــ چند یادیں، چند تاثرات''، ماہنامہ ''نگارِ پاکستان'' (کراچی)، ستمبر ۱۹۶۳ء، ص ۶۵

۵- ملّا واحدی نے اپنے ایک مضمون ''نیاز اور دلی'' (''نگارِ پاکستان''، کراچی، نیاز نمبر، حصہ اول، صفحات ۷۹-۸۱) میں لکھا تھا کہ ''مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے --- اخبار ''رعیت'' ہی کے سلسلے میں نیاز صاحب کی شاگردی اختیار کی تھی، --- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے صحافت کی ابتداء اعزازی طور پر ''رعیت'' کے ایڈیٹوریل سٹاف میں شامل ہو کر کی تھی''۔

بعد ازاں یہی بات اُنہوں نے سید مودودی کا خاکہ لکھتے ہوئے کہی جو ہفت روزہ ''چٹان'' (لاہور) بابت ۱۵ جون ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ جناب عابد نظامی نے سید مودودی کو ملا واحدی کے بیان کی طرف توجہ دلائی تو اُنہوں نے واضح کیا۔

> میرے اور اُن [ملا واحدی] کے درمیان قریبی تعلقات نہیں رہے ہیں اور اُنہیں زیادہ تر دور ہی سے میرے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں، اِس لیے بہت سی باتیں اُنہیں صحیح معلوم نہیں ہو سکیں اور مجھے کبھی اپنے ذاتی حالات بیان کرنے سے دلچسپی نہیں رہی، اِس وجہ سے میرے متعلق بہت سی ایسی باتیں پھیل گئی ہیں جو واقعہ کے مطابق نہیں۔ --- واحدی صاحب نے ''چٹان'' میں یہ صحیح نہیں لکھا ہے کہ میں اُن [نیاز فتح پوری] سے اخبار نویسی سیکھ رہا تھا۔ مجھے اِس سے پہلے سے لکھنے کی مشق تھی۔ [عاصم نعمانی (مرتب)، مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء، حصہ دوم، ص ۳۲۰]

۶- ماہنامہ ''الناظر'' (لکھنؤ)، اکتوبر ۱۹۱۹ء بحوالہ سفیر اختر (مرتب)، ادب اور ادیب - سید مودودی کی نظر میں، لوہسر شرفو - واہ کینٹ: دارالمعارف، ۱۹۹۸ء، ص ۵۹

۷- مثال کے طور پر ہفت روزہ ''مسلم'' (دہلی) کی اشاعتوں ــــ ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء اور یکم مارچ ۱۹۲۲ء ــــ میں مینجر نگار (آگرہ) کی جانب سے اشتہار چھپا ہے۔ یکم مارچ ۱۹۲۲ء کے اشتہار کی عبارت یہ ہے:

> ہندوستان میں اُردو کا پہلا رسالہ جو مشترکہ سرمایہ سے جاری ہوتا ہے
>
> ایڈیٹر نیاز فتح پوری
>
> انشاء عالیہ، مقالاتِ علمیہ، معلوماتِ عامہ کا واحد رسالہ جو اکبر آباد سے ہر ماہ کی ۲۰ کو شائع ہوگا جس میں ایک رنگین تصویر بھی ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶، ضخامت ۸۰ صفحات (جون سے ۱۰۰ صفحات) ---

Marfat.com

۸- نیاز فتح پوری دارالعلوم ندوۃ العلماء-لکھنؤ کے فارغ التحصیل نہیں تھے، البتہ اُنہوں نے تقریباً ڈیڑھ سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی تھی۔

۹- ہفت روزہ ''مسلم'' (دہلی)، بابت ۱۷ شعبان ۱۳۴۰ھ/ ۱۶ اپریل ۱۹۲۲ء

۱۰- مقالے کے متن کے لیے دیکھیے: خورشید احمد (مرتب)، ادبیاتِ مودودی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء، صفحات ۲۶۸-۲۸۸۔ مصطفیٰ کامل کی سوانح حیات اور جہد و سعی پر متعدد تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ دیکھیے:

* Dennis Walker, "Mustafa Kamil's Party: Islam, Pan - Islamism and Nationalism", Islam and the Modern Age (Delhi). 11 (August 1980) 3: 230 - 293; 11 (November 1980) 4: 329 - 388; 12 (February 1981) 1: 1 - 43; 12 (May 1981) 2: 79 - 113.

* George M. Haddad, "Mustafa Kamil: A Self-image from his Correspondence with Juliette Adam", Muslim World, 63 (April 1973) 2: 132 - 138.

۱۱- ''المسئلۃ الشرقیہ'' کا ترجمہ ملک محمد الدین مدیر ''صوفی'' نے ''صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ منڈی بہاء الدین'' کی طرف سے شائع کیا تھا۔ مترجم کا نام ''مولانا نیاز محمد خان نیاز فتح پوری'' اور مصنف کا نام مصطفیٰ کامل کی جگہ مصطفیٰ کمال چھپا تھا۔

''المسئلۃ الشرقیہ'' کی جدید اشاعت (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۹۴ء) کے دیباچے میں لکھا گیا ہے کہ یہ ''نگار'' میں بالاقساط شائع ہوئی تھی (ص ۱۲)۔ یہ روایت درست نہیں۔

نیاز صاحب دوسروں کا کام اپنے نام سے چھپوانے کے ملزم رہے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں نیاز صاحب کے نام سے ایک کتاب ''صحابیات'' شائع ہوئی تھی۔ دارالمصنفین-اعظم گڑھ کے ذمہ داروں نے شکایت کی ہے کہ ''صحابیات'' اُن کے ادارے کی چھپی ہوئی ''سیر الصحابیات'' (تالیف سعید انصاری، اعظم گڑھ: دارالمصنفین-۱۳۴۱ھ) کے مضامین کا سرقہ ہے (ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۳۲، نیز دیکھیے: ''معارف''، اکتوبر ۱۹۴۵ء، ص ۱۹۲)، مگر حالیہ تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ''صحابیات'' اصل میں نیاز صاحب کے داماد مرحوم قمر الحسن کی تالیف تھی، جسے قمر الحسن کی رحلت پر نیاز صاحب نے مقدمہ لکھ کر اپنے نام سے شائع کر لیا۔ (امیر عارفی، نیاز فتح پوری، دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، اپریل ۱۹۷۷ء، صفحات ۳۲۲-۳۶۵)

دوسروں کی کاوش کو اپنے نام سے چھاپ لینے کی، نیاز صاحب کی عادت کے بارے میں اُن کے ایک اور

Marfat.com

معاصر مجنوں گورکھپوری (م ۱۹۸۸ء) کی شہادت دیکھیے، وہ لکھتے ہیں:

۱۹۲۹ء میں ایک صحبت میں ذکر چھڑ گیا کہ اردو میں باطنیت اور روحانیت پر کوئی رسالہ نہیں ہے اور یہ ایک بہت بڑی کمی ہے۔ سب کی متفقہ رائے یہی تھی کہ ایسا رسالہ نکلنا چاہیے۔ نیاز نے کہا کہ ان موضوعات پر لکھے کون، اور رسالے کی ترتیب کا ذمہ کون لے۔ میں نے کہا کہ نیاز صاحب اصل مہم یہ ہے کہ سرمایہ کہاں سے آئے۔ رسالے کے مصارف کا ذمہ دار کون ہو۔ اگر یہ مہم سر ہو جائے تو میں عمر بھر کے لیے اس کی ترتیب اور ادارت اور مضامین کا خود ذمہ لیتا ہوں۔ نیاز فوراً مصارف برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ رسالے کا نام ''جن'' اور اسی کی رعایت سے ایڈیٹر کا نام ''جان'' قرار پایا، اور میں نے شروع کے چار رسالے لکھ کر اور ان کو ترتیب دے کر نیاز کے حوالے کر دیا۔ رسالہ جنوری ۱۹۳۰ء سے نکلنا شروع ہو گیا۔--- رسالہ ''جن'' جب شائع ہوا تو ایڈیٹر ''جان'' کی جگہ نیاز فتح پوری دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور میں نے لکھ کر دریافت کیا تو اُنہوں نے مختصر سا جواب مجھے یہ دیا کہ رسالے کے خریداروں کی تعداد بڑھانے کے لیے اُنہوں نے اپنا نام دینا ضروری سمجھا اور یہ کہ میں نے جتنے مقالے اور افسانے لکھے ہیں، ان کو جب چاہوں، اپنے نام سے منسوب کر سکتا ہوں۔ میں چپ ہو رہا، اور پھر دوسری مصروفیات میں کھو گیا۔ رسالہ ''جن'' شاید ایک سال سے زیادہ نہ نکل سکا۔ (مجنوں گورکھپوری، خودنوشت، مشمولہ ''ارمغان مجنوں''، مرتبہ صہبا لکھنوی، شبنم رومانی، کراچی: مجنوں اکیڈمی، ۱۹۸۰ء، ص ۶۹)۔

''جن'' کے ابتدائی چار شماروں کے ''سارے مضامین، کیا علمی مقالے، کیا افسانے اور کیا سنی ہوئی روایتیں'' بقول مجنوں گورکھپوری، ان کی لکھی ہوئی تھیں۔

ماہنامہ ''نگار'' (لکھنؤ) کے ''خدا نمبر'' (۱۹۵۶ء) نے بڑی شہرت پائی ہے اور اسے نیاز صاحب کے قاموسی علم کا نچوڑ قرار دیا گیا ہے، مگر جناب محمد اسحاق صدیقی نے واضح کیا ہے کہ یہ ان کی کاوش ہے (محمد اسحاق صدیقی، ''کچھ نگار کے خدا نمبر کے بارے میں''، ماہنامہ ''فروغ اُردو''، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۶۴ء، نیز دیکھیے: ماہر القادری، یادِ رفتگاں، لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، حصہ دوم، صفحات ۴۱۸ - ۴۲۷)۔ محمد اسحاق صدیقی نے اسے اپنی تصنیف کے طور پر ''خدا کا تصور اور اس کا ارتقاء'' (لکھنؤ: احباب پبلشرز، ۱۹۶۴ء) کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا تھا۔

۱۲- ماہنامہ نگار (لکھنؤ)، نومبر ۱۹۳۰ء، ص ۸۹

Marfat.com

۱۳- ایضاً، جون ۱۹۳۳ء، نیز ''نگارِ پاکستان'' (کراچی)، نیاز نمبر، حصہ دوم، ۱۹۶۳ء، صفحات ۲۵۳-۲۵۴

۱۴- ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' (حیدرآباد- دکن)، جولائی ۱۹۳۳ء، نیز سید ابوالاعلیٰ مودودی، تنقیحات، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء، ص ۱۶۱

۱۵- مکتوب سید مودودی بنام سید انیس شاہ جیلانی، عاصم نعمانی، حوالہ مذکورہ، ص ۳۱۳

۱۶- ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' (لاہور)، جولائی - اگست ۱۹۴۵ء، صفحات ۹۳-۹۴، نیز دیکھیے: خورشید احمد (مرتب)، ادبیات مودودی، حوالہ مذکورہ، صفحات ۳۳۳-۳۳۵

۱۷- مکتوب سید مودودی بنام فرمان فتح پوری، ''نگارِ پاکستان'' (کراچی)، نیاز نمبر، حصہ دوم، ۱۹۶۳ء، ص ۱۶۲

۱۸- سید انیس شاہ جیلانی، نیاز فتح پوری، محمد آباد- رحیم یار خان: حیرت شملوی اکادمی (۱۹۶۹ء)، صفحات ۱۸-۲۰

Marfat.com

Marfat.com

سید مودودی کی چند تصنیفات

ماہنامہ ''جامعہ'' کے تبصرہ نگاروں کی نظر میں

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ترجمان ماہنامہ ''جامعہ'' زمانے کے نشیب و فراز کے ساتھ مسلمانانِ برصغیر کی تعلیمی و تہذیبی پیش رفت میں اپنا حصہ ادا کرتا چلا آ رہا ہے۔ اِس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۲۳ء میں نورالرحمٰن بچھرایونی (۱۸۹۴-۱۹۷۲ء) کی ادارت میں علی گڑھ سے شائع ہوا تھا۔ وہ مدرسہ عالیہ رام پور اور علی گڑھ کالج کے فیض یافتہ تھے اور شعر و ادب کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ وہ اپنی دوسری تصنیفی کاوشوں کے ساتھ ''دیوانِ جوہر'' کے ''مقدمہ'' کی وجہ سے خاصے معروف ہیں۔ جون ۱۹۲۴ء تک نورالرحمٰن ''جامعہ'' کے مدیر رہے۔ اِس کے بعد جولائی-اگست ۱۹۲۴ء کے مشترکہ شمارے سے اگست ۱۹۲۵ء تک رسالے کی ادارت کی ذمہ داری جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استاذ تاریخ اسلام مولانا محمد اسلم جیراج پوری (۱۸۸۲-۱۹۵۵ء) نے انجام دی، اِس عرصے میں ۱۹۲۵ء کے وسط میں جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ سے دہلی منتقل ہوئی تو پرانے انتظامات کے درہم برہم ہو جانے، اور نئے انتظامات کی کوئی شکل بننے تک ''جامعہ'' کی اشاعت تعطل کا شکار ہو گئی۔ علی گڑھ سے ''جامعہ'' کا آخری شمارہ، مارچ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا، اور ستمبر ۱۹۲۵ء کا شمارہ، پہلا شمارہ تھا جو جامعہ ملیہ اسلامیہ- دہلی سے شائع ہوا جسے تسلسل برقرار رکھنے کی خاطر اپریل تا ستمبر ۱۹۲۵ء کا مشترکہ شمارہ قرار دیا گیا۔ اِس شمارے سے جامعہ کے ایک گریجویٹ یوسف حسین خان کو مولانا جیراج پوری کے ساتھ شریک ادارت کر لیا گیا۔ مولانا نے ان کی خدمات کے بارے میں ایک موقع پر لکھا ہے:

Marfat.com

جامعہ ملیہ کے علی گڑھ سے دہلی منتقل ہونے کے سبب سے ہمارے رسالے کی اشاعت میں جو بے نظمی پیدا ہوگئی تھی، اسے دور کرنے میں یوسف حسین خان صاحب نے نہایت قابلیت اور محنت سے کام کیا---۲

فروری ۱۹۲۶ء کے اداریے میں مولانا محمد اسلم جیراج پوری نے قارئین کو اطلاع دی کہ ''آئندہ مہینے رسالہ 'جامعہ' ڈاکٹر عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی کی زیرادارت شائع ہوگا۔ موصوف کا نام نامی 'جامعہ' کے لیے محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کے مضامین اور نظمیں متعدد بار ہمارے رسالے میں شائع ہوئی ہیں اور ان کا اعلیٰ معیار ہمارے ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے۳''۔

ڈاکٹر سید عابد حسین (۱۸۹۶-۱۹۷۸ء) مارچ ۱۹۲۶ء سے ''جامعہ'' کے مدیر ہوگئے، مگر رسالے کے سرورق پر ۱۹۳۳ء تک ڈاکٹر سید عابد حسین کے ساتھ مولانا جیراج پوری کا نام بھی چھپتا رہا، اور غالباً وہ ادارتی امور میں حصہ بھی لیتے رہے۔ ۱۹۳۴ء میں ''جامعہ'' کی ترتیب وادارت میں ایک منفرد تجربہ کیا گیا کہ جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر کے چار شمارے اسلامیات، اور فروری، مئی، اگست اور نومبر کے چار شمارے سماجی علوم (تاریخ، سیاسیات، معاشیات اور عمرانیات وغیرہ) سے متعلق ہوں، اور باقی چار یعنی مارچ، جون، ستمبر اور دسمبر کے شمارے ادب وفنون سے متعلق ہوں۔ اِس اختصاصی سکیم کے تحت مجلس ادارت میں ڈاکٹر ذاکر حسین، پروفیسر محمد مجیب اور ڈاکٹر عبدالعلیم کے نام شامل کیے گئے۔

جنوری ۱۹۳۴ء کا اسلامیات سے متعلق شمارہ ڈاکٹر عبدالعلیم نے مرتب کیا جس میں اُن کا مرتبہ عربی متن ''اعجاز القرآن'' (مصنفہ علی بن عیسیٰ رمانی) شائع ہوا، مگر اختصاصی سکیم عملی دشواریوں کے تحت ایک سال سے زیادہ نہ چل سکی، اور جنوری ۱۹۳۵ء سے اِسے ختم کردیا گیا۔ مئی ۱۹۳۵ء سے ڈاکٹر سید عابد حسین کی جگہ ادارت عارضی طور پر پروفیسر محمد عاقل کے سپرد کردی گئی، اُنہوں نے مئی ۱۹۳۵ء سے اگست ۱۹۳۶ء تک بطور ''قائم مقام مدیر'' کام کیا۔ ستمبر ۱۹۳۶ء سے اکتوبر ۱۹۳۸ء تک دوبرس دوبارہ ڈاکٹر سید عابد حسین نے فریضۂ ادارت انجام دیا۔ نومبر ۱۹۳۸ء

Marfat.com

سے ستمبر ۱۹۳۹ء تک پروفیسر محمد عاقل ''جامعہ'' کے مدیر ہے۔ اُن کی سبک دوشی پر مولوی نورالحسن ہاشمی ایم-اے مدیر ہوئے اور ''جامعہ'' دسمبر ۱۹۴۳ء تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

۱۹۴۴ء کے ابتدائی نو ماہ ''جامعہ'' شائع نہ ہوسکا، اکتوبر ۱۹۴۴ء کا شمارہ ایک بار پھر پروفیسر محمد عاقل کی ادارت میں سامنے آیا، اور وہ جنوری ۱۹۴۷ء تک مدیر رہے۔ فروری ۱۹۴۷ء سے جامعہ کی ادارت، تیسری بار ڈاکٹر سید عابد حسین کے ذمے کر دی گئی، جولائی ۱۹۴۷ء تک معاملات درست خطوط پر چلتے رہے، مگر تقسیم ہندوستان کے مسائل کے نتیجے میں نہ صرف اگست ۱۹۴۷ء کا شمارہ پریس سے واپس نہ آ سکا، بلکہ ''جامعہ'' کا مکتبہ جلا دیا گیا اور اِس کا اشاعتی پروگرام بُری طرح متاثر ہوا۔ تیرہ برس اور تین ماہ تک بند رہنے کے بعد نومبر ۱۹۶۰ء میں ''جامعہ'' کی اشاعت ایک بار پھر شروع ہوئی، بطور مدیر پروفیسر محمد مجیب (۱۹۰۲-۱۹۸۵ء) کا نام شائع ہوتا تھا، مگر عملاً ترتیب وادارت کی تمام ذمہ داریاں جناب عبداللطیف اعظمی (م ۲۰۰۲ء) نے انجام دیں۔ جولائی ۱۹۷۴ء سے اُن کا نام ''بطور معاون'' چھپنے لگا، اُن کے الفاظ میں ''مدیر معاون کی حیثیت سے میرے نام کا اضافہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ نومبر ۱۹۶۰ء میں ایک طویل وقفے کے بعد میری کوششوں اور ایک غیر مسلم ہمدرد کے عطیے سے رسالہ جامعہ دوبارہ جاری کیا گیا تو مارچ ۱۹۶۴ء تک رسالہ کی تمام ذمہ داریاں یکہ وتنہا مجھ پر تھیں۔---۴''

''جامعہ'' کی اشاعت جدید کے ساتھ جو مجلس ادارت تجویز کی گئی، اِس میں پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی (م ۱۹۸۸ء) کا نام شامل تھا، دسمبر ۱۹۶۰ء میں اُن کا ''جامعہ'' میں پہلا مضمون ''ترکی: اٹھارہویں-انیسویں صدی میں ــــ نظریاتی کشمکش'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ مئی ۱۹۶۴ء میں وہ باقاعدہ مدیر مقرر ہوئے اور نومبر ۱۹۸۸ء تک تقریباً ۲۴ برس اور ۸ مہینے اُنہوں نے ادارتی خدمات انجام دیں۔ اِسی عرصے میں سید مودودی کا انتقال ہوا، اور اُنہوں ہی نے تعزیتی اداریے میں اپنے وقت کے ایک مؤثر عالم ومفکر کے کام کا جائزہ لیا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ سے سید مودودی کو ایک گونہ لگاؤ اِس حوالے سے تھا کہ اِس کے بانیوں

Marfat.com

میں مولانا محمد علی جوہر شامل تھے، اور مولانا جوہر سے سید مودودی کا تعلقِ خاطر معلوم و مشہور ہے۵۔

''جامعہ'' کی اشاعت سے پہلے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلبہ نے ''جوہر'' کے نام سے قلمی رسالے کی شکل میں ایک پرچے کا آغاز کر دیا تھا، اور حقیقتاً ''جامعہ'' اِسی قلمی رسالے کی ارتقائی شکل تھی۶، تاہم ''جوہر'' ماہنامہ ''جامعہ'' کی باقاعدہ اشاعت کے باوجود ''طلبہ کی انجمن ـــــ ''انجمن اتحاد'' ـــــ کا میگزین رہا، اور اِس نے علامہ محمد اقبال کی وفات پر ایک خصوصی اشاعت پیش کی۔ سید مودودی اِس کے مضمون نگاروں میں شامل تھے۔ سید مودودی کا معروف مضمون ''حیاتِ اقبال کا سبق'' پہلی بار اسی میں شائع ہوا تھا۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ''جوہر (اقبال نمبر)'' کے مرتب جناب محمد حسنین سید جماعت اسلامی کے قیام کے ایک ماہ بعد اِس کے رکن بن گئے تھے، اور آخر دم تک جماعت اسلامی ہند سے وابستہ رہے۷۔

''جامعہ'' میں سید مودودی کی ایک ہی تحریر ''فلسطین'' مارچ-اپریل ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی ہے، البتہ اُن کی کتابوں اور ''ترجمان القرآن'' کی بعض خصوصی اشاعتوں پر مختلف اوقات میں تبصرے شائع ہوتے رہے۔ ''جامعہ'' میں ''ترجمان القرآن'' اور سید مودودی کی تالیفات کے اشتہار بھی، غالباً تبادلے کی بنیاد پر، چھپے ہیں۸۔

سید مودودی بارہا جامعہ ملیہ اسلامیہ- دہلی گئے، اِس کے اساتذہ سے ملے، اور ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو اُنہوں نے جامعہ ملیہ میں وہ خطبہ دیا جو ''دین حق'' کے نام سے بارہا شائع ہوا ہے۹۔

اگلے صفحات میں ''ترجمان القرآن'' اور سید مودودی کی کتابوں ـــــ ''دینیات''، ''تفہیمات، حصہ اول''، ''خطبات''، ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش [حصہ سوم]'' اور ''مسئلہ قومیت'' ـــــ پر ''جامعہ'' کے تبصرے اشاعت کی تاریخی ترتیب سے پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

٭ترجمان القرآن

[ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' (حیدرآباد-دکن) کی، چھ شماروں پر مشتمل پہلی جلد اس کے بانی مولوی ابومحمد مصلح (م ۱۹۶۸ء) کی ادارت میں شائع ہوئی تھی۔ محرم ۱۳۵۲ھ/ اپریل-مئی ۱۹۳۳ء سے ادارت سید مودودی نے سنبھالی۔ اُن کی ادارت میں ''ترجمان القرآن'' کا خیر مقدم، دوسرے علمی جرائد کے ساتھ ماہنامہ ''جامعہ'' نے بھی کیا۔ مولانا محمد اسلم جیراج پوری اور ڈاکٹر سید عابد حسین کی ادارت میں ''جامعہ'' کے تبصرہ نگار نے ''کتابت وطباعت اور کاغذ [کو] اعلیٰ'' قرار دیتے ہوئے یہ تعارف لکھا تھا۔ مرتب]

ترجمان القرآن پر ''جامعہ'' کی کسی اشاعت میں ریویو ہو چکا ہے۔ دوسری جلد کے آغاز سے اس میں اہم تبدیلیاں ہوئی ہیں، سائز بڑا کر دیا گیا ہے۔ ادارت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو تفویض ہوئی ہے۔ مضامین میں بھی خاص تنوع ہے۔ کتابت وطباعت بھی اتنی بہتر ہے کہ غالباً اِس سے بہتر حیدرآباد میں ممکن نہیں۔ ہم اِس اعلیٰ علمی اور مذہبی رسالے کے مطالعے کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ (مئی ۱۹۳۳ء)

٭دینیات

[سید مودودی کی درسی کتاب ''دینیات'' پر ''جامعہ'' نے حسبِ ذیل تبصرہ شائع کیا۔ ان دنوں ''جامعہ'' کی ادارت پروفیسر محمد عاقل ایم-اے کے ہاتھ میں تھی۔ مرتب]

اِس رسالہ میں مودودی صاحب نے ''اسلام''، ''ایمان واطاعت''، ''نبوت''، ''ایمانِ مفصل''، ''عبادات''، ''دین وشریعت'' اور ''شریعت کے احکام'' کے ابواب قائم کر کے دین اسلام

Marfat.com

کے بارے میں مستند معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ رسالہ ہائی اسکولوں کی آخری جماعت کے لیے لکھا گیا ہے اور اِس میں طالب علم کو بتایا گیا ہے کہ اسلام کیا ہے، کیا چاہتا ہے، کیوں چاہتا ہے، اس کے عقائد کا انسان کی زندگی سے کیا تعلق ہے؟ وہ اگر تسلیم کیے جائیں تو اُن کا فائدہ کیا ہے اور نہ تسلیم کیے جائیں تو نقصان کیا ہے۔ اسلام محض تحکّم کے طور پر ان عقائد کو منوالینا چاہتا ہے یا اس کے پاس ان کی صحت وصداقت کے لیے کوئی دلیل بھی ہے۔ — یہ سوالات ایسے ہیں جو اِس عقلیت کے دور میں نوجوانوں کے ذہن میں عام طور پر پیدا ہوتے رہتے ہیں اور معقول جوابات نہ ملنے کی بناء پر گمراہی اور بے دینی کا باعث ہوتے ہیں۔ مودودی صاحب نے اِس کتاب کو لکھ کر وقت کی ضرورت کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور اُن کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ایمان کے بغیر احکام کی اطاعت ممکن نہیں اور ایمان صرف عقائد ہی کے ٹھیک ٹھیک سمجھنے سے مستحکم ہوسکتا ہے۔ مصنف نے عبادات و احکام شریعت کی حکمتیں بھی سمجھائی ہیں۔ کتاب بہت اچھی ہے اور اِس لائق ہے کہ ہائی اسکولوں کی اونچی جماعتوں کے دینیات کے نصاب میں داخل کی جائے اور عام لوگ بھی اِس کا فائدہ کے ساتھ مطالعہ کرسکتے ہیں۔ (جولائی ۱۹۳۹ء)

❊ تفہیمات، حصہ اوّل

[''تفہیمات، حصہ اول'' پر ''جامعہ'' نے ''ح-ح'' کا لکھا ہوا تبصرہ شائع کیا تھا۔ ''ح-ح'' کس صاحب قلم کے نام کا مخفف ہے، کچھ معلوم نہیں۔ مرتب]

یہ کتاب مودودی صاحب کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ترجمان القرآن میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر اسلام پر اعتراضات یا شبہات کے جواب میں ہیں۔ مثلاً کوتہ نظری، ایک مسیحی بزرگ کے چند اعتراضات، آزادی کا اسلامی تصور، کیا نجات کے لیے صرف کلمہ توحید کافی ہے؟، کیا رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے؟، ایمان بالرسالۃ، حدیث اور قرآن،

Marfat.com

حدیث کے متعلق چند سوالات، قرآن اور سنت رسول وغیرہ۔ چند مضامین میں اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کو رفع کیا گیا ہے، اور بعض میں اہم اسلامی امور کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی علمی و ادبی طبقے میں غیر معروف شخصیت نہیں۔ اُنہوں نے مذہب اور متعلقاتِ مذہب کا گہرا مطالعہ کیا ہے، اور پھر خدا نے اُنہیں معقولیت، سنجیدگی، متانت اور شرافت سے بھی بہرۂ وافر دیا ہے۔ زبان نہایت صاف ستھری اور طرزِ بیان سلجھا ہوا ہے۔ اُنہوں نے تمام اسلامی مسائل کو نقل کے علاوہ عقل سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

آج کل زمانہ آزادی کا ہے۔ غلط طریقۂ تعلیم کہیے یا نئے زمانے کا ماحول، اکثر جدید تعلیم یافتہ طبقہ مذہب سے بڑی حد تک ناواقف ہے اور اگر واقف ہے تو ان مغربی کتابوں کے ذریعے جو اسلام کی مخالفت میں خوب زہر آلود ہوتی ہیں، اس لیے مستشرقین یا عیسائی مصنف اسلام پر جو کچھ اعتراض کرتے ہیں، وہ دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے بعض ''علمائے کرام'' یا ''عالم نما بزرگ'' جنہیں اپنی مذہبیت، ''سچائی'' اور صداقت کا غیر معمولی مغالطہ ہے، اسلام کی خدمت اِسی میں سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا مضحکہ اڑائیں اور اگر کوئی بات غلطی سے ان تعلیم یافتہ لوگوں کے منہ سے نکل جائے تو اسے جھنڈے پر چڑھائیں اور اپنے معاندانہ اور زہر آلود فقروں سے اُنہیں طلبِ حق کی راہ سے ہٹا کر ان میں عناد کا جذبہ بھر دیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ''تفہیمات'' میں ہمیں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ ہمارے خیال میں اس وقت اسلام کی یہی سب سے بڑی خدمت ہے۔

مولانا ان مضامین کے ذریعے ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ''تفہیمات'' کا دوسرا حصہ بھی ایسے ہی مفید مضامین کا حامل ہوگا (ح-ح)۔ (ستمبر ۱۹۴۰ء)

❁ خطبات

[''ترجمان القرآن'' (لاہور) کی تین ماہ کی مشترک اشاعت (ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۴۰ء) سید مودودی کی معروف تالیف ''خطبات'' پر مشتمل تھی۔ اِس اشاعت پر حسب ذیل تعارف لکھا

Marfat.com

گیا۔تعارف وتبصرہ لکھنے والے نے اپنا نام درج نہیں کیا، البتہ اُن دنوں ''جامعہ'' کے مدیر نورالحسن ہاشمی ایم-اے تھے۔مرتب]

رسالہ ترجمان القرآن کا یہ تین مہینے یعنی ستمبر، اکتوبر اور نومبر کا یک جائی پرچہ ہے جو مودودی صاحب کے ''خطبات'' پر مشتمل ہے۔مودودی صاحب دین اسلام کی جو خاموش خدمت کر رہے ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ اکثر و بیشتر مفید کتابیں مسلمانوں کی ہدایت و رہبری کے لیے لکھتے رہتے ہیں۔موجودہ نمبر بھی اِسی قسم کی تالیف ہے۔اس میں مختلف ارکان اسلام پر آپ کے مدلل خطبات ہیں جو عوام الناس کے لیے بہت آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔چند عنوان یہ ہیں: کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کا مقصد، مسلمان کسے کہتے ہیں؟، خدا کی اطاعت کس لیے، عبادت، نماز میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟، نمازیں بے اثر کیوں ہو گئیں؟، حج کے فائدے، جہاد کی اہمیت وغیرہ۔یہ خطبات ہر حیثیت سے بہت مفید ہیں۔ضرورت ہے جمعہ کی نمازوں میں ان خطبوں کو سنایا جائے۔(فروری ۱۹۴۱ء)

❁ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش [حصہ سوم]

[''جامعہ'' کے تبصرہ نگار کا نام شائع نہیں کیا گیا۔مدیر نورالحسن ہاشمی ایم-اے تھے۔مرتب]

ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا یہ تیسرا مقالہ ہے جو مسلمانوں کی سیاسی کشمکش کے متعلق لکھا گیا ہے۔اس میں مقصد محض اس قومیت کے نظریہ سے مسلمانوں کو روکنا ہے جو ان میں مغربی تعلیم کے اثر سے پیدا ہو گیا ہے۔نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اسلام کے سیاسی و اجتماعی تصورات علمی اور عملی حیثیت سے کیا ہیں اور اس پر بھی زور دیا گیا ہے کہ بجائے قوم کی مشترک وفاداری کے خدا کی مشترک وفاداری سے مسلمان اپنے صحیح نصب العین تک پہنچ سکتا ہے۔خاص خاص مضامین کے

Marfat.com

عنوانات یہ ہیں: اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کا نصب العین، مسلمانوں کے لیے ایک ہی راہِ عمل، اسلام کی راہ راست اور اِس سے انحراف کی راہیں، اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوسکتی ہے؟، جماعت اسلامی کی تشکیل وغیرہ۔ (نومبر ۱۹۴۱ء)

❁ مسئلۂ قومیت

[نورالحسن ہاشمی ایم۔اے کی ادارت میں ''جامعہ'' میں ''مسئلۂ قومیت'' کی اولیں اشاعت پر حسب ذیل رائے دی گئی۔ مرتب]

مولانا مودودی نے یہ مقالہ قومیت کے مسئلہ کو واضح کرنے کے لیے لکھا ہے کہ اصل مقصد قوم اور قوم پرستی سے کیا ہے اور اسلام میں قومیت کے کیا معنی ہیں۔ جماعت، قوم اور امت کے معانی میں کیا فرق ہے اور مسلمانوں کی قومیت کن معنوں میں دوسروں کی قومیت سے جداگانہ ہے۔ یہ مقالہ دراصل پانچ مضامین کا مجموعہ ہے جن کے عنوانات یہ ہیں: قومیت اسلام، کلمہ جامعہ، متحدہ قومیت اور اسلام، کیا ہندوستان کی نجات نیشنلزم میں ہے؟، اسلامی قومیت کا حقیقی مفہوم۔ ہر موضوع کو بڑی وضاحت اور انشراح سے واضح کیا گیا ہے۔ قابل قدر کتاب ہے۔ (دسمبر ۱۹۴۱ء)

❁ ترجمان القرآن (منصبِ رسالت نمبر)

[''ترجمان القرآن'' کی خصوصی اشاعت ''منصب رسالت نمبر'' بابت ستمبر ۱۹۶۱ء پر ''جامعہ'' کے ''ع۔ل۔الف'' [عبداللطیف اعظمی] نے تبصرہ لکھا۔ ''منصب رسالت نمبر'' کے مضامین معمولی ردوبدل کے ساتھ بعدازاں ''سنت کی آئینی حیثیت'' کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔ مرتب]

ترجمان القرآن جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ادارت میں نکلتا ہے، مذہبی رسالوں میں

اپنی سنجیدگی اور علمیت کے لحاظ سے ایک خاص حیثیت کا مالک ہے۔ زیر تبصرہ شمارہ میں منکرینِ حدیث کے خیالات پر تنقید کی گئی ہے اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ یہ نمبر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ڈاکٹر عبدالودود صاحب جو غالباً پاکستان کی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، جسے منکرینِ حدیث کہا جاتا ہے، اور مولانا مودودی صاحب کی وہ تمام مراسلت شائع کی گئی [ہے] جو سنت کی آئینی حیثیت کے بارے میں ہوئی تھی۔ دوسرے حصے میں مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے ایک رکن جسٹس محمد شفیع صاحب کے ایک فیصلہ کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس فیصلہ کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کا خیال ہے کہ ''یہ کلیتہً انکارِ سنت کی بنیاد پر صادر ہوا ہے''۔ جو لوگ اِس مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو سمجھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ نمبر بہت مفید ثابت ہوگا، البتہ وہ جدید ذہن، جو نہ اِس جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور نہ اُس سے اور جو آج کل کے مسائل پر معروضی طور پر غور کرتا ہے اور جسے علمائے اسلام کی توضیحات میں عصری مسائل کا تسلی بخش حل نہیں ملتا، شاید اس نمبر کے مباحث کو اپنے لیے زیادہ مفید نہ پائے۔ (جنوری ۱۹۶۲ء)

حواشی

۱- جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاریخ کے لیے دیکھیے: شمس الرحمٰن محسنی، ہندوستانی مسلمانوں کی قومی تعلیمی تحریک: جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دسمبر ۱۹۸۶ء

۲- ماہنامہ ''جامعہ'' (دہلی)، مارچ ۱۹۲۶ء، ص ۲۰۷

۳- ایضاً، فروری ۱۹۲۶ء، صفحات ۱۲۷-۱۲۸

۴- ایضاً، جولائی ۱۹۷۴ء، ص ۳

۵- دیکھیے: سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''مولانا محمد علی: ایک پرانی داستان''، علی برادران (مرتبہ سید رئیس احمد جعفری)، لاہور: محمد علی اکیڈمی (۱۹۶۳ء)، صفحات ۲۲-۳۵

۶- ماہنامہ ''جامعہ'' (علی گڑھ)، جنوری ۱۹۲۳ء، ص ۲

۷- مختصر تعارف کے لیے دیکھیے: ارشد سراج الدین، ماہنامہ ''افکارِ ملی'' (دہلی)، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۲۶۹

۸- مثال کے طور پر دیکھیے: ماہنامہ ''جامعہ'' (دہلی)، فروری ۱۹۴۰ء

۹- دیکھیے: سید ابوالاعلیٰ مودودی، دین حق، حیدر آباد دکن: دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ، فروری ۱۹۴۵ء، ۴۶ صفحات

Marfat.com

Marfat.com

مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر کے جرائد

میں

سید مودودی کا تذکرہ

مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر (ضلع اعظم گڑھ - اتر پردیش) کا سنگ بنیاد قصبے کی ایک مقامی تنظیم ''انجمن اصلاح المسلمین'' کے روح رواں مولانا محمد شفیع خان نے ۱۹۰۹ء میں رکھا تھا، اور اِس نے برصغیر کے دوسرے عام دینی مدارس کی طرح اپنے کام کا آغاز کیا تھا، مگر جلد ہی یہ چھوٹا سا مدرسہ ضلع اعظم گڑھ کی دو بڑی شخصیات کی آرزوؤں کا مرکز بن گیا۔ مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) ندوۃ العلماء کی اصلاحی تعلیمی تحریک میں پیش پیش تھے، مگر زندگی کے آخری دو تین برسوں میں، جب اپنے ہم کاروں کے رویے سے مایوس ہو گئے تو ''مدرسۃ الاصلاح'' نے اُن کی توجہ حاصل کر لی، اور ۱۹۱۹ء کے لگ بھگ مولانا شبلی کے ماموں زادہ بھائی، اور صاحبِ فکر عالم مولانا حمید الدین فراہی (م ۱۹۳۰ء) مستقلاً ''مدرسۃ الاصلاح'' آ گئے۔ آخر الذکر کے دس گیارہ سالہ زمانۂ قیام و تدریس نے اِسے فکری اعتبار سے ایک منفرد دینی ادارہ بنا دیا۔ مولانا فراہی کا عشق تو قرآن مجید سے تھا، مگر کلامِ الٰہی کی تفہیم و تشریح کے لیے عربی زبان و ادب، معانی و بلاغت اور تاریخ مذاہب سے انہیں گہری دلچسپی تھی، مزید براں امت مسلمہ کی تہذیبی و علمی روایت پر ناقدانہ و مجتہدانہ نظر رکھتے تھے۔ اُنہوں نے تدریس و تعلیم کے ذریعے جہاں باصلاحیت نوجوانوں کی ایک جماعت تیار کی، وہیں قلم و قرطاس کے ذریعے پیغامِ قرآن کی تفہیم پر زور دیا، اور اس کے لیے ایک منہج قائم

Marfat.com

کر دیا۔ اُنہوں نے رحلت کے وقت مسودات کا ایک خاصا ذخیرہ یادگار چھوڑا تھا، اور جو کچھ عربی میں لکھا تھا، اُسے اُردو میں منتقل کرنا ضروری تھا، نیز اُن کے ادھورے کاموں کی تکمیل کے لیے افرادِ کار کی ضرورت تھی۔ اِس پس منظر میں مولانا فراہی کے عقیدت مندوں اور تلامذہ نے مدرسۃ الاصلاح کی چاردیواری میں ایک ذیلی ادارہ ''دائرۂ حمیدیہ'' کے نام سے قائم کیا، مولانا فراہی کے شاگرد، مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷ء) اِس ''دائرۂ حمیدیہ'' کی مرکزی شخصیت تھے، جن سے اہل نظر بہت کچھ توقعات وابستہ کیے ہوئے تھے۔

''دائرۂ حمیدیہ'' کے مقاصد میں ایک ماہوار رسالے کا اجراء بھی شامل تھا، اور ''مدرسۃ الاصلاح'' کی مناسبت سے اِس کا نام ''الاصلاح'' تجویز کیا گیا تھا۔ ''الاصلاح'' نے ''دائرۂ حمیدیہ کے ماہوار علمی و مذہبی رسالہ'' کی حیثیت سے جنوری ۱۹۳۶ء میں مولانا اصلاحی کی ادارت میں اپنے سفر کا آغاز کیا۔ ''الاصلاح'' کے سامنے ''معارف'' (اعظم گڑھ) کا نمونہ تھا، وہی سائز اور وہی علم و ادب کا امتزاج پیش نظر تھا، مگر اس پر مستزاد مولانا فراہی کے فکر قرآن کی ترویج و اشاعت اس کا مقصد تھا۔ شذرات (ادارتی نوٹس)، باب التفسیر، معارف قرآن، مقالات، مذاکرہ، موعظۂ حسنہ، ادبیات، تلخیصات اور تقریظ و تبصرہ اس کے مستقل عنوانات تھے۔ باب التفسیر کے تحت مولانا فراہی کی نامکمل تفسیر ''نظام القرآن'' کے اجزاء کا اُردو ترجمہ پیش کیا جاتا تھا۔ معارف قرآن کے تحت وہ مقالات درج کیے جاتے تھے جو براہِ راست قرآن مجید کے مطالب کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہوتے تھے۔ دینی موضوعات پر دوسرے مضامین ''مقالات'' کے زیرِ عنوان آتے تھے۔

''الاصلاح'' تقریباً پونے چار برس شائع ہوا، اور نومبر ۱۹۳۹ء کے شمارے کے ساتھ دم توڑ گیا[۲]۔ سوا برس گزرنے پر جنوری ۱۹۴۱ء میں مولانا ابواللیث اصلاحی (م ۱۹۹۰ء) نے اِس کے جانشین کے طور پر سہ ماہی ''اصلاح'' نکالا۔ مدیر نے اپنے اداریے میں لکھا ہے:

پورے سوا سال کے وقفہ کے بعد مرحوم ''الاصلاح'' کی جگہ یہ سہ ماہی ''اصلاح''

Marfat.com

مدرسہ کے ہمدردوں، دائرۂ حمیدیہ کے خیرخواہوں اور ''الاصلاح'' مرحوم کے قدردانوں کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ یہ ''الاصلاح'' کے بجائے صرف ''اصلاح'' ہے، یعنی ''الاصلاح'' پر علمیت اور عربیت کا جو بوجھ لدا ہوا تھا، اِس پر سے اتار لیا گیا ہے۔ ''الاصلاح'' ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے نکالا گیا تھا، اس لیے اس میں ان ہی کے مذاق اور دلچسپی کی چیزیں ہوتی تھیں۔ یہ رسالہ عوام الناس کی خدمت کے لیے ہے، اس میں کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جو کم استعداد دماغوں کے لیے بوجھ ہو، سیدھی باتیں ہوں گی جن کو ہر شخص پڑھ کر سمجھ سکے گا، اور اگر چاہے گا تو اِن سے فائدہ اٹھائے گا ۳۔

سہ ماہی ''اصلاح'' کے مدیر نے عامۃ الناس میں پذیرائی حاصل کرنے کی شعوری کوشش کی، اور زبان و بیان کی سطح بھی عوامی رکھی، مگر اِس کے باوجود ''اصلاح'' ایک سال سے زیادہ عمر نہ پاسکا۔ مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر سے شائع ہونے والے ان جرائد کی مجلدات وطن عزیز میں خاصی کم یاب ہیں۔ حسن اتفاق سے جو متفرق شمارے دیکھے جاسکے، ان میں سے سید مودودی کے حوالے سے دو تین تحریریں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

اثباتِ قربانی بآیاتِ قرآنی

عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کی قربانی کو ''امت مسلمہ - ہند (امرتسر)'' کے وابستگان نے غلط قرار دیا تھا، جن کا تعاقب سید مودودی نے ''ترجمان القرآن'' (بابت جنوری ۱۹۳۷ء) میں دو مضامین — ''قربانی پر منکرین حدیث کا حملہ'' اور ''تحقیق قربانی [تالیف عرشی امرتسری] پر تنقید'' — لکھ کر کیا۔ جون ۱۹۳۷ء میں سید مودودی کے یہ مضامین ''حلقۂ دعوت وارشاد، چوک بابا اٹل، کوچہ کوما سنگھ - امرتسر (پنجاب)'' کے حاجی بشیر احمد نے $\frac{۲۰×۲۶}{۸}$ کے سائز پر ۱۶ صفحات کے

Marfat.com

پمفلٹ کی شکل میں شائع کیے تھے۔ اِس پمفلٹ پر ماہنامہ ''الاصلاح'' (سرائے میر) نے حسب ذیل تبصرہ لکھا:

امرتسر میں کچھ دنوں سے ''حلقہ دعوت وارشاد'' کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم ہوا ہے۔ اِس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو کتاب وسنت کے تمسک اور سلف صالحین کے اتباع کی دعوت دی جائے اور جو مسلمان مغربی خیالات وافکار سے متأثر ہیں، ان پر مغربی تہذیب وتمدن کے معائب اور اسلامی کلچر اور روایات کے محاسن بے نقاب کیے جائیں۔ اِس نیک مقصد کے لیے اِس کی طرف سے ہر ماہ میں حالاتِ حاضرہ کے مناسب کوئی مفید تبلیغی مضمون پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوتا ہے اور مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ماہ جون میں اس حلقہ نے مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ''ترجمان القرآن'' کے دو شائع شدہ مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ یہ دونوں مضامین قربانی سے متعلق ہیں اور پنجاب ہی کی ایک جماعت کے چند اشتہارات ومضامین کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ مولانا موصوف نے قرآنی آیات سے قربانی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور منکرین قربانی کے اعتراضات وشکوک کا نہایت مسکت جواب دیا ہے۔ جو لوگ قربانی کے اقتصادی پہلو اور اس کے روحانی فلسفہ کو سمجھنا چاہیں، وہ اِس رسالہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ (اگست ۱۹۳۷ء، ص ۵۱۰)

سید مودودی، جماعت اسلامی کی تاسیس کے دو ماہ اور چند روز بعد نومبر ۱۹۴۱ء میں مدرسۃ الاصلاح گئے۔ مدیر ''اصلاح'' نے اکتوبر تا دسمبر ۱۹۴۱ء میں آنے والے مہمانانِ مدرسہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

اس سہ ماہی میں مدرسہ پر [کذا] متعدد معزز مہمان تشریف لے آئے جن میں سے

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی، مولانا عبداللہ مصری، مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری استاذ تفسیر جامعہ دارالسلام [عمر آباد - مدراس]، مولانا منظور صاحب نعمانی اڈیٹر ''الفرقان'' اور مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا مودودی نے دو روز مدرسہ پر [کذا] قیام فرمایا۔ اس دوران میں ضلع کے مختلف حصوں اور طبقوں کے اصحاب علم ورائے ان سے ملنے کے لیے آتے رہے اور مولانا ان سے جماعت اسلامی کے مقاصد اور اس کے پروگرام پر تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ مختلف لوگوں نے مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیش کیے، لیکن مولانا نے سب کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور صبر ومحنت اور قابلیت کی ایک عمدہ مثال پیش کی۔ مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ نے بھی ان کی تحریک کے متعلق ان سے تبادلۂ خیالات اور گفتگوئیں کیں۔ ان کی باتوں کی صداقت کا لوگوں پر بہت گہرا اثر ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہوا کہ ان کو اپنے مشن کی سچائی کا پورا یقین ہے، اور جس مشکل کام کا اُنہوں نے ارادہ کیا ہے، اس کے لیے ان میں کافی عزم وجزم موجود ہے۔

مولانا عبداللہ مصری اور مولانا صبغۃ اللہ بختیاری ہر دو حضرات مولانا مودودی --- کے ساتھ ہی تشریف لے آئے تھے۔ آپ لوگوں کی گفتگوئیں بھی زیادہ تر تحریک اسلامی ہی کے متعلق ہوتی رہیں۔ ان حضرات پر اس تحریک کا گہرا اثر معلوم ہو رہا تھا۔ ان کی گفتگوؤں سے اندازہ ہوا کہ بہت سوچ سمجھ کر ان لوگوں نے اس تحریک میں شرکت کا فیصلہ کیا ہے۔

مولانا نعمانی ایک مخلص عالم دین ہیں، مذہب کی خدمت کا سچا جوش رکھتے ہیں، ہر قسم کی تنگ نظریوں سے آزاد ہیں، ہر مرحلہ میں صرف حق کی پیروی کرنا چاہتے ہیں،

Marfat.com

کثر اللہ امثالھم

مولانا مدرسہ کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ مدرسہ کے کتب خانہ کے لیے بخاری شریف کا ایک عمدہ نسخہ ہدیہ فرمایا۔

مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی بہار میں مولانا سجاد رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ امارت شرعیہ بہار کے روح رواں ہیں۔ اخلاص اور جوش عمل میں اپنی آپ نظیر ہیں۔

اِس موقع پر سید مودودی نے ''مدرسۃ الاصلاح'' کی Visitors' Book میں حسبِ ذیل تاثر ریکارڈ کیا تھا:

مدرسۃ الاصلاح کے طلبہ کی زندگی اور اُن کے شوقِ مطالعہ اور اُن کے کام کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ اللھم زدفزد

ابوالاعلیٰ مودودی ۷ نومبر ۱۹۷۱ء

حواشی

۱- مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر کی تاریخ اور خدمات کے لیے دیکھیے: ● محمد شفیع خان، مدرسۃ الاصلاح کی سرگزشت اور اِس کا تخیل، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۳۳ء ● سید سلیمان ندوی، حیات شبلی، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۷۰ء، صفحات ۶۸۲-۶۹۰ ● شرف الدین اصلاحی، ذکر فراہی، سرائے میر ضلع اعظم گڑھ: دائرۂ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، ۲۰۰۱ء، صفحات ۳۴۳-۴۵۴ ● عبدالرحمٰن اصلاحی، ''مدرسۃ الاصلاح - سرائے میر''، مجلّہ ''علم و آگہی'' (گورنمنٹ نیشنل کالج - کراچی)، خصوصی شمارہ ''ادارے - علمی، ادبی اور تعلیمی''، (مرتب ابوسلمان شاہجہاں پوری)، جلد دوم، ۷۵-۱۹۷۴ء، صفحات ۷۴-۸۵

۲- ماہنامہ ''الاصلاح'' کے تعارف کے لیے دیکھیے: ضیاء الدین اصلاحی، [مقالہ] ''الاصلاح''، مجلّہ ''علوم القرآن'' (علی گڑھ)، مولانا امین احسن اصلاحی نمبر، بابت جنوری ۱۹۹۸ء - دسمبر ۲۰۰۰ء، صفحات ۳۳۵-

۳- سہ ماہی ''اصلاح'' (سرائے میر)، بابت جنوری ۱۹۴۱ء

۴- شرف الدین اصلاحی، ''مشاہیر اہلِ اعلم کی نادر تحریریں''، ہفت روزہ ''آئین'' (لاہور)، شمارہ ۴۰، ص ۳۱

Marfat.com

Marfat.com

سید مودودی کی تحریروں اور ان کے ذکر خیر

کے حوالے سے

ماہنامہ ''پیغام حق'' کی ورق گردانی

ماہنامہ ''پیغام حق'' (لاہور) اپنے وقت کا ایک معروف دینی ماہنامہ تھا، مگر اس کی مجلدات کہیں یک جا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس کا اجراء کب عمل میں آیا؟ جنوری ۱۹۳۸ء کے اداریے (''عرضِ حال'') سے معلوم ہوتا ہے کہ ''پیغامِ حق'' کا پہلا شمارہ مارچ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا تھا، مگر بقول مدیر: ''چار ہی ماہ گزرے تھے کہ اپنی بے مائیگی کا پتہ چل گیا، صحت کی خرابی، مالی پریشانی، خریداروں کی بے توجہی، احباب کی بے پروائی اور ایسی ہی کئی اور دقتیں تھیں جنہوں نے کمر ہمت کو توڑ دیا اور پرچہ بند ہو گیا۔''

''پیغام حق'' کے مدیر سید محمد شاہ ایم-اے تھے جو پیکو آرٹ پریس-لاہور کے مذہبی و علمی رسالے ''حقیقت اسلام''[۲] کے مدیر رہ چکے تھے، گو رسالے کے سرورق پر ادارے کے مالک محمد احسان کا نام بطور مدیر مسئول شائع ہوتا تھا۔ جناب سید محمد شاہ نے پیکو آرٹ پریس کے لیے قرآن مجید کا ترجمہ اور تشریح ''مطالب الفرقان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے لکھی تھی۔ یہ ترجمہ اور تشریح پہلے بالاقساط ماہنامہ ''حقیقت اسلام'' میں چھپی، اور پھر کتابی صورت میں منفرد انداز میں شائع ہوئی (۱۹۳۶ء)[۳]۔ دائیں صفحے پر متن اور اس کے بالمقابل دو کالموں میں ترجمہ اور تشریح دی گئی تھی۔ ترجمے پر مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا شہاب الدین (خطیب چوبرجی-لاہور) اور پروفیسر

Marfat.com

یوسف سلیم چشتی نے نظر ثانی کی تھی۔

پٹھان کوٹ کے چوہدری نیاز علی خان ریٹائرمنٹ کے بعد ایک علمی و دینی ٹرسٹ ''دارالاسلام'' کی تشکیل کے لیے کوشاں تھے، (جس کی شہرت بعدازاں سید مودودی کی شمولیت سے دور و نزدیک پھیلی)، چوہدری صاحب کی دعوت پر سید محمد شاہ بھی ''دارالاسلام'' کے پروگرام میں دلچسپی لینے لگے۔ ۳ اپریل ۱۹۳۷ء کو علامہ محمد اقبال کے ہاں ادارے سے متعلق ہونے والی مجلس مشاورت میں دوسرے افراد کے ساتھ وہ بھی شامل تھے، اور مشاورت کی مفصل کارروائی انہیں نے نوٹ کی تھی۴۔ اکتوبر میں وہ ''دارالاسلام'' (پٹھان کوٹ) منتقل ہو گئے ۵۔ جب دسمبر ۱۹۳۷ء کو ''وقف دارالاسلام'' کی باقاعدہ رجسٹری کرائی گئی تو اس کے سات تاسیسی ارکان میں سید محمد شاہ بھی شامل تھے۶۔

سید مودودی حیدرآباد دکن سے پنجاب آنے کا اہتمام کر رہے تھے، اور باہمی مشورے سے طے پایا تھا کہ ''ترجمان القرآن'' کے اُن مضامین کا ایک مجموعہ جو برصغیر کی سیاسی صورتِ حال پر شائع ہوئے تھے، ''پیغام حق'' کی ماہانہ اشاعت کے طور پر شائع کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں سید محمد شاہ نے جو ادارتی کاٹ چھانٹ کی، اس پر سید مودودی نے چوہدری نیاز علی خان کو لکھا:

> آپ نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان مضامین کو میرے پاس نظر ثانی کے لیے بھیج دیا۔ ہمارے بھائی سید محمد شاہ صاحب نے ابھی تک اس پالیسی کو نہیں سمجھا ہے جس پر میں چل رہا ہوں، اس لیے انہوں نے متعدد مقامات پر ایسے عنوانات لگا دیے تھے جن سے مضامین کا trend of thought ہی بدلا جا رہا تھا۔ میں اس مسئلہ کو ہندو مسلم مسئلہ کی حیثیت سے پیش نہیں کرنا چاہتا، اور نہ اس خیال کا شائبہ آنے دینا چاہتا ہوں کہ ہماری کوئی لڑائی ہندوؤں سے بحیثیت قوم یا کسی دوسری جماعت سے من حیث القوم ہے، برعکس اس کے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت دو قوتیں برسرپیکار ہو گئی ہیں۔ ایک طرف نیشنلزم کی تحریک ہے جس کی بنیاد مغربی تہذیب اور تخیلات پر ہے

Marfat.com

اور دوسری جانب اسلام ہے جو اپنی خود ایک تہذیب رکھتا ہے، لہٰذا یہاں فرقہ وارانہ سوال کا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔ یہ زندگی کے دو مختلف اصولوں کی جنگ ہے۔---ے

سید محمد شاہ صاحب نے سید مودودی کے مضامین پر مشتمل مذکورہ مجموعے اور ''پیغام حق'' کی توسیع اشاعت کے لیے ''تاجرانہ نوعیت'' کی مہم چلائی جو سید مودودی کو چنداں پسند نہ آئی، اور انہوں نے اپنی ''خفگی'' کا مناسب انداز میں اظہار کر دیا۸، تاہم ''پیغامِ حق'' بابت فروری ۱۹۳۸ء مکمل طور پر سید مودودی کے مضامین پر مشتمل تھا جس کا عنوان رکھا گیا تھا: ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، یعنی اسلامی ہند کی گزشتہ تاریخ اور موجودہ حالت''۔ بعد ازاں اس کا ٹائٹل بدل کر اسے مستقل کتاب کی شکل دے دی گئی۔

۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو سید مودودی ''دارالاسلام'' منتقل ہو گئے، اُن کے ذاتی مجلّے ''ترجمان القرآن'' نے یہاں سے اشاعت کا آغاز کیا اور سید محمد شاہ نے ''ترجمان القرآن'' کے منیجر کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو ''ادارہ دارالاسلام'' کی تاسیس ہوئی تو اس کے پانچ ابتدائی ارکان میں سید محمد شاہ بھی شامل تھے۔

کچھ عرصہ گزرنے پر سید مودودی اور ''دارالاسلام'' کے بانی چوہدری نیاز علی خان کے درمیان دینی کام کی نوعیت اور طریق کار پر اختلاف پیدا ہو گیا، سید مودودی اپنے رفقاء سمیت لاہور آ گئے (۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء)۔ سید محمد شاہ بھی بطور منیجر ''ادارہ ترجمان القرآن'' سید مودودی کے ساتھ رہے۔ لاہور میں ''جماعت اسلامی'' کی بنیاد رکھی گئی (۲۶ اگست ۱۹۴۱ء) تو وہ ادارہ ''دارالاسلام'' کی طرح اس تنظیم کے بھی تاسیسی ارکان میں شامل تھے۔

سید محمد شاہ خود ''ادارہ ترجمان القرآن'' اور ''جماعت اسلامی'' کے شعبۂ مطبوعات کے ذمہ دار تھے، تاہم اُنہوں نے ۱۹۴۰ء کے آغاز میں ''اقبال اکیڈمی'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۹، اور ماہنامہ ''پیغامِ حق'' کو اس کا ترجمان بنا دیا۔ ''پیغامِ حق'' کی ادارت مختلف اوقات میں

Marfat.com

اُن کے علاوہ غلام سرور فگار اور یوسف سلیم چشتی کے ہاتھ میں رہی۔

غلام سرور فگار کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات دستیاب نہیں، تاہم اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک مشّاق اخبار نویس سمجھے جاتے تھے۔ اُنہوں نے کچھ عرصے اخبار ''ہمدم'' (لکھنؤ) میں جالب دہلوی کے ساتھ کام کیا تھا، اور وزیر آباد سے شائع ہونے والے ایک ادبی ماہنامے ''دبستان'' کے مدیر رہے تھے[10]۔ غالباً جنوری ۱۹۴۰ء میں وہ ''پیغامِ حق'' کے مدیر ہوئے۔ اقبال اکیڈمی نے اُن کی مرتبہ کتاب ''یادِ اقبال'' شائع کی جو علامہ اقبال کی رحلت پر ان کے حضور میں شعرائے کرام کے منظوم خراج تحسین پر مشتمل ہے۔ اُن کی ایک دوسری تحریر ''نوائے کشمیر'' کا ذکر ملتا ہے۔ ماہنامہ ''پیغامِ حق'' میں اُنہوں نے ''اسرارِ خودی'' کے مباحث پر چند مضامین لکھے ہیں۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی متعدد تحریریں ''پیغامِ حق'' میں شائع ہوئیں، مارچ ۱۹۴۲ء کے شمارے میں سید محمد شاہ نے اطلاع دی تھی کہ آئندہ ''سخن ہائے گفتنی''، یعنی اداریہ اُنہی کے قلم سے ہوگا[11]۔

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' اور مکتبہ جماعت اسلامی کے انتظام میں سید محمد شاہ کی ''غداری و خیانت'' سامنے آنے پر سید مودودی نے اُنہیں ۲۲ نومبر ۱۹۴۲ء کو ذمہ داریوں سے الگ کر دیا[12]۔ اس کے ساتھ ہی وہ جماعت اسلامی سے بھی الگ ہو گئے، تاہم انہوں نے اپنے قائم کردہ اشاعتی ادارے کے ذریعے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، اور ''ترجمان القرآن'' میں سید مودودی اور بعض دوسرے اہل قلم کے شائع شدہ بعض سلسلہ ہائے مضامین کو پہلے ماہنامہ ''پیغامِ حق'' کی خصوصی اشاعتوں، اور پھر ٹائٹل تبدیل کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ اُن کے اس طرزِ عمل سے جماعت اسلامی کے کارکنوں اور اُن کے درمیان مزید دُوری پیدا ہوئی، اور ایک حد تک تلخی بھی۔ آخر یہ بات اُن کی سمجھ میں آ گئی کہ سید مودودی اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے ہٹ کر نئے راستے تلاش کرنے چاہییں۔

Marfat.com

Registered No. L. 4584

جلد ۴ — عدد ۴

اپریل ۱۹۶۱ء

۷۸۶

ماہنامہ

پیغامِ حق

ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کے افکار، عقائد اور پیغام کا علمبردار

مرتبہ

غلام سرور فگار

ظفر منزل، تاجپورہ، لاہور

قیمت سالانہ ۵ر

قیمت فی پرچہ ۸ر

مولانا عبیداللہ سندھی کے زیر اثر سید محمد شاہ نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار کی تجلیل کے لیے ''امام ولی اللہ اکیڈمی'' کی داغ بیل ڈالی تھی ۱۳، وہ خود اس کے سیکرٹری تھے۔ مزید براں ''محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج کے قیام'' کا منصوبہ بنایا گیا ۱۴۔ امام ولی اللہ اکیڈمی نے کیا کام کیا؟ اس بارے میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ اگست ۱۹۴۸ء میں ''پیغامِ حق'' کا ''شاہ ولی اللہ نمبر'' شائع ہوا جو مولانا عبدالرحیم کلاچوی (م ۱۹۵۰ء) کے ایک مفصل مقالے پر مشتمل تھا۔ مولانا کلاچوی نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے اپنے ترجمے کے لیے بطور تمہید شاہ صاحب کی سوانح و خدمات پر یہ مقالہ لکھا تھا۔ مولانا کلاچوی کے ترجمہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی اشاعت کا اعلان کیا گیا، مگر یہ ترجمہ سید محمد شاہ کے اہتمام سے شائع نہ ہو سکا، البتہ شاہ صاحب کی تالیف ''القول الجمیل'' کا اُردو ترجمہ اور مولانا صدرالدین اصلاحی کی کاوش ''افاداتِ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی'' سید محمد شاہ نے اپنے تجارتی ادارے کی جانب سے شائع کی۔

قیام پاکستان کے بعد سید محمد شاہ نے ''پیغامِ حق'' کو زندہ رکھنے کی بہت کوشش کی۔ سادہ سرورق کی جگہ آرٹسٹ کا تیار کردہ سرورق استعمال کیا گیا، ''شاہ ولی اللہ نمبر'' کے علاوہ ایک ''قرآن نمبر'' پیش کیا گیا، مگر پہلے اس کی اشاعت بے قاعدہ ہوئی، اور پھر ''پیغامِ حق'' دم توڑ گیا۔

سید محمد شاہ ''پیغامِ حق'' کے بند ہونے پر خاموش زندگی گزارنے لگے، لاہور سے کراچی منتقل ہو گئے، تاہم آخر حیات میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ۔ فیصل آباد سے وابستہ تھے۔ ۳۰ جون ۱۹۷۰ء کو بیماری کی حالت میں کراچی گئے، کچھ عرصے بعد وہیں اُن کا انتقال ہو گیا۔

ماہنامہ ''پیغام حق'' نے سید مودودی کے افکار کی اشاعت میں ایک حد تک حصہ لیا ہے، سید مودودی کی متعدد تحریریں اس نے شائع کی ہیں۔ ذیل میں اس کے اوراق سے سید مودودی کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ معلومات، یا اُن کی تحریروں کے ساتھ شائع ہونے والے ادارتی شذرات پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

— ۱ —

[''دارالاسلام- جمالپور پٹھان کوٹ'' سے شائع شدہ ''پیغامِ حق'' کے پہلے شمارے بابت جنوری ۱۹۳۸ء (جلد ۱، شمارہ ۵) میں حسب ذیل اداریہ بعنوان ''عرضِ حال'' لکھا گیا۔ مرتب]

اَنت تُرِیدُ و انا اُرِید

لاکن اللہ یفعل مایُرید

انسان سوچتا کچھ اور ہے اور اکثر حالات میں ہوتا کچھ اور ہے۔ یہی بات ہمارے ساتھ ہوئی۔ گزشتہ مارچ میں جب ''پیغامِ حق'' کو جاری کیا تو خیال یہ تھا کہ پرچہ ہمیشہ بروقت نکلتا رہے گا، اور اس میں کوئی رکاوٹ درپیش نہ آئے گی، مگر چار ہی ماہ گزرے تھے کہ اپنی بے مائیگی کا پتہ چل گیا۔ صحت کی خرابی، مالی پریشانی، خریداروں کی بے توجہی، احباب کی بے پروائی اور ایسی ہی کئی اور دقتیں تھیں جنہوں نے کمر ہمت کو توڑ دیا اور پرچہ بند ہو گیا، مگر الحمدللہ کہ اس کے ساتھ ہی پرچے کے دوبارہ جاری ہونے کی امید بھی بندھتی گئی، ابھی بمشکل ایک ماہ گزرا ہوگا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ ہاں ''پیغامِ حق'' دوبارہ جاری ہوگا اور پہلے سے بہت زیادہ مستحکم بنا پر ہوگا، چنانچہ اکتوبر میں میرے محترم بزرگ خان صاحب چودھری نیاز علی خان نے جو ایک صاحب خیر رئیس ہیں، مجھ سے قطعی طور پر فرما دیا کہ میں لاہور سے ہجرت کر کے ان کے پاس دارالاسلام میں جا کر مقیم ہو جاؤں اور وہاں سے ''پیغامِ حق'' کو جاری کروں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر لاہور کو خیر باد کہہ کر دارالاسلام میں جا بیٹھا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ سے اب مجھ سے اپنے دین کی کوئی خدمت لے، اس ادھیڑ بُن میں پورے چھ ماہ گزر گئے ہیں اور اس طویل غیر حاضری کے بعد ''پیغامِ حق'' پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آپ حق کی آواز کو پھر اسی شوق سے سنیں گے اور اس کی اشاعت میں میرا ہاتھ بٹا کر مجھے ممنونیت کا موقع دیں گے۔

Marfat.com

دارالاسلام: دارالاسلام ایک نئی بستی ہے جس کا اعلان آپ کو ''ترجمان القرآن'' بابت ماہ شوال [۱۳۵۶ھ] میں ملے گا۔ میں اس جگہ صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس بستی کو آباد کرنے کے لیے جناب خان صاحب چودھری نیاز علی خان صاحب نے بہت کافی زمین وقف کی ہے اور اس میں ایک مسجد اور چند ایک مکانات بھی اُن لوگوں کے لیے تعمیر کر دیے ہیں جو یہاں آ کر آباد ہوں گے۔ اُن کی خواہش ہے کہ یہاں وہ لوگ آ کر آباد ہوں جو ایک اسلامی نظام کے ماتحت زندگی گزارنا چاہیں، اور اسلام اور مسلمانوں کی خاطر اپنا دل و دماغ اور اپنا مال و جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ علاوہ ازیں ائمہ مساجد کی تربیت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ امت کی اصلاح کے لیے ہمارے علمائے کرام اور ہمارے ائمہ مساجد کی اصلاح و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ائمہ مساجد اور علمائے کرام بے لوث و بے غرض ہو کر اصلاح عوام کا کام اپنے ہاتھ میں لیں تو امید ہے کہ مسلمانوں کی حالت جلد سدھر جائے گی، وگرنہ عوام آہستہ آہستہ مسلمانوں سے کٹ کر غیر مسلموں کے ساتھ جا ملیں گے اور جمہور مسلمانوں کی سیاسی و مذہبی حالت ہندوستان میں ایسی ہی نازک ہو جائے گی جیسا کہ مُور کی حالت سپین میں ہو گئی تھی۔

اس اصلاحی تحریک کے روح رواں اور سرپرست حکیم الامت ترجمان حقیقت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مدظلہ العالی ہیں اور ناظم اعلیٰ رفیق محترم سید ابوالاعلیٰ مودودی، ایڈیٹر ترجمان القرآن حیدرآباد دکن جوان شاء اللہ العزیز اخیر جنوری تک میری طرح ہجرت کر کے حیدرآباد سے دارالاسلام میں آ کر مقیم ہو جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور آپ حضرات کی دعائیں ہمارے ساتھ شامل ہوئیں تو دارالاسلام مسلمانوں کا ایک ایسا مرکز بنے گا جہاں سے ان کی مذہبی، سیاسی اور اخلاقی اصلاح کا کام کتاب وسنت کی روشنی میں انجام پائے گا۔ وما توفیقنا الا باللہ

محمد شاہ عفا اللہ عنہ

Marfat.com

۲

[ستمبر ۱۹۴۰ء کا شمارہ ''حالات مفتی محمد عبدہٗ'' پر مشتمل تھا جو چارلس-سی-ایڈمز کی تالیف Islam and Modernism in Egypt[۱۶] کے ایک حصے کا ترجمہ تھا۔ ترجمہ مظہرالدین صدیقی کی کاوش کا نتیجہ تھا۔ جناب سید محمد شاہ نے اس شمارے کے ''اداریے'' (سخن ہائے گفتنی) میں جمال الدین افغانی، مفتی محمد عبدہٗ اور علامہ محمد اقبال کے ساتھ سید مودودی کا ذکر کیا ہے۔ مرتب]

قوموں کی حیات وممات اور اُن کا عروج وزوال اکثر بلند ہمت اور روشن دماغ افراد کی حیات وممات کے ساتھ وابستہ ہے۔ آپ تاریخ عالم پر نگاہ ڈال کر دیکھیں تو ہر ملک میں یہی نظر آئے گا کہ اگر وہ لوگ غفلت و جمود کا شکار تھے، کمزور و ناتواں تھے، جاہل اور نیم وحشی تھے تو کسی ایک فرد کی مسیحا نفسی سے آہستہ آہستہ اُن کی تمام بیماریاں دُور ہو گئیں، اُن کی کمزوریاں قوتوں سے بدل گئیں اور جہالت وغفلت کی جگہ علم اور بیداری نے لے لی۔

دنیا میں سب سے بڑا انقلاب ہماری نگاہ میں وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب میں آیا اور پھر تمام اطراف واکنافِ عالم پر چھا گیا۔ اس انقلاب کا لیڈر ایک انسان کامل تھا۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اُس کے طفیل دنیا پر ایک کامل انقلاب آ گیا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

یہ تو کچھ پرانی بات ہے آپ اپنے زمانہ میں دیکھیے، لینن روس میں انقلاب کا باعث بنا، مصطفےٰ کمال ترکی میں، رضا شاہ پہلوی ایران میں اور ہٹلر جرمنی میں۔ لینن اور ہٹلر کو تو چھوڑیے، مصطفےٰ کمال اور رضا شاہ پہلوی کا جو ذکر ہم نے کیا ہے، اس سے یہ نہ سمجھ لیجیے کہ انہوں نے اسلام کی کوئی خدمت کی ہے۔ ان دونوں بہادروں کی جدوجہد اور مساعی کا نتیجہ صرف یہ ہے کہ ترکی اور ایرانی قوموں کے اندر احساسِ خودداری پیدا ہوا اور انہوں نے بحیثیت ترک اور ایرانی اقوام عالم کی

Marfat.com

مجلس میں اپنے لیے ایک عزت کا مقام حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی، مگر اسلامی نقطۂ نگاہ سے ان دونوں نے اسلام کے تمام اصولوں اور تمام نظریوں کو انتہائی مجرمانہ غفلت سے پس پشت ڈال دیا۔ اگر ان کے دل و دماغ مسلمان ہوتے تو ہمیں یقین ہے کہ ان کے ذریعے مردہ مسلمان زندہ ہو جاتے، صدیوں کے سوتے جاگ اٹھتے اور اقوام عالم کی رہنمائی کا سہرا ایک دفعہ اور ان کے سر بندھ جاتا، مگر چونکہ بدقسمتی سے ان لیڈروں کے دل و دماغ مسلم نہ تھے۔ انہوں نے انقلاب تو ضرور پیدا کیا، مگر اس کا فائدہ مسلمانوں کو من الحیث المسلمان کچھ نہیں ہوا۔ دوسری حیثیتوں سے کچھ فائدہ ہوا ہو تو اور بات ہے۔

یہ ایک ضمنی بات درمیان میں آ گئی تھی۔ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ مردہ قوموں کو زندہ کرنے والے خوش قسمت، بلند ہمت اور روشن دماغ افراد ہی ہوا کرتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں کے اندر دیر سے کوئی ایسا زعیم پیدا نہیں ہوا جو اُن کو حقیقی اسلام کی طرف دعوت دے کر اس کا متبع بنا دیتا۔ کوئی قائد ایسا پیدا نہیں ہوا جو ان کو بتا دیتا کہ دیکھو تم اللہ کے نائب ہو۔ یہ وسیع کرۂ ارض اللہ کی ملکیت ہے اور تم اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے حکمران ہو۔ اپنے فرائض کو سوچو سمجھو اور ان کو بجالاؤ۔ اٹھو اور خلافتِ الٰہیہ کو قائم کرو۔ عدل و انصاف کو قائم کرو اور ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو۔ فحش و بدکاری کا نام و نشان مٹا دو اور ہر کسی کو اخلاق حسنہ کا پتلا بنا دو۔ علم سیکھو اور سکھلاؤ اور جہالت کی تاریکی کو دُور کر دو۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اس طویل عرصہ میں کوئی صاحب نظر، کوئی صاحب دل اور کوئی خود شناس مسلمان ایسا پیدا نہیں ہوا جس کے نہاں خانۂ دل میں یہ خیالات موجزن نہ ہوئے ہوں۔ نہیں ایسے سینکڑوں مسلمان پیدا ہوئے ہوں گے، مگر افسوس تو صرف یہ ہے کہ وہ اتنے بلند ہمت اور کامل انسان ثابت نہ ہو سکے کہ مسلمانوں پر ایک کامل انقلاب لے آتے، تاہم غنیمت ہیں وہ بندگانِ خدا جنہوں نے اسلام کو پھر سربلند دیکھنے کی آرزو میں اپنے امن و آرام اور راحت و چین کو گنوایا، ایک دنیا سے دشمنی مول لی اور جاگتے سوتے میں، چلتے پھرتے میں، اور اُٹھتے بیٹھتے میں اسلام ہی کو

Marfat.com

سربلند دیکھنے کی آرزو کی اور تمام خداداد قابلیتوں کو اسی مقصد کے حصول میں خرچ کیا۔ ہم نہایت فخر اور عزت کے ساتھ اس سلسلے میں چار بزرگوں کا نام لے سکتے ہیں جن میں سے تین تو اس وقت ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، مگر اُن کا اخلاص اور ان کی مساعی شہرت دوام حاصل کر چکی ہیں اور اُن کے افکار و عقائد اس وقت مسلمانوں کے اندر تھوڑا بہت ذہنی انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ ہماری مراد علامہ جمال الدین افغانی، مفتی محمد عبدہ مصری اور ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال سے ہے۔ آج کی صحبت میں ہم آپ کے سامنے مفتی محمد عبدہ مصری کے مختصر، مگر سبق آموز سوانح حیات پیش کر رہے ہیں۔ ہمارے محترم دوست مولوی مظہر الدین صدیقی بی۔ اے نے جو حیدر آباد کے رہنے والے ہیں، اس مقالہ کو خوب نبھایا ہے۔ یہ بات آپ پر اس مقالہ سے خوب واضح ہو جائے گی کہ اسلام کی خدمت کرنے کے لیے اس وقت کس اخلاص، کس قابلیت، کس علم اور کس قربانی کی ضرورت ہے، اور یہ کہ مفتی محمد عبدہ مصری نے کتنی شاندار کامیابی کے ساتھ ملی نہضت کے ڈرامہ میں اپنا پارٹ ادا کیا۔

چوتھا عظیم الشان انسان، بطل حریت، زعیم اسلام ایک گمنام، مگر حقیقی مسلمان ہے جو کسی لحاظ سے جمال الدین افغانی، محمد عبدہ مصری اور اقبالؒ سے کم نہیں، مگر مسلمان ہیں کہ اب تک اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ میری مراد سید ابوالاعلیٰ مودودی سے ہے جن کی شاندار اسلامی خدمات اس وقت اپنا نظیر نہیں رکھتیں۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کس پایہ کے عالم، کس پایہ کے سیاست دان، کس پایہ کے فلسفی، کس پایہ کے ادیب ہیں، اس کا پتہ اُن کی شہرہ آفاق تصنیف ''الجہاد فی الاسلام'' سے چلے گا۔ محمد عبدہ مصری کو خوش قسمتی سے مصر میں چند مواقع ہاتھ لگ گئے جس سے وہ اپنی پوشیدہ قابلیتوں کو ظاہر کر سکے اور مسلمانوں کو حقیقی فائدہ بھی پہنچا گئے، مجھے توقع ہے کہ اگر سید ابوالاعلیٰ مودودی کو عملی سیاست میں حصہ لینے کا کوئی موقع مل گیا تو شاید وہ مسلمانوں کے اندر ایک ایسا انقلاب پیدا کر سکیں گے جس سے وہ پھر مسلمان کہلانے کے قابل بن سکیں۔ سید صاحب میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک بڑے مدبر، ایک بڑے سیاست دان، ایک بڑے جرنیل اور ایک

بڑے حاکم میں پائے جاتے ہیں۔ اُن کا دل اور دماغ دونوں مسلمان ہیں، وہ قلم اور تلوار دونوں کو چلانا جانتے ہیں، وہ قانون الٰہی سے واقف اور اُس پر عامل ہیں، وہ دنیاوی علوم وفنون سے گہرے واقف ہیں۔ یہ مسلمانوں کی سخت بدقسمتی ہوگی کہ پروانہ وار اُن کے گرد جمع نہ ہوں اور اُن کی بصیرت، اُن کی روشن دماغی اور اُن کی قیادت سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ میرے نزدیک اس عین شباب کے زمانہ میں بھی ابوالاعلیٰ ہندوستان کے محمد عبدہ ہیں۔ خدا کرے کہ آپ ترقی کرتے کرتے دنیا کے سب سے بڑے انقلابی، سب سے بڑے زعیم اور سب سے بڑے مدبر ثابت ہوں۔

—— ۳ ——

[اپریل ۱۹۴۱ء کے شمارے میں سید مودودی کا مقالہ ''اسلام اور جاہلیت'' نقل کیا گیا۔ ''پیغامِ حق'' کے مرتب جناب غلام سرور فگار نے ''اداریے'' (سخن ہائے گفتنی) میں شمارے کے دوسرے مضامین کے ساتھ سید مودودی کی تحریر کے بارے میں یہ شذرہ لکھا۔ مرتب]

''پیغام حق'' کی اس اشاعت میں دو نہایت اہم مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ ایک ۱۷ مجی پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی اشاعت اسلام کالج لاہور کی عرق ریزی اور محنت کا نتیجہ ہے اور دوسرا محترمی سید ابوالاعلیٰ مودودی ایڈیٹر ترجمان القرآن کے مخصوص اندازِ فکر کا مرہونِ منت ہے۔ دونوں مضمون اپنی اپنی جگہ مکمل ہیں اور فاضل مضمون نگاروں نے اپنے مؤثر پیرایوں اور محکم دلیلوں سے ان کو پیش کیا ہے۔ ان ابتدائی سطور سے ہمارا مقصد ان مضامین کا تعارف کرانا ہے۔۔۔۱۸

سید ابوالاعلیٰ مودودی اب کسی مزید تعارف کے محتاج نہیں رہے۔ اُنہیں پنجاب میں آئے دو اڑھائی سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اس دوران میں انہوں نے رسالہ ''ترجمان القرآن'' اور ادارہ الاسلام [کذا، دارالاسلام] کی مطبوعات کے ذریعہ اسلام کی جتنی خدمت سرانجام دی ہے اور

Marfat.com

مسلمانوں کے مسائل حاضرہ میں جہاں تک رہنمائی کی ہے، ہر ذی فہم شخص اُس سے واقف ہے، گزشتہ چھ مہینوں سے ہندوستان کے بعض اسلامی دارالعلوموں نے اُن کو دعوتیں دے کر اپنی مجالس خصوصی میں اُن سے مقالے پڑھوانے کا سلسلہ شروع کیا ہے، اس سے قبل سید صاحب موصوف انجمن اسلامی تاریخ وتمدن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی انجمن اتحاد طلبہ کے سامنے ''اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟'' اور نیا نظام تعلیم'' کے عنوانات کے ماتحت علی الترتیب مقالے پڑھ چکے ہیں جن کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے، پچھلے مہینہ مجلس اسلامیات دارالعلوم اسلامیہ سرحد پشاور کی دعوت پر وہاں بھی ایک مقالہ ''اسلام اور جاہلیت'' کے عنوان سے انہوں نے ارشاد فرمایا جس کو تمام وکمال اس اشاعت میں درج کیا جاتا ہے۔

اس مقالہ کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ ضرورتِ وقت کے اعتبار سے اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ازبس ضروری ہے۔ سید صاحب موصوف نے اس مقالے میں اس حقیقت کو واضح کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ انسان کی دنیا میں کیا حیثیت ہے، کائنات اور اس کی اشیاء سے اس کا کیا تعلق ہے اور وہ اپنے جملہ تعلقات اور اعمال میں خدا کے سامنے کس حد تک جواب دہ ہے؟ حقوقِ نفس، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا یہی تصور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے سامنے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے پیش کیا تھا، جن انسانوں نے اس کو اپنے افکار اور اعمال میں متشکل کیا تھا، وہ فاتح عالم کہلائے اور جنہوں نے اس سے لاپروائی برتی تھی خسر الدنیا و الآخرۃ ہوئے۔ آج ایک کثیر تعداد ایسے انسانوں کی موجود ہے جنہیں نہ اس بات کا پتہ ہے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے ہیں اور نہ یہ کہ خدا اور دیگر مخلوقات سے ہمارے رابطہ واتحاد کی کیا نوعیت ہے۔ یہی حالت اُس زمانہ کے عام انسانوں کی تھی جسے ہم زمانۂ جاہلیت کہتے ہیں۔ اگر اس ''مہذب زمانہ'' میں بھی ان مسائل کے متعلق انسان کا جاہلی تصور قائم رہے تو اسے بھی زمانۂ جاہلیت سے تعبیر کرنا پڑے گا، سید صاحب موصوف نے جاہلی تصور کی دو صورتیں قرار دی ہیں، ایک یہ کہ آدمی اپنے حواس پر اعتماد کرے اور اس سے جیسا کچھ محسوس ہوتا ہے، اس کی بناء پر اُن امور کے متعلق

Marfat.com

ایک رائے قائم کر لے، دوسرے مشاہدۂ حسی کے ساتھ وہم و قیاس کو ملا کر ایک نتیجہ اخذ کر لیا جائے۔ ہمارے خیال میں جتنی بھی اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور اقتصادی سوسائٹیاں آج کل وجود میں آ رہی ہیں، اُن کی وجہ یہی دو جاہلی تصور ہیں، ورنہ پیغمبروں نے حقیقت کا براہ راست علم رکھتے ہوئے جو حل بیان کیا ہے، اگر اسی کو قبول کر لیا جائے تو انسان کے لیے ان تمام مسائل کا حل بے حد آسان ہو جاتا ہے کہ انسان، کائنات اور خدا کے باہمی تعلقات کی حدود کیا ہیں؟ اور اگر سمجھ سے کام لیا جائے تو اس کا بھی پتہ چل سکتا ہے کہ اس وقت تک جتنے بھی حل بتائے گئے ہیں، اُن میں سے فیصلہ کن کون سا ہے۔

سید صاحب موصوف نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ اپنے مقالہ میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام نے جو فیصلہ دیا ہے، وہی قطعی اور حتمی ہے۔ اگر اس فیصلہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو آج تھیوسافیکل سوسائٹی، آزاد خیال سوسائٹی، سوشلزم وغیرہ وغیرہ جتنی سوسائٹیاں وجود میں آ رہی ہیں، ان کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوگی اور جس طرح اسلام نے اپنی آمد سے پہلے کی جہالت کو دُور کیا تھا، آج کل کی یہ جہالت بھی دُور ہو سکتی ہے، بشرطیکہ موجودہ دور کا انسان صمیمِ قلب سے اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ ہو۔

—۴—

[''پیغام حق'' کا شمارہ بابت اکتوبر ۱۹۴۴ء، سید مودودی کے سلسلۂ مضامین ''اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر'' پر مشتمل ہے۔ سید محمد شاہ نے اس پر ''اداریہ'' (سخن ہائے گفتنی) لکھا، اسی شمارے کا ٹائٹل بدل کر اسے بطور کتاب بھی شائع کیا اور ''سخن ہائے گفتنی'' کو ''پیش لفظ'' قرار دے دیا۔ مرتب]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ایڈیٹر ''ترجمان القرآن'' و امیر جماعت اسلامی نے ۱۹۴۰ء

Marfat.com

میں جبکہ اُن کا قیام لاہور میں تھا اور راقم الحروف ان کے ساتھ کام کر رہا تھا، ایک سلسلۂ مضامین ''عباداتِ اسلامی [کذا، اسلامی عبادات] پر ایک تحقیقی نظر'' کے نام سے ''ترجمان القرآن'' میں لکھنا شروع کیا تھا۔ یہ مضمون کئی اقساط میں طبع ہوا، اور اس میں نماز اور روزہ پر ایک تحقیقی نظر ڈالی گئی۔ افسوس ہے کہ باقی عبادات پر مولانا کو لکھنے کے لیے فرصت نہ ملی۔

حضرت مولانا کے تبحر علمی، ان کی گہری بصیرت اور اسلام کو ایک بار پھر قلوب پر مسلط دیکھنے کی سچی آرزو جوان کے دل میں پائی جاتی ہے اور جو انہیں ہمیشہ بے چین رکھتی ہے، اس میں اب کسی کو شک کی گنجائش نہیں رہی۔ مولانا نے اپنے زورِ قلم، جذبِ صادق اور سعی مسلسل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو حقیقی مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اسلام کو انسان کی زندگی پر پوری طرح مسلط اور کارفرما دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُن کے قلم سے ''عباداتِ اسلامی پر ایک تحقیقی نظر'' جیسے مضامین نکل جاتے ہیں۔

ضرورت تھی اس امر کی کہ ہم نے عبادت کا جو غلط تصور اپنے ذہنوں میں جما رکھا ہے، اُس کو دُور کر کے اُس کی جگہ عبادت کا صحیح تصور اور اصلی مفہوم پیدا کریں اور سمجھیں۔ ہماری نمازیں بے اثر کیوں ہیں، آج قرآن کا یہ دعویٰ کیوں پورا نہیں ہوتا۔ نماز انسان کو فواحش و منکرات سے کیوں نہیں روکتی، ہم نمازیں پڑھتے ہیں اور اس کے باوجود تمام برائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ آپ کو اس کی وجہ بتائے گا، اور آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم لوگ نماز کا تصور ہی غلط سمجھے ہوئے ہیں، لہٰذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری نماز، نماز ہی نہیں ہوتی اور چونکہ وہ نماز نہیں ہے، اس لیے اس سے وہ اثر مترتب نہیں ہوتا جو نماز سے ہونا چاہیے۔

خداوند کریم نے ہمیں نماز ادا کرنے، روزے رکھنے، زکوٰۃ دینے اور حج کرنے کے لیے جو حکم دیا ہے، وہ بے فائدہ اور لاحاصل نہ تھا۔ ان اعمال کے کرنے سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی بہتری مقصود تھی، مگر آج یہ اعمال نہ ہماری انفرادی اصلاح کر رہے ہیں اور نہ ان سے ہمیں اجتماعی فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ مولانا مودودی مدظلہ سے سنیے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ان عبادات کی جو غرض و غایت آپ نے سمجھی ہے اور ان کو ادا کرنے کا جو طریق آپ نے اختیار کر رکھا ہے، اس نے ان عبادات کو عبادات ہی نہیں رہنے دیا، بلکہ یہ ایک رسم سی بن کر رہ گئی ہیں۔ یہ تمہارے میکانکی افعال ہیں جو تمہارے قلوب کی تطہیر اور تمہارے اذہان کی جلاء سے قاصر ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ تم ان عبادات سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا رہے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا نے ان عبادات کی ضرورت و اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ آخر نمازیں کیوں پڑھی جائیں اور روزے کیوں رکھے جائیں اور دیگر عبادات کیوں کی جائیں۔

الغرض یہ مضمون میرے نزدیک اس قدر مفید اور ضروری ہے کہ اس کی اشاعت کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھنا چاہیے۔ میرا ارادہ تھا کہ ادارۂ ترجمان القرآن کی طرف سے اس کو شائع کر کے بکثرت پھیلا دوں، مگر جب مولانا نے مجھے ادارہ سے علیحدہ کر دیا تو یہ چیز میرے بس کی نہ رہی۔ میرا خیال تھا کہ ادارے کے نئے کارکن اس طرف توجہ کریں گے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو اس مضمون کی ضرورت و اہمیت کا صحیح احساس نہیں ہوا۔

''ترجمان القرآن'' کے سابقہ پرچوں کا فائل بھی دفتر میں مکمل نہیں ہے، اکثر پرچے ختم ہو چکے ہیں، لہٰذا جن حضرات کو اس مضمون کا علم بعد میں ہوا، وہ بھی اب کسی طرح اس کو حاصل کر کے فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اب اسے اقبال اکیڈمی کی طرف سے رسالہ ''پیغام حق'' میں طبع کر رہا ہوں۔ ترجمان القرآن میں جس قدر اقساط طبع ہوئی تھیں وہ سب اس میں آ گئی ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ''پیغامِ حق'' کے خریداروں کو چاہیے کہ یہ مضمون اپنے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب کو سنائیں، اور اپنے اپنے احاطۂ واقفیت میں ایک ایک صاحب کو خود سنائیں۔ بہتر یہ ہو کہ اپنے اپنے شہر کی مساجد کے خطیبوں سے درخواست کی جائے کہ وہ ایک دو جمعوں میں خطبہ کے بجائے یہی مضمون سنائیں۔

دیکھیے! جب تک ہم لوگ دین کے غلبہ کے لیے ایک دوسرے سے تعاون نہیں کریں گے،

Marfat.com

اپنی زبان، اپنے ہاتھ پاؤں، اور اپنے مال و دولت سے اسلام کے غلبہ اور اشاعت کے لیے کوشش نہیں کریں گے اور کفر کے مقابلہ پر بالفاظِ قرآن ''بنیان مرصوص''، یعنی سکہ پلائی ہوئی دیوار بن کر نہیں کھڑے ہوں گے، تب تک کفر و جاہلیت کے مقابلہ پر اسلام کا فروغ اور مسلمانوں کا عروج قطعاً ناممکن ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی خدمت کرنے کا موقع دے، آمین۔

یہ مضمون علیحدہ کتابی شکل میں بھی طبع کر دیا گیا ہے تا کہ ضرورت مند حضرات اسے حاصل کر سکیں۔

مولانا نے ایک اور بڑا معرکۃ الآرا مضمون ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' لکھا تھا۔ نومبر ۴۴ء کے پرچہ میں وہ مضمون مکمل طور پر ''پیغامِ حق'' میں طبع ہوگا۔ جن حضرات کو زائد کاپیوں کی ضرورت ہو، وہ دفتر کو ابھی سے مطلع فرمائیں۔

—— ۵ ——

[''پیغامِ حق'' بابت اکتوبر ۱۹۴۴ء میں شائع شدہ اعلان کے مطابق نومبر کا شمارہ ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' کے لیے وقف تھا۔ مرتب مجلّہ کا ''اداریہ'' یہ تھا۔ مرتب]

اکتوبر کے مہینہ میں حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا مضمون ''اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر''، مکمل طبع ہوا تھا۔ اور اس مہینہ یہ دوسرا نہایت ہی اہم مضمون ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔ ان دونوں مضامین کی جو افادی حیثیت ہے، اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اگر کاغذ کی تنگی نہ ہوتی اور دوسرے ذرائع کتابت و طباعت حسب معمول ہوتے تو یہ مضامین ادارۂ ترجمان القرآن کی طرف سے بہت پہلے شائع ہو چکے ہوتے، مگر کاغذ کی کمیابی، بلکہ نایابی نے کارکنانِ ادارہ کو اس

Marfat.com

طرف توجہ دینے سے روکے رکھا ہوگا۔

میں نے دوسال تک ان مضامین کی اشاعت کا بے چینی سے انتظار کیا، مگر اب مزید انتظار نہ کرسکا اور یہ سمجھ کر کہ میری طرح ہزاروں لوگ مولانا کے ان شاہکاروں کو حرزِ جان بنانے کے لیے بے چین ہوں گے، آخر ان کو طبع کرنے پر مجبور ہو گیا، مگر افسوس ہے کہ بجائے اس کے کہ لوگ میرے اس اقدام پر میری حوصلہ افزائی کرتے، بعض حضرات نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے ادارۂ ترجمان القرآن کو یہ مضامین شائع کر کے مالی نقصان پہنچایا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر ادارہ ان مضامین کو خود شائع کرتا تو مالی فائدہ اٹھاتا، جو اس صورت میں اُس کو نہیں پہنچ رہا، حالانکہ میں نے یہ سمجھ کر ان مضامین کو شائع کیا ہے کہ میں ادارۂ ترجمان القرآن اور جماعت اسلامی ہی کا کام کر رہا ہوں۔ جس کام کو ادارہ تین سال میں نہیں کر سکا، اُس کو میں نے سرانجام دے کر جماعت کے کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے، اور مولانا کے ان مفید خیالات کو اپنے حلقہ میں بھی پہنچانے کے لیے سعی کی ہے۔ رہا مالی فائدہ کا سوال تو اس بارے میں میں نے مکتبہ جماعت اسلامی کو ایک معقول کمیشن پر کتابیں مہیا کرنے کی پیشکش کر دی ہے اور ادارہ نے مجھ سے کافی مقدار میں یہ کتابیں طلب بھی کی ہیں۔

جہاں تک حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ذات کا تعلق ہے، وہ یقیناً خوش ہوں گے کہ ان کی آواز کو جو بامر مجبوری عوام تک نہیں پہنچ رہی تھی، میں نے حتی الامکان پہنچانے میں کوشش کی ہے۔ اسی طرح دوسرے مضامین مثلاً ''حقیقت نفاق''، ''افادات حضرت شاہ ولی اللہ'' اور ''معرکہ اسلام و جاہلیت'' کی اشاعت بھی میں نے مولانا کے نظریات کو پھیلانے اور جماعت اسلامی کا کام آگے بڑھانے کے لیے کی تھی۔ ورنہ اگر مجھے صرف دوکانداری ہی کرنی ہوتی تو کیا مجھے ایسا لٹریچر مہیا نہیں ہوتا جو ہاتھوں ہاتھ بک سکے اور مالی فائدہ کے لحاظ سے بھی بہت مفید ہو؟ ایسا لٹریچر میرے پیش نظر یقیناً ہے، مگر جماعت اور اس کے نظریات کو اس کی اشاعت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، اس لیے میں نے اُسے شائع نہیں کیا۔

Marfat.com

افسوس ہے معترضین حضرات کی ذہنیت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ نہ تو خود کوئی کام کرنے کی صلاحیت و قابلیت رکھتے ہیں، نہ دوسروں کو کچھ کرنے دیتے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ان معترضین کی اکثریت ایسی ہے کہ جن کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ مولانا کے یہ دو مضمون جو میں نے شائع کیے ہیں، کوئی افادی حیثیت رکھتے ہیں، لوگوں کو اُن کی مانگ ہے، ان کے شائع کرنے سے مسلمانوں کے خیالات کی اصلاح ہوسکتی ہے اور جو کوئی ان کو آنکھیں کھول کر پڑھ لے گا اور جس کا قلبِ سلیم ان خیالات کو قبول کر لے گا، وہ اسلام کے مزاج سے واقف ہو کر یقیناً بہتر مسلمان بن جائے گا، مگر جب میں نے ان کو شائع کر دیا ہے تو اب ان کے دل میں جماعت اسلامی کے مالی مفاد کا درد اٹھنے لگا ہے، اس لیے نہیں کہ ان کو واقعی جماعت کے مصالح سے کوئی ہمدردی ہے، بلکہ اس لیے کہ بغض و حسد سے وہ یہ نہیں دیکھ سکے کہ میں باوجود اس کے کہ اب جماعت سے علیحدہ ہوں، جماعت کا اتنا کام کر رہا ہوں کہ جو جماعت کے اندر شامل ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں، وہ بھی نہیں کر سکے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کی تنگی کو دُور کرے، ہماری نظروں میں وسعت دے اور ہمارے اعمال میں خلوص و محبت پیدا کرے اور بغض و حسد سے ہمارے ذہنوں کو پاک کر دے!

''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' مولانا کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ شرک کے رد اور توحید کی تائید میں حضرت مولانا اسماعیل شہید کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' سے زیادہ سائنٹیفک اور بہتر کتاب اب تک میرے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے شرک کے استیصال اور توحید کی حمایت و توضیح میں یہ کتاب لکھ کر اسلامی دنیا پر ایک عظیم الشان احسان کیا ہے۔ جس چیز کو مولانا شاہ اسماعیل شہید نے ایک طرح بیان کیا تھا، اُسی کو مولانا نے اپنے مخصوص انداز اور بالکل انوکھے انداز سے بیان کر کے مبلغین اسلام کی صف میں اپنے لیے ایک ممتاز مقام بنا لیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم مولانا کے اس شاہکار کو مسلمانوں تک پہنچائیں اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر کے لوگوں کے غلط نظریات پر ایک کاری ضرب لگانے کی کوشش کریں۔ وما

Marfat.com

توفیقنا الا باللہ العلی العظیم

یہ رسالہ کتابی شکل میں بھی طبع کیا گیا ہے اور علاوہ دفتر اقبال اکیڈمی کے مکتبہ جماعت اسلامی، دارالاسلام پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور سے بھی دستیاب ہوسکتا ہے۔

حواشی

۱- ایک اطلاع ہے کہ سید محمد شاہ نے ''تعلیمات اقبال کے فروغ کے لیے جولائی ۱۹۳۶ء میں ماہنامہ پیغام حق جاری کیا'' (رفیع الدین ہاشمی و سلیم منصور خالد، خطوط مودودی-۲، لاہور: منشورات، ۱۹۹۵ء، حاشیہ ص ۱۲۷)۔ یہ اطلاع نہ صرف اجرائے جریدہ کی تاریخ کے حوالے سے درست نہیں، بلکہ اِس کا مقصد اجراء بھی ابتداءً تعلیمات اقبال کا فروغ نہ تھا۔ ''مسلمانوں کی صحیح ذہنی تربیت، اُن کی تہذیب و تمدن اور اُن کی گزشتہ روایات اُن کے سامنے پیش کر کے اُنہیں مستقبل کا راستہ بتانا اور اُن کو ہندوؤں اور انگریزوں کی غلامی سے چھڑانا'' اس کے پیش نظر تھا۔ تعلیمات اقبال کا فروغ ۱۹۴۰ء میں اقبال اکیڈمی کی تشکیل پر اس کا مقصد قرار پایا۔

مارچ ۱۹۴۲ء (جلد ۶، شمارہ ۳) کے شمارے میں سید محمد شاہ نے واللہ اعلم ''پیغامِ حق'' کا سالِ اجراء ۱۹۳۹ء کیوں لکھا ہے (ص ۲)؟ غالباً اس لیے کہ ماہنامے کی اشاعت تعطل کا شکار ہوگئی تھی، اور اُس کی ''تجدید'' ۱۹۳۹ء میں ہوئی!

۲- ''حقیقت اسلام'' کا اجراء فروری ۱۹۳۲ء میں ہوا، اس کے پہلے مدیر محمد عنایت اللہ وارثی تھے۔ اس میں اوسط درجے کے اصلاحی اور دینی مضامین شائع ہوتے تھے۔ جناب وارثی کے الگ ہونے پر اس کی ادارت سید محمد شاہ کے ہاتھ میں آئی۔

۳- ''مطالب الفرقان فی ترجمۃ القرآن'' کی اشاعت کے حوالے سے ''اہلِ تحقیق'' نے عجیب گل افشانیاں کی ہیں۔ نومبر ۱۹۶۹ء میں ''سیارہ ڈائجسٹ'' (لاہور) کے ''قرآن نمبر'' کی دو جلدیں شائع ہوئیں تو دوسری جلد میں ''قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر'' کی فہرست دی گئی۔ کسی سبب سے ''مطالب الفرقان'' کا سال اشاعت ۱۳۰۰ھ لکھ دیا گیا (حوالہ مذکورہ، ص ۹۲۶)۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین اور احمد خان نے مبینہ سالِ اشاعت اپنی تالیفات میں نقل کر دیا، البتہ ایک نے ۱۳۰۰ھ کے متقابل ۱۸۸۲ء، اور دوسرے نے

Marfat.com

۱۸۸۳ء لکھنا پسند کیا۔ (صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم: تاریخ، تعارف، تبصرہ، تقابلی جائزہ، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۱، احمد خان، قرآن کریم کے اردو تراجم: کتابیات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، صفحات ۲۲۵-۲۲۶)۔ دونوں اہل قلم نے اس بات پر غور نہ کیا کہ ترجمے پر نظر ثانی کرنے والے بزرگ ۱۳۰۰ھ میں تو پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔

''مطالب الفرقان'' کی اشاعت کے بعد سید محمد شاہ نے کوشش کی کہ قرآن کا دوبارہ ایسا ترجمہ کیا جائے جس میں مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کیا جائے۔ اس کاوش کا کچھ حصہ ''مطالب القرآن'' کے نام سے شائع ہوا۔

۴- مکتوب چوہدری نیاز علی خان بنام سید مودودی، سید اسعد گیلانی، اقبال، دارالاسلام اور مودودی، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۷۸ء، ص ۱۶۳

۵- ایضاً، ص ۱۷۹، محمد شاہ، ''عرض حال'' (اداریہ)، ''پیغامِ حق'' (دارالاسلام- پٹھان کوٹ)، مارچ ۱۹۳۸ء، ص ۲

۶- ابو راشد فاروقی، اقبال اور مودودی، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۰ء، صفحات ۲۴-۲۵

۷- سید مودودی بنام چوہدری نیاز علی خان، اسعد گیلانی، حوالہ مذکورہ، صفحات ۱۹۰-۱۹۱

۸- ایضاً، صفحات ۲۰۳-۲۰۶

۹- ''اقبال اکیڈمی'' کا تصور، علامہ محمد اقبال کی زندگی میں مولانا راغب احسن نے پیش کیا تھا (دیکھیے: اُن کا مضمون ''نیرنگ خیال''، اقبال نمبر، ۱۹۳۸ء)، تاہم اس سلسلے میں پیش رفت دو سال بعد ہو سکی۔ غلام سرور فگار نے ''اقبال اکیڈمی'' کے پس منظر اور اغراض و مقاصد پر ایک طویل مضمون لکھا جس کی پہلی قسط ''پیغامِ حق'' بابت جنوری ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی، اور آخری تیسری قسط مارچ ۱۹۴۰ء میں چھپی۔ ''اقبال اکیڈمی'' کے یہ اغراض و مقاصد اور ہیت ترکیبی طے کی گئی تھی:

اغراض و مقاصد

- چونکہ علامہ اقبالؒ دورِ حاضرہ کے مجدد اعظم ہیں، اس لیے آپ نے اسلامی دستور و شریعت کو جن کائناتی، معادی اور معاشی تصورات میں پیش کر کے تمام دُنیا کے مسلمانوں کی انفرادی، اجتماعی، سیاسی اور عمرانی زندگی پر اُن کو محیط کیا ہے، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تشریح اور تبلیغ کی جائے تا کہ دورِ حاضرہ کے تمام مسائل کو انہی اساسی تصورات کی روشنی میں حل کیا جا سکے۔

● وہ اسلامی اور غیر اسلامی افکار و اعمال جو گزشتہ صدیوں میں عالم اسلام میں رائج رہے ہیں اور اس کی تعلیمات کی اُنہوں نے کایا پلٹ دی اور دورِ حاضرہ کے وہ تمام مشرقی و مغربی تصورات جنہوں نے اسلام کی متاع حیات پر شب خون مارا ہے اور مسلمانوں کے دل و دماغ پر اس طرح چھا گئے ہیں کہ اب وہ قلبی وارادت اور دماغی افکار میں تمیز نہیں کر سکتے، دونوں کے خلاف علامہ اقبالؒ نے جس مجتہدانہ انداز میں احتجاج کیا ہے، اس کی وضاحت کی جائے۔

● اسلامی تہذیب وثقافت کے احیاء کے لیے علامہ اقبال کے لائحہ عمل کو مسلمانوں میں عام کیا جائے اور بجائے مجلس اقوام مغرب یا مجلس اقوام ایشیا، اتحادِ اسلام اور اتحادِ عالم کی تحریک کو دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

● درویش صفت، فقیر منش اور روح قلندری رکھنے والے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جن کے انفرادی اور اجتماعی وجود میں علامہ اقبالؒ کی مثالی روح، یعنی خودی اور بے خودی کارفرما ہوتا کہ وہ اس مثالی روح، اس ملت وسطیٰ اور اس مذہب انسانیت کے مُبلّغ و منادبن کر اقصائے عالم میں پھیل جائیں جس کے لیے علامہ اقبالؒ کا ظہور ایک عالمِ نو کی صبح صادق کے مخبر صادق کی شکل میں ہوا ہے۔

ان اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے لاہور ایسے علمی مرکز میں ایک ایسے ادارہ کی تشکیل کی گئی ہے جس کا نام ''اقبال اکیڈمی'' رکھا گیا ہے اور مندرجہ ذیل ذرائع اس کے وظائف حیات ہیں۔

● ماہنامہ ''پیغام حق'' کا اجراء جو گزشتہ سال سے نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

● تصنیف و تالیف جس کا کام اس ماہ سے شروع کیا گیا ہے اور اس سلسلہ کی پہلی کتاب اس ماہ کے اخیر تک شائع ہو جائے گی۔

● اقبال اورینٹل کالج کا قیام جس کا تعلق اغراض و مقاصد کی آخری دفعہ سے ہے، ابھی تک اس کے لیے ماحول پیدا نہیں ہوا۔ اہل عزم و ہمت مسلمانوں کی پیش قدمی کا انتظار کیا جا رہا ہے۔

ہیت ترکیبی

● محسن خاص ـــ جو حضرات کم سے کم دو سو روپیہ یکمشت عنایت فرمائیں گے، وہ اقبال اکیڈمی کے محسن دوامی متصور ہوں گے۔ ایسے ہمدردانِ اسلام کی خدمت میں اکیڈمی کی تمام مطبوعات معہ رسالہ نذر کی جاتی رہیں گی، نیز اکیڈمی کے کارکن اُن کے قیمتی مشوروں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

Marfat.com

● محسنین ـــ جو حضرات کم سے کم سو روپیہ یکمشت عنایت فرمائیں گے، وہ اکیڈمی کے محسنین کہلائیں گے۔ اس عطیہ کے پیش نظر اُن کی خدمت میں اقبال اکیڈمی کی جملہ مطبوعات نصف قیمت پر اور رسالہ بلا قیمت روانہ کیا جاتا رہے گا۔

● معاونین ـــ جو حضرات کم سے کم پندرہ روپیہ سالانہ مرحمت فرمائیں گے، وہ معاونین کہلائیں گے، اُن کی خدمت میں اقبال اکیڈمی کی طرف سے کم سے کم چار مطبوعات نصف قیمت پر اور رسالہ بلا قیمت روانہ کیا جائے گا۔

● احبا ـــ جو حضرات دس روپیہ سالانہ مرحمت فرمائیں گے، اُن کا شمار اقبال اکیڈمی کے احبا میں ہوگا۔ اُن کی خدمت میں رسالہ بلا قیمت اور اقبال اکیڈمی کی کم از کم دو مطبوعات نصف قیمت پر روانہ کی جائیں گی۔

۱۰- شیخ عبدالقادر، نذرِ اقبال (مرتبہ محمد حنیف شاہد)، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۷۲ء، ص ۶۵، نیز ادارہ ''جامعہ''، تبصرہ، ماہنامہ ''دبستان'' (وزیر آباد)، ماہنامہ ''جامعہ'' (دہلی)، دسمبر ۱۹۳۳ء، ص ۵۶۵

۱۱- ماہنامہ ''پیغامِ حق'' (لاہور)، مارچ ۱۹۴۲ء، ص ۲

۱۲- سید مودودی نے ''ترجمان القرآن'' بابت فروری ۱۹۴۳ء میں اُن کی علیحدگی کا اعلان بایں الفاظ شائع کیا:
میں نے ۲۲ نومبر ۴۲ء کو رسالہ ترجمان القرآن کے انتظام سے سید محمد شاہ صاحب کو الگ کر دیا ہے۔ جن اصحاب کے ذمہ دفتر ترجمان القرآن کا کوئی مطالبہ واجب الادا ہے، وہ آئندہ کوئی رقم شاہ صاحب کو نہ دیں، نیز اس تاریخ کے بعد میری جس قدر کتابیں شاہ صاحب کے پاس پائی جاتی ہیں، وہ مالِ مسروقہ سمجھی جائیں، اور جو صاحب اُن سے کتابیں خریدیں، اُنہیں جان لینا چاہیے کہ وہ دراصل چوری کا مال خرید رہے ہیں۔ میں یہ اعلان دلی تکلیف کے ساتھ کر رہا ہوں۔ اپنے کسی سابق رفیق سے علیحدگی کے بعد اس قسم کا اعلان کوئی خوشگوار چیز نہیں ہے، مگر مجھے افسوس ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی خیانت اور نہایت بے باکانہ بددیانتی سے مجھ کو اس اعلان پر مجبور کر دیا۔ شاہ صاحب ساڑھے چار سال تک میرے رفیق رہے۔ اسی دوران میں اُن کی مسلسل خیانتوں کے باوجود میں صبر و تحمل اور ہمدردی کے ساتھ ان کے اخلاق کی اصلاح کے لیے کوشاں رہا، اور ہر طریقہ سے میں نے کوشش کی کہ جو شخص میرا رفیقِ کار بن چکا ہے، اس کے اخلاق میں اگر کوئی کمزوری ہے تو میں اسے قربانی اور ہمدردی کے ساتھ دُور کروں، لیکن اُن پر اس کا الٹا اثر ہوا، اور روز بروز خیانت میں بے باک ہوتے چلے گئے، حتیٰ کہ جب میں نے عاجز آ کر ان سے دفتر کا

چارج لیا تو ان سے ایسی صریح بددیانتیوں کا ظہور ہوا جو میری توقع سے بہت زیادہ تھیں۔ میں شاید اس پر بھی صبر کر لیتا، مگر مجھے معلوم ہوا کہ چارج دینے کے بعد دوسرے ہی روز انہوں نے اس دفتر کی چند کتابیں لاہور کے ایک تاجر کتب کے ہاتھ فروخت کیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اُنہوں نے کتابوں کا ایک معتدبہ ذخیرہ چرا کر رکھ لیا ہے، اور اب وہ اسے فروخت کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب جانتے ہیں کہ میں اپنے مسلک کی بناء پر پولیس اور عدالت سے مدد نہیں لے سکتا، اس لیے انہوں نے اتنی جسارت دکھائی، لیکن انہیں یہ خیال نہ رہا کہ دنیا کی پولیس اور عدالت سے اوپر بھی کوئی پولیس اور عدالت موجود ہے جس کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتے۔ ابوالاعلیٰ مودودی، ایڈیٹر ترجمان القرآن

سید محمد شاہ صاحب کی بدمعاملگی کے بارے میں سید مودودی نے جیلانی بی-اے کے نام ایک خط میں لکھا ہے: ''مجھے افسوس ہے کہ شاہ صاحب اتنی مدت میرے ساتھ رہے اور مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ اپنے اندر اس قدر اخلاقی پستی چھپائے ہوئے ہیں۔ دیکھیے، یہ مسلمانوں کی کیسی کم بختی ہے کہ جو لوگ اس قوم میں اتنے پست اخلاق ہیں، وہ قرآن مجید کے مترجم اور پیغامِ حق کے ناشر بنتے ہیں۔'' (عکس مکتوب سید مودودی، ہفت روزہ ''ایشیا''، لاہور، ۴ مارچ ۱۹۹۰ء، نیز دیکھیے: رفیع الدین ہاشمی و سلیم منصور خالد، خطوطِ مودودی-۲، حوالہ مذکورہ، صفحات ۲۸۷-۲۸۹)

۱۳- ماہنامہ ''پیغامِ حق'' (لاہور)، بابت اپریل ۱۹۴۲ء میں ''امام ولی اللہ اکیڈمی'' کی تاسیس کا اعلان شائع ہوا ہے۔

۱۴- دیکھیے تعارفی پمفلٹ ''محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج کا قیام''، لاہور: دین محمدی پریس، ۹۴۴ ہندی، ۱۶ صفحات

۱۵- جناب محمد دین کلیم کا یہ لکھنا درست نہیں کہ ان کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوا تھا۔ محمد دین کلیم قادری، ''لاہور کے مفسرین و مترجمین قرآن مجید''، ماہنامہ ''عرفات'' (لاہور)، نومبر-دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۸۵

۱۶- اس کتاب کا کامل ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک (م ۱۹۵۹ء) نے ''اسلام اور تحریک تجدد-مصر میں'' (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۸ء) کے عنوان سے کیا ہے۔

۱۷- بعنوان ''حکیم فرفریوس (اشراقی) کا ایک تاریخی خط اپنی رفیقہ حیات کے نام''

۱۸- پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے مضمون پر تقریباً تین صفحوں کا تعارف حذف کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

سید مودودی اور ان کی تحریریں

چند معاصرین کی نظر میں

سید مودودی کے احوال و آثار اور اثرات کے حوالے سے اُن تحریروں پر ایک نظر ڈال لینا بھی ضروری ہے، جو ان کے معاصر اہل قلم نے ضمناً، یا کسی سوال کے جواب میں سید مودودی کے حوالے سے قلم بند کی ہیں۔ ذیل میں اُن کے چند معاصرین کی ایسی ہی تحریریں مناسب پس منظر، اور معلومات کے ساتھ یک جا کی جا رہی ہیں۔

* عبدالرحیم کلاچوی

مولانا عبدالرحیم کلاچوی (کلاچی: ستمبر ۱۸۷۵ء — پشاور: ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء)، ناظم کتب خانہ اسلامیہ کالج - پشاور، ماضی قریب کے ایک صاحب نظر کتاب شناس تھے۔ اسلامیہ کالج - پشاور کے ذخیرۂ کتب کی فہرست ''لباب المعارف العلمیہ فی مکتبۃ دارالعلوم الاسلامیہ'' (جلد اول، مطبع آگرہ - آگرہ، ۱۹۱۸ء، جلد دوم، فیروز پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۸ء) اُن کا یادگار کارنامہ ہے۔ انہوں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، شاہ ولی اللہ دہلوی، سید جمال الدین افغانی، علامہ رشید رضا اور علامہ جوہری طنطاوی کی متعدد کتابوں کو اُردو میں منتقل کیا ہے۔

مولانا کلاچوی نے ''لباب المعارف العلمیہ ---، جلد دوم'' میں اکثر کتابوں کا مختصر تعارف لکھا ہے۔ ''الجہاد فی الاسلام'' کو اِن الفاظ میں متعارف کرایا ہے:

Marfat.com

مطبوعہ، بزبان اردو، (مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مدیر ''ترجمان القرآن'' حیدرآباد دکن - حال وارد نوآبادی موسومہ دارالاسلام - پٹھان کوٹ پنجاب) جہاد کے موضوع پر اس سے بہتر اور جامع تر کتاب غالباً اب تک نہیں لکھی گئی۔ دارالمصنفین نے شائع کی[1]۔

مولانا کلاچوی نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا اردو ترجمہ کیا اور بطور تعارفِ مؤلف، شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات پر مشتمل ایک جامع مقالہ لکھا جو پہلی بار ماہنامہ ''پیغامِ حق'' (لاہور) کی اشاعت بابت اگست ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالے کے مآخذ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> میرے اس تذکرۂ حیات کے بعض مقالات اگرچہ دوسرے تذاکر کے ممنونِ احسان ہیں، لیکن اس کا اکثر و بیشتر حصہ میں نے رسالہ ''الفرقان'' بریلی کے ولی اللہ نمبر سے اخذ کیا ہے جو آج سے چھ سال بیشتر ۱۳۶۱ھ [۱۹۴۲ء] میں شائع ہوا تھا۔ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی اور علامہ مودودی صاحب کا میں خصوصیت سے بہت ممنون ہوں جن کے مقالات سے مجھے قیمتی مدد ملی ہے، لیکن سب سے بڑھ کر میں محمد منظور صاحب نعمانی کا ممنون ہوں جس نے کہ مختلف اربابِ علم و فضل کے مقالات کو مجموعہ کے طور پر شائع کیا اور مختلف اربابِ تحقیق و اصحابِ قلم کے افادات سے ہمارے لیے مستفید ہونے کا موقع بہم پہنچایا[2]۔

* خواجہ حسن نظامی

خواجہ حسن نظامی[3] (م ۱۹۵۵ء) ماضی قریب کی اُن شخصیات میں سے تھے جن کے طرزِ عمل سے تو اختلاف کیا گیا ہے، مگر اُن کی خوبصورت تحریروں کے موافق و مخالف سب ہی شوقین رہے۔ ان کے دائرۂ تعلقات میں ''فقراء و مساکین سے لے کر امراء و سلاطین اور حکامِ اعلیٰ تک، ہندوستانیوں سے لے کر یورپینوں تک، ہندو، مسلمان، یہودی، عیسائی، سکھ، پارسی غرض ہر مذہب و

Marfat.com

ملت''۴ کے لوگ شامل تھے۔ اُنہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا، سری کرشن کی سوانح حیات ''کرشن بیتی''، لکھی اور ۱۹۲۷ء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح حیات ''تاریخ مسیح''، قلم بند کی۔ تصنیف وتالیف کے ساتھ خواجہ حسن نظامی کے جوہر اخبار نویسی کے میدان میں بھی خوب خوب کھلے، انہوں نے متعدد رسائل واخبارات جاری کیے، اور اپنی البیلی تحریروں سے ان کا حلقہ قارئین پیدا کیا۔ اپنے مزاج اور اعلیٰ طبقوں سے تعلقات کے باعث وہ اُن لوگوں میں سے نہ تھے جو حکومت وقت کو للکارتے، اور حصولِ آزادی کے لیے جدوجہد میں پیش پیش رہتے۔ نومبر ۱۹۲۶ء میں مولانا محمد علی نے خواجہ حسن نظامی کے ایک پرانے خط (مرقومہ ۱۲ اگست ۱۹۱۸ء) کے حوالے سے اپنے اخبار ''ہمدرد'' (دہلی) میں لکھا کہ خواجہ صاحب نے مولانا ظفر علی خان مدیر ''زمیندار'' کی نسبت چیف کمشنر دہلی سے کہا تھا کہ مولانا ظفر علی خان، نظام دکن کو پان اسلام ازم کے سبق پڑھا رہے تھے، اور غالباً یہی سبب تھا کہ مولانا ظفر علی خان حیدرآباد سے الگ کر دیے گئے تھے۔

کیا خواجہ حسن نظامی نے نظام دکن کے خلاف جاسوسی کی تھی؟ خواجہ صاحب نے واضح کیا کہ انہوں نے نظام دکن کی جاسوسی نہیں کی، بلکہ مولانا ظفر علی خان کی شکایت کی تھی، مگر خط کی اشاعت، اور اس کی تشریح وتوجیہ نے خواجہ صاحب اور مولانا محمد علی کے درمیان ''قلمی جنگ'' کی شکل اختیار کر لی جس میں دوسرے اخبارات وجرائد نے بھی حصہ لیا۔ سہ روزہ ''الجمعیۃ'' (دہلی) کے نوجوان مدیر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے مولانا محمد علی کے نقطۂ نظر کی تائید کی، مگر جب خواجہ صاحب نے مولانا محمد علی کے ساتھ اپنی ''قلمی جنگ'' کو ''نمونۂ جنگ صفین'' قرار دیتے ہوئے روداد قلمبند کی ۵ تو اُنہوں نے ''یزید لیڈر'' (خواجہ صاحب نے یہ الفاظ مولانا محمد علی کے لیے لکھے ہیں) کے ''لشکر کوفہ وشام'' میں شامل لوگوں کا ذکر بھی کیا۔ ان کے خیال میں سید مودودی بھی اس ''لشکر'' میں شامل تھے۔ سید مودودی کے بارے میں انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے:

> ابوالاعلیٰ صاحب ایک نوعمر صاحبزادے ہیں۔ مودودی خاندان میں ہونے کے سبب میرے لیے واجب تعظیم ہیں۔ میں ان کو اور ان کے بڑے بھائی مولوی ابوالخیر

Marfat.com

صاحب کو سال ہا سال سے جانتا ہوں، اور اپنے حقیقی عزیزوں کی طرح سمجھتا ہوں، اور اگر میں یہ کہوں کہ میں ان کے اور انؑ کے بڑے بھائی کے بہت کام آیا ہوں اور ان کے بھائی کی ڈھائی سو روپے ماہوار کی نوکری حیدر آباد میں میری کوشش سے ہوئی ہے تو یہ ایک بہت چھچھوری بات ہوگی، لیکن اس جھگڑے کی تفصیل آئندہ نسلوں کی معلومات کو پیاسا رکھے گی، اگر میں جزئیات کی تفصیل قلم بند نہ کروں---

ابوالاعلیٰ صاحب جو آج کل اخبار الجمعیۃ کے ایڈیٹر ہیں اور اُن کے بھائی مولوی ابوالخیر صاحب جو آج کل حیدر آباد کے محکمۂ ترجمہ میں مترجم ہیں، میرے سگے عزیزوں کی طرح مخلص سمجھے جاتے تھے، مگر آج ابوالاعلیٰ صاحب نے مسٹر محمد علی کی غلط بیانی کا ساتھ دیا اور ایسے غلط طریقے سے میری مخالفت شروع کی ہے، جو اپنے منہ سے پکار رہا ہے کہ مجھے حسن نظامی کی ہر بات کو معیوب ثابت کرنا ہے[۶]۔

دوسری جگہ سید مودودی کا ذکر بطور ''یکی از لشکر کوفہ و شام'' یوں کیا ہے:

ابوالاعلیٰ صاحب ــــ میں لکھ چکا ہوں کہ مودودی خاندان میں ہیں۔ عمر کم ہے، مگر مضامین نویسی کی اچھی مشق ہے۔ سنجیدگی اور وقار کی شان سے خیالات کو ادا کر سکتے ہیں۔ میرا ان سے سالہا سال تعلق رہا۔ اُن کے والد مرحوم سے بھی ملنا جلنا تھا اور ان کی والدہ صاحبہ تو بہت ہی اعتقاد سے بارہا میرے ہاں تشریف لاتی تھیں، مگر اس وقت ابوالاعلیٰ صاحب یزید لیڈر کے بہت بڑے حامی ہیں، بلکہ اس لحاظ سے کہ جمعیۃ علماء کی زبان بن کر انہوں نے ہندوستان کو یہ دھوکہ دیا کہ مسلمانانِ ہند اخبار الجمعیۃ کے مضامین کو جمعیۃ علماء کی رائے سمجھنے لگے۔ میں ان کو یزید لیڈر کا دل و دماغ سمجھتا ہوں۔ انہوں نے مجھ کو دورانِ جنگ میں بڑی حکمت عملی کا ایک خط بھیجا تھا جس کے جواب میں میں نے صرف دو فقرے لکھ دیے تھے کہ ''آپ حضرت علیؓ کی اولاد ہیں۔ آپ کو امیر معاویہ کے طرزِ دانش مندی پر فخر نہ ہونا چاہیے''[۷]۔

Marfat.com

❁ مناظر احسن گیلانی

سید مودودی کے صاحب علم معاصرین میں مولانا مناظر احسن گیلانی۸ (م ۱۹۵۶ء) اپنے تصنیفی کارنامے کی بدولت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ سید مودودی نے ''ترجمان القرآن'' کی ادارت سنبھال کر اِسے ایک عام دینی جریدے سے اٹھا کر بلند پایہ دینی وفکری مجلّہ بنا دیا تھا۔ اُنہیں حیدرآباد کے تقریباً سبھی معروف لکھنے والوں کا تعاون حاصل تھا۔ مولانا گیلانی بھی ''ترجمان القرآن'' کے مضمون نگاروں میں شامل تھے۹۔ سید مودودی کے ساتھ اُن کے ربط وتعلق کا اندازہ اُن کے اپنے بیان کردہ واقعات وتاثرات سے ہوتا ہے۔ جو اُنہوں نے ایک عرصہ گزرنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں لکھے تھے۔ اُن کے بقول:

> [۳۴-۱۹۳۳ء میں] عثمانیہ یونیورسٹی کے بعض اربابِ اقتدار کے اشارے سے خاکسار مولانا کی خدمت میں معقول تنخواہ کی پیشکش کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ آج بھی اس دن کی باطنی لذت اور روحانی مسرت کی یاد تڑپا دیتی ہے، جب غایت خندہ پیشانی کے ساتھ بغیر کسی پس وپیش کے خلافِ توقع مولانا نے اس کو قبول کرنے کی معذرت ظاہر فرمائی۔ مولانا کے جذبۂ ایثار اور ملک وملت کی خدمت کا جو غیر معمولی جذبہ ان کے قلب میں موجزن تھا، اس کا پہلی دفعہ علم مجھے اس زمانے میں ہوا۔ اپنے ایک خانگی خط میں اس واقعہ کا ذکر خاکسار نے مولانا عبدالماجد دریابادی سے کیا، ''صدق'' میں خاکسار کے مکتوب کا یہ حصہ اس زمانے میں شائع بھی ہوگیا تھا۱۰۔

سید مودودی بھی مولانا گیلانی کے علم ونظر کے معترف تھے۔ سید مودودی نے ''امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی'' سے متعلق اُن کا مقالہ ''ترجمان القرآن'' میں نقل کیا اور اس پر طویل ادارتی شذرہ لکھا۱۱۔

جماعت اسلامی کی تاسیس کے بعد بعض اہل علم نے اس طرح کے اعتراضات شروع کر

دیے تھے کہ سید مودودی اور جماعت اسلامی نے اسلام کو دین کے بجائے تحریک بنا دیا ہے۔ اس تناظر میں مولانا گیلانی نے سید مودودی کے نام اپنے شبہات لکھ بھیجے، جواباً سید مودودی نے اُنہیں طویل مکتوب لکھا۔ یہی مکتوب ''تھوڑی سی ترمیم'' کے ساتھ ''ترجمان القرآن'' میں ''رفع شبہات'' کے عنوان سے شائع ہوا، سید مودودی نے اس کے آغاز میں یہ نوٹ لکھا تھا:

حال میں ہندوستان کے ایک مشہور عالم اور صاحب دل بزرگ[12] کا ایک گرامی نامہ آیا تھا جس میں میرے خیالات اور طریق کار کے متعلق چند شبہات کا اظہار کیا گیا تھا۔ جواب میں جو کچھ میں نے لکھا، اس میں چوں کہ اکثر وہ شبہات زیر بحث آ گئے ہیں، جو آج کل بعض حلقوں کی طرف سے پھیلائے جا رہے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی ترمیم کے ساتھ اسے یہاں نقل کر دیا جائے، اصل مکتوب جس کے جواب میں یہ نیاز نامہ لکھا گیا ہے، شائع نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ صاحب مکتوب نے اس کی اجازت نہیں دی۔۔۔[13]

مولانا گیلانی نے سید مودودی سے بعض دینی و فقہی امور میں اختلاف بھی کیا، اور دونوں معاصرین کے درمیان تبادلۂ خیال بھی ہوا، اور دونوں حضرات اپنی اپنی رائے پر قائم رہے[14]۔

❁

''امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی'' سے متعلق اپنی تحریروں کو جب مولانا گیلانی نے بصورتِ کتاب مرتب کیا (۱۹۴۹ء) تو اس کی ''تمہید'' میں مولانا گیلانی نے مقالے سے کتاب تک کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

جامعہ عثمانیہ کے سابق نائب امیر (پرووائس چانسلر) محترمی قاضی محمد حسین صاحب مرحوم نے ایک علمی مجلس جامعہ عثمانیہ میں اساتذہ کی قائم کر رکھی تھی، جس میں اپنے اپنے تدریسی فن کے مختلف موضوع پر اساتذہ مقالے سنایا کرتے تھے، خاکسار کی

Marfat.com

جب باری آئی تو اپنی کتاب ''تدوین فقہ'' کے ایک حصہ کا انتخاب کر کے مقالہ کی شکل میں متعدد مجلسوں میں اس کو پڑھتا رہا۔ یہ ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی'' کی روئداد تھی۔ مضمون چونکہ کافی طویل تھا، اس لیے چند قسطوں میں بھی مکمل نہ ہوسکا۔ ہر خطبہ جو اس مجلس میں پڑھا جاتا تھا، ''الفرقان'' بریلی میں اشاعت کے لیے بھیج دیا جاتا تھا، ''الفرقان'' سے بعض دوسرے مجلّات میں بھی یہ مضمون نقل ہوا، خصوصاً ہمارے فاضل دوست مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی نے اپنے ایک طویل ''پیش لفظ'' کے ساتھ رسالہ ''ترجمان القرآن'' جلد ۱۶- عدد ۳ و ۴ میں بھی اس کو شائع فرما دیا تھا، لیکن مضمون بہر حال نامکمل ہی تھا۔ بعض لوگوں کے اصرار سے پچھلے دنوں اس مضمون کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا۔ کتاب کی موجودہ ضخامت کا اندازہ پہلے سے نہ تھا، لیکن جب قلم اٹھا لیا گیا تو اس کا روکنا میرے بس میں نہ تھا، بس جہاں پر پہنچ کر وہ خود ہی رُک گیا، میں نے بھی اپنے اس تالیفی سفر کو ختم کر دیا[۱۵]۔

سید مودودی کی تحریروں اور ''تحریک'' کے بارے میں مولانا گیلانی نے ایک خط کے جواب میں ایک مکتوب الیہ کو لکھا ہے:

> حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا کلام، اُن کی تحریریں اس زمانے کے الحادی زہر کے لیے تریاق کا کام کرتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو مولانا کی تحریروں سے فائدہ پہنچا۔ اللھم زدفزد۔ باقی مولانا کی تحریک کے متعلق آپ نے جو دریافت فرمایا ہے، جہاں تک میں جانتا ہوں، اُن کی غرض یہی تو ہے کہ نام کے ساتھ مسلمان کام کے بھی بن جائیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس سے کسی کو اختلاف کیوں ہونے لگا، البتہ مسلمانوں کی موجودہ سیاسی زبوں حالی کو دیکھ کر مولانا کی یہ کوشش کہ مسلمانوں کو پھر دنیا کا حکمران بنا دیا جائے، بذاتِ خود اس کوشش کے

استحسان میں بھی شک کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ حکمران قوموں کو مسلمان بنا لینے کی جدوجہد بھی اگر مولانا جاری فرمادیں تو اس میں بہ ظاہر کامیابی کی زیادہ توقع ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مولانا نے اس کی تیاری بھی شروع کر دی ہے[16]۔

''تعلیم قرآن مجید کیسے عام ہو؟'' — اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک دوسرے خط میں ضمناً نصابی کتابوں کے بارے میں مولانا گیلانی نے اظہارِ خیال کیا ہے۔

---سکولوں اور کالجوں میں اب مان لیا گیا ہے کہ کم از کم ہفتہ میں دو ہی گھنٹے سہی، لیکن مذہب کو بھی [وقت] دیا جائے، مگر ہو یہ رہا ہے کہ بیسیوں کتابیں دینیات کے نام سے لکھ لکھ کر لوگ نصاب میں داخل کر رہے ہیں جن میں زیادہ تر تو نماز روزہ کے عام مسائل ہوتے ہیں، اور بعض کتابیں اس سلسلہ میں اچھی بھی لکھی گئی ہیں، خصوصاً نظامت تعلیمات حکومت آصفیہ نے جو دینیات کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، بعض رسالے تو اس کے بہت غیر معمولی ہیں، علی الخصوص مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا رقم فرمودہ حصہ[17]۔

یہ امر واضح رہے کہ سید مودودی نے رسالہ ''دینیات'' جن بزرگوں کی تحریک پر لکھا تھا، ان میں مولانا گیلانی بھی شامل تھے[18]۔

* سید رئیس احمد جعفری

مرحوم جعفری[19] (م ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۸ء) کے سرمایۂ نگارش میں شخصی خاکوں کا ایک مجموعہ ''دید وشنید''[20] بھی شامل ہے۔ اس میں اُن افراد کے بارے میں جعفری صاحب نے اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں ''جنہیں [انہوں] نے دیکھا، جن سے [وہ] ملے اور جن کو [انہوں] نے پرکھا'' تھا۔ اگلے صفحات میں سید مودودی کے بارے میں اُن کے تاثرات من وعن نقل کیے جاتے ہیں:

Marfat.com

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

آغاز میں ہم کیا تھے، انجام میں ہم کیا ہیں؟

۱۹۳۷ء کی ایک سرد شام ۲۱ کو خلافت ہاؤس [بمبئی] کے مہمان خانے میں ایک نئی صورت نظر آئی، میانہ قد، دوہرا بدن، سر پر ترکی ٹوپی، علی گڑھ کٹ پائجامہ، حیدر آبادی وضع کی شیروانی، داڑھی ندارد غالباً مونچھیں بھی مُنڈی ہوئی، انگریزی تراش کے بال، خوبصورت چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں، کچھ خاموش خاموش، کچھ الگ تھلگ سے، میں نے مولانا عرفان ۲۲ سے پوچھا، آپ کی تعریف؟ فرمایا، ابوالاعلیٰ مودودی۔

اس نام کا مسلمی آنکھوں کے لیے نیا تھا، لیکن کانوں کے لیے نیا نہ تھا، بچپن سے مولانا ابوالاعلیٰ کے افکارِ دماغی، زورِ قلم اور متوازن رائے کا سکہ دل پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وہی صحافی تھا جس نے اپنی نوجوانی کے زمانہ میں جمعیۃ العلمائے ہند کے ترجمان ''الجمعیۃ'' کی عنانِ ادارت ہاتھ میں لی اور اسے بامِ عروج پر پہنچا دیا، ہندوستان کے بلند پایہ اخبارات کی صف اول میں پہنچا دیا، سوامی شردھانند کے حادثۂ قتل کے بعد جس نے ''اسلام اور تشدد کا مسلک''، اس موضوع پر اتنے عالمانہ، سیر حاصل اور بلند پایہ مقالات لکھے کہ دھوم مچ گئی، مخالفین تک داد دینے پر مجبور ہو گئے، اور اب عرصہ سے جس کی ادارت میں حیدرآباد سے رسالہ ''ترجمان القرآن'' نکل رہا تھا، جس کے مقالات اپنے وزن اور معلومات کے اعتبار سے ہندوستان کے بڑے بڑے اربابِ نظر اور اہل علم کے لیے باعث فخر و رشک ہو گئے تھے، باتیں کیں تو معلوم ہوا، خدا نے ذہانت کے ساتھ حلم، گہرائی اور فکر کی نعمت بھی عطا کی ہے، ابھی تک مولانا بڑے آدمی نہیں بنے تھے، دنیا سے بے نیاز بھی نہیں ہوئے تھے، حیدرآباد

Marfat.com

کے ایک حاکم با اختیار تک ــــ ساحل بمبئی پر ــــ جو ولایت سے آ رہا تھا ــــ اپنے ایک عزیز کی سفارش پہنچانے تشریف لائے تھے، لیکن باتوں میں، لب ولہجہ میں بڑا پن پوری شان کے ساتھ موجود تھا، بے موقع تبسم سے گریز، مختصر اور دوٹوک باتیں، خلا ملا سے پرہیز، تخلیہ اور تجلیہ میں یکساں سنجیدگی اور خاموشی، بڑے آدمیوں کے یہی اسلحہ ہوتے ہیں اور مولانا ان سے پورے طور پر مسلح تھے۔

کئی روز تک مولانا مقیم رہے اور اس عرصہ میں کئی بار آپس میں گفتگو ہوئی۔ شام کو مولانا عرفان نے حسبِ عادت موٹر گیرج سے نکالی، وہ ڈرائیو کر رہے تھے، اور میں اور مولانا مصروف تکلم تھے، سارے شہر کی سیر کر ڈالی، لیکن گفتگو کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا، مولانا نے سینما دیکھنے کی دعوت دی جسے ہمارے مہمان نے ایک بے نیازی کے ساتھ مسترد کر دیا، دورانِ قیام میں کئی آدمی ''ترجمان القرآن'' کے خریدار مولانا عرفان کی کنوینسنگ سے بنے، جن میں صدر خلافت سید مرتضیٰ بہادر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا نے ''خلافت'' کے تبادلہ کو کہا، میں نے منظور کر لیا، ''ترجمان القرآن'' کے مکمل فائل دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا، حیدر آباد پہنچتے ہی تمام پرچے بغیر کسی یاددہانی کے بھیج دیے، بس یہ ایک ایسی بات تھی جو بڑے پن کے منافی تھی۔

مولانا کے واپس جانے کے بعد ایک روز مولانا عرفان سے ان کا تذکرہ چھڑا، میں نے کہا، مولانا کی قابلیت، ذہانت، بالغ نظری شک وشبہ سے بالاتر ہے، لیکن جیسا باطن ہے ظاہر ویسا نہیں ہے، یہ بات ذرا دل کو کھٹکتی ہے۔ مولانا نے فرمایا، جس نے باطن بدل دیا ہے، وہ ظاہر کے بدل دینے پر بھی قادر ہے اور میاں! اصل چیز تو باطن ہی ہے، ظاہر میں کیا رکھا ہے۔ میں اس دلیل سے لاجواب ہو گیا۔

لیکن رفتہ رفتہ میرے دل کی کھٹک دور ہوتی گئی، قرآن کے اس ترجمان اور اسلام

Marfat.com

کے اس شارح اور پیامبر پر اسلام کا رنگ چڑھتا چلا جا رہا تھا، اور بہت جلد یہ نوبت پہنچ گئی کہ وہ شروع سے آخر تک صبغة الله میں رنگ گیا، اور اس رنگ سے بہتر اور چوکھا رنگ، نہ ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے، اور آج [۱۹۴۸ء] یہ عالم ہے کہ ابوالاعلیٰ کے نظریات اسلامی اور تصورات دینی سے سنجیدہ اور مدلل اختلاف رکھنے والے متعدد بزرگ ملیں گے، لیکن اس کی اسلامیت پر حرف گیری کرنے والا اس کا بدترین دشمن بھی نہیں، کیوں نہ ہو، خدا کی دین ہے وہ چاہے تو انسان کا ظاہر اور باطن سب کچھ بدل دے سکتا ہے! ۲۳

سید مودودی اور جعفری صاحب کے درمیان ایک نقطۂ اشتراک مولانا محمد علی جوہر سے دونوں حضرات کا تعلق خاطر تھا۔ جب جعفری صاحب نے اپنی قائم کردہ محمد علی اکیڈمی - لاہور کی جانب سے مولانا محمد علی اور اُن کے برادر بزرگ مولانا شوکت علی کے حوالے سے ایک مجموعہ ''علی برادران'' کے نام سے مرتب کیا ۲۴ تو اس کے لیے خاص طور پر جن اہل علم سے مقالات لکھوائے گئے، ان میں سید مودودی بھی شامل تھے۔ سید مودودی کا لکھا ہوا خودنوشت طرز کا مقالہ ''مولانا محمد علی: ایک پرانی داستان'' اس مجموعے کا ایک اہم مقالہ ہے۔

سید رئیس احمد جعفری دارالعلوم ندوۃ العلماء - لکھنؤ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ - دہلی کے تعلیم یافتہ تھے، دینی ذہن کے مالک تھے اور ان کے سرمایۂ تحریر میں دینی اور ملّی موضوعات کو ہمیشہ نمایاں مقام حاصل رہا، تاہم اُنہوں نے اپنے لیے جو طرزِ زندگی اختیار کیا تھا، وہ سید مودودی کے ''بدر یا غلط و باموجش درآویز'' کے کچھ کر گزرنے والے انداز سے مختلف تھا۔ سید مودودی جناب محمد ایوب خان کے آمرانہ اقتدار اور اُن کے تجدد پسندانہ اقدامات کے شدید ناقد تھے، جب کہ جعفری صاحب محمد ایوب خان کو عظیم مدبر خیال کرتے تھے، انہوں نے Ayub: Soldier and Statesman کے نام سے ایک ضخیم کتاب بھی مرتب کی تھی ۲۵، صدارتی انتخاب (۱۹۶۵ء) سے پہلے جماعت اسلامی پاکستان اور سید مودودی کے خلاف جو متعدد کتابیں بازار میں آئی تھیں، ان

Marfat.com

میں جعفری صاحب کی کتاب ''مسلم لیگ، قائداعظم، سید مودودی اور صدر ایوب: جائزہ، احتساب، محاکمہ'' بھی شامل تھی۔ کتاب پر ناشر کا کوئی پتہ درج نہ تھا، پرنٹ لائن کے طور پر صرف ''اشرف پریس-لاہور'' چھپا تھا۔

جعفری صاحب کے جاننے والوں کی رائے ہے کہ آخر عمر میں اُن پر مالی بوجھ بہت بڑھ گیا تھا، اسی لیے ان کی تصنیف وتسوید اور تالیف وترجمہ کی رفتار بھی بہت بڑھ گئی تھی، اور ''اُن میں کسی حد تک کاروباری حس بھی پیدا ہوگئی تھی''[۲۶]، محمد ایوب خان کی خدمات کی تجلیل ودفاع اور جماعت اسلامی کی مخالفت میں لکھی گئی متذکرۃ الصدر کتاب بھی اپنے لوازمے کے اعتبار سے کاروباری حس کے تحت ہی لکھی گئی محسوس ہوتی ہیں۔

* ملا واحدی

جناب محمد ارتضیٰ[۲۷] (۱۷ مئی ۱۸۸۸ء- کراچی: ۲۲ اگست ۱۹۷۶ء) جو ملا واحدی کے نام سے علمی وادبی دنیا میں زیادہ معروف ہیں، خواجہ حسن نظامی کے ارادت منداور بلند پایہ صحافی وانشاء پرداز تھے۔ ان کی متعدد قلمی یادگاروں میں ''میرے زمانے کی دلّی''، ''سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی''، ''سیرت رسول'' (تین جلدیں)، ''تشریح القرآن'' (نامکمل ترجمۂ قرآن، جو ماہنامہ ''ہلال'' راولپنڈی میں باقاعدگی سے شائع ہوا، تقریباً ساڑھے سترہ پارے لکھے جا سکے) اور ''تاثرات'' شامل ہیں۔ ملا واحدی نے اپنی مختلف تحریروں میں سید مودودی کے بارے میں لکھا ہے، چوں کہ سید صاحب اور اُن کے درمیان کبھی قریبی تعلقات نہیں رہے، اس لیے اُنہیں سید صاحب کے بارے میں بعض باتیں صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکیں، اور سید مودودی نے دریافت کرنے پر ان کی وضاحت کی[۲۸]۔

خواجہ فضل احمد خان شیدا کے نام ۱۳ دسمبر ۱۹۶۲ء کے ایک خط میں ملا واحدی لکھتے ہیں:

''واقعہ یہ ہے کہ اس وقت ہماری طبیعت کے مطابق جماعت، جماعت اسلامی ہی ہے۔ مولانا

Marfat.com

مودودی سے زیادہ صاف دماغ کا لیڈر مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا''۲۹۔

جناب شیدا ہی کو مسیحی منادوں کی کارکردگی اور اخلاص کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''عیسائی مشنریوں کے اخلاص کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہماری اپنی جو جماعتیں ہیں، ان میں میرے نزدیک جماعت اسلامی غنیمت ہے۔ دوسری کوئی جماعت اتنی بھی مخلص نہیں، جتنی جماعت اسلامی ہے''۳۰۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کی مہم پورے زور وشور سے جاری تھی کہ سید مودودی کے بارے میں اُن کی حسب ذیل تحریر شائع ہوئی۔

مولانا ماہر القادری، مولانا ابوالکلامؒ کو کھیم کرن کا باشندہ ٹھہراتے ہیں تو میرا دل دکھتا ہے۔ ایسی عظیم شخصیت سے دلی کا رشتہ توڑنا میں گوارا نہیں کر سکتا۔ مولانا ابوالکلامؒ نے مکہ معظمہ میں جنم لیا اور عمر کے پہلے دس برس وہیں بسر کیے، پھر کلکتے میں پلے بڑھے، مگر اُن کے والد دلّی سے مکہ معظمہ گئے تھے۔ مولانا ابوالکلام کے شروع کے مضامین پر ان کے نام کے ساتھ دہلوی لازماً ہوتا تھا محی الدین المکنّیٰ با بی الکلام الدھلوی کان اللہ بہ، لیکن خیر مولانا ابوالاعلیٰ کی دہلویت سے مولانا ماہر القادری بھی انکار نہیں فرمائیں گے، حالانکہ دلی میں مودودی صاحب کے قیام اور ابوالکلامؒ کے قیام کے ماہ وسال گنے جائیں تو برابر نکلیں گے، البتہ مودودی صاحب نے دلّی میں عمر کا ابتدائی زمانہ گزارا ہے اور ابوالکلام صاحب نے آخری زمانہ گزارا تھا۔ اسی وجہ سے مودودی صاحب کی زبان ابوالکلام صاحب سے زیادہ دہلویانہ ہے۔ ابوالکلام صاحب عرشِ الٰہی کا پایہ پکڑ کر لکھنے اور بولنے کے باوجود کہیں کہیں غیر دہلوی محاورے ٹپکا گئے ہیں ـــ مودودی صاحب کے ہاں محاورے کی غلطیاں شاید نہ ملیں۔

بہرحال میں دلّی مرحوم کو مولانا ابوالکلامؒ اور مولانا مودودی کی دہلویت کے شرف وفخر

Marfat.com

سے محروم کرنا نہیں چاہتا۔ مولانا ماہر القادری اجداد کی سکونتوں سے حساب لگانے لگیں تو شاہجہاں کے وقت سے مستند شاہجہان آبادی صرف تین خاندان رہ جائیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بھی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں دلّی تشریف لائے تھے۔

مولانا مودودی کو میں ۱۹۱۹ء سے جانتا ہوں۔ میں نے اُنہیں ۱۹۱۹ء میں دیکھا تھا، یا پھر جب ۱۹۵۸ء میں لاہور ٹھہرتا دلّی گیا، تب ملاقات کی۔ ربط ضبط نہ ۱۹۱۹ء میں ممکن تھا، نہ ۱۹۵۸ء میں، مگر اتفاق کی بات ہے، اُن سے باخبر مسلسل رہا۔ ان کے بڑے بھائی ابو محمد صاحب میرے ہم مدرسہ اور دوست تھے، اور خالہ زاد بھائی منصف نثار احمد صاحب اور پرنسپل مشتاق احمد زاہدی بھی کرم فرما تھے۔ میں مودودی صاحب کے دلّی کے مشاغل سے براہِ راست واقف تھا۔ بھوپال اور حیدرآباد دکن کے حالات ان حضرات کے ذریعے مجھے پہنچتے رہے۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۷۰ء تک کی حیاتِ مودودی میرے علم میں ہے۔ کبھی کوئی بات مودودی صاحب کی بابت بری نہیں سنی۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ علمی اور دینی کارنامے جس شان کے مولانا مودودی نے انجام دیے، اظہر من الشّمس ہیں۔

مودودی صاحب پاکستان کے تو مقبول ترین لیڈر ہیں ہی، دنیائے اسلام کی بھی اب اُن کی طرف نظریں ہیں۔ مسلمانانِ عالم کا مستقبل اُن کے ہاتھوں میں دکھائی دیتا ہے۔

چونکہ مودودی صاحب کو ایک ہی دُھن رہی ہے، اور وہ اس دُھن کے بانی ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو، توقع کی جاتی ہے کہ اکتوبر ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد اسلامی نظام ان شاء اللہ ضرور قائم کر دیں گے۔ اُن میں اسلامی نظام مدوّن کرنے کی بھی قابلیت ہے۔ یورپ و امریکہ سے اسلامی نظام مدوّن کرانے کسی کو

Marfat.com

نہیں بلانا پڑے گا۔

اسلامی نظام قائم کر دیا گیا اور اُسے کامیاب کر کے دکھایا گیا تو اسلام پاکستان ہی میں نہیں پنپے گا، تمام مسلمان ملکوں میں پنپ جائے گا اور تمام دنیا سے اپنی صداقت منوالے گا۔

میری تمنا ہے کہ میں اس توقع کے پودے کو اتنا جڑ پکڑتے دیکھ لوں کہ توقع کرتے کرتے مرجانے والوں سے کہہ سکوں کہ دلّی کے مولانا مودودی نے اپنے وعدے کی شرم رکھ لی۔ یستبدل قوماً غیر کم کی نوبت غالباً فی الحال نہیں آئے گی ۳۱۔

❁

''تفہیم القرآن'' کے بارے میں ہفت روزہ ''آئین'' (لاہور) کے سوالنامے کے جواب میں ملا واحدی نے لکھا۔

۱- مولانا مودودی صاحب کی ''تفہیم القرآن'' نے تہذیب جدید کے پیدا کردہ شکوک وشبہات دور کرنے میں حصہ ہی نہیں لیا، کامیابی بھی حاصل کی ہے۔

۲-نوجوان نسل کو ''تفہیم القرآن'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

۳- ''تفہیم القرآن'' پڑھ کر، اور مولانا مودودی صاحب کی ہر تحریر پڑھ کر میں نے ہمیشہ یہ مانا ہے کہ مولانا سمجھنے اور سمجھانے دونوں وصفوں سے بہرہ ور ہیں۔ سمجھنے کا وصف تو کسی نہ کسی قدر اکثر لوگوں میں ہوتا ہے، مگر سمجھانے کے وصف سے بہت کم لوگ نوازے جاتے ہیں۔

۴- ''تفہیم القرآن'' جدت دکھاتی ہے، تاہم حدود اور اعتدال کے دامن پکڑے رہتی ہے ۳۲۔

Marfat.com

● سید عقیل احمد جعفری

برصغیر پاکستان و ہند میں اسلامی دینی فکر اور بالخصوص سید مودودی کی اسلامی تحریک پر لکھتے ہوئے اہل قلم نے مولانا ابوالکلام آزاد اور سید مودودی کے اسلوب نگارش سے لے کر اُن کے فکری وتحریکی ارتباط تک، مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی ہے ۳۳، تاہم سید عقیل احمد جعفری کو ان سب میں غالباً تقدمِ زمانی حاصل ہے۔

سید عقیل احمد جعفری نے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کی مجلدات سے ایک مجموعۂ مضامین، ۱۹۴۴ء میں بعنوان ''مکالماتِ آزاد'' مرتب کیا تھا۔ تحریک آزادی اور عامۃ المسلمین کی جانب سے اپنے دینی تشخص پر اصرار کے پس منظر میں جناب مرتب نے اپنے ''مقدمہ'' میں واضح کیا ہے:

> اسلام کی وہ بلند تعلیم اور وہ شاندار عمل جو دراصل عام انسانیت کی فلاح کا ایک دوسرا نام ہے، اور جو زندگی کے ہر گوشہ میں اپنا کامیاب ''نمونہ'' ایک مرتبہ تمام دنیا کے سامنے پیش کر چکا ہے، اس کا احیاء ایک مرتبہ پھر ہندوستان میں ہونے والا ہے۔ آج جب کہ ترکی، عراق اور عرب تک میں ترقی کی جدید صورتیں پیش نظر و عمل ہیں، ہندوستان کے مسلمان اس ترقی کو آگے بڑھ کر نہیں، پیچھے گھوم کر ڈھونڈ رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۱۴ء میں ہماری اسی پیچھے گھوم کر دیکھنے والی جماعت کے ''امام'' تھے۔ انہوں نے اب خواہ اپنا نقطۂ نظر بدل دیا ہو اور اسلام کے احیاء کا کوئی دوسرا طریقہ تجویز کر لیا ہو، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ لیلائے اسلام کی اس تصویر کا پہلا مجنوں یہی ہمارا ''آزاد'' تھا ۳۴۔

مولانا آزاد کا ایک مقالہ ''الداء والدواء، یعنی جماعت حزب اللہ کے اغراض ومقاصد'' نقل کرنے کے بعد سید عقیل احمد جعفری نے اپنے تبصرے میں لکھا ہے:

> ہم یہ تو نہیں کہیں گے کہ مولانا [آزاد] کی یہ صدا ''صدا بصحرا'' ثابت ہوئی، کیوں کہ

Marfat.com

اس تحریک ''حزب اللہ'' کو اب ایک دوسرے ''ترجمان القرآن'' ادیب وخطیب جلیل مولانا ابوالعلا [ابوالاعلیٰ] مودودی اسلامی نوآبادی کی صورت میں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کررہے ہیں---۳۵۔

٭عبدالماجد دریابادی

مولانا عبدالماجد دریابادی۳۶ (م ۱۹۷۷ء)، سید مودودی کے اُن معاصر بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے سید کے تشکیلی دور میں اُن کی صلاحیتوں اور علم و دانش کا بھرپور اعتراف کرتے ہوئے اُنہیں ''متکلم اسلام'' قرار دیا تھا، مگر جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد اختلافِ نظر کے ایک نہیں، کئی پہلو نکال لیے تھے، اور اُن کا جریدہ ''صدقِ جدید'' سید مودودی کے ناقدین کا منادبن گیا تھا۔ ''تفہیم القرآن'' کے حوالے سے اُن کی رائے زیرِنظر مجموعے کے ایک دوسرے مضمون میں بیان کی جاچکی ہے۔ ذیل میں اُن کی چند دوسری تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔

ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' (حیدرآباد- دکن) کی پہلی جلد کے چھ شمارے اس کے بانی مولوی ابومحمد مصلح کی ادارت میں شائع ہوئے تھے۔ محرم ۱۳۵۲ھ/ اپریل-مئی ۱۹۳۳ء سے اِس کی ادارت سید مودودی نے اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اس امر کی اطلاع ملنے پر کہ سید مودودی ''ترجمان کی تحریر اور نگرانی اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں''، مولانا دریابادی نے اپنے قارئین کو اطلاع دی تھی:

> مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی الجمعیۃ کے ایڈیٹر عرصہ تک رہ چکے ہیں اور پرچہ ان کے زمانہ میں ہر حیثیت سے قابل داد رہا۔ اس کے علاوہ وہ ایک فاضلانہ تصنیف ''الجہاد فی الاسلام'' کے بھی مصنف ہیں۔ امید بلکہ یقین ہے کہ ان کے قلم کے سایہ میں رسالہ مذکور ہر اعتبار سے معزز و بلند پایہ ہوجائے گا۳۷۔

Marfat.com

تحریک پاکستان کے دوران میں یو۔پی کی صوبہ مسلم لیگ کے ذمہ داروں نے سوچا کہ اسلام کی بنیاد پر مسلمانانِ ہند کے لیے جس جداگانہ وطن کا مطالبہ کیا جارہا ہے، اس کے سیاسی نظام کے حوالے سے غور وفکر کیا جائے، چنانچہ ان کی دعوت پر چند اہل دانش یک جا ہوئے، اور ابتدائی کام ہوگیا۔ اس کی بازگشت معاصر رسائل و جرائد میں بھی سنی گئی ۳۸، مگر پھر طویل خاموشی چھا گئی۔ قیام پاکستان کے تقریباً دس برس بعد اس کوشش کا نقش اولیں دارالمصنفین - اعظم گڑھ نے ''اسلام کا سیاسی نظام'' کے عنوان سے پیش کیا تو مولانا دریابادی نے اس کوشش میں شرکت کرنے والے ایک فرد کی حیثیت سے یہ ''پیش لفظ'' لکھا ۳۹۔

یہ کتاب جو آپ کے پیش نظر ہے، اپنی تسوید و تالیف کی ایک مختصر سی، گو ذرا افسوس ناک تاریخ بھی رکھتی ہے۔ سنہ غالباً ۱۹۴۰ء تھا ۴۰، یا شاید اس سے بھی کچھ قبل جب مسلم لیگ کا طوطی ہندستان میں بول رہا تھا کہ اربابِ لیگ کو خیال یہ پیدا ہوا، کہ جس اسلامی حکومت (پاکستان) کے قیام کا مطالبہ شد و مد سے کیا جارہا ہے، خود اس کا نظام نامہ یا قانون اساسی بھی تو خالص اسلامی بنانا چاہیے، اور اسی غرض سے یو۔پی کی صوبہ مسلم لیگ نے ایک چھوٹی سی مجلس ایسے ارکان کی مقرر کردی جو اس کے خیال میں شریعت کے ماہرین تھے کہ یہ مجلس ایسا نظام نامہ مرتب کر کے لیگ کے سامنے پیش کرے۔ اس مجلس نظام اسلامی کے چار ممبران کے نام تو اچھی طرح یاد ہیں۔

(۱) مولانا سید سلیمان ندوی

(۲) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

(۳) مولانا آزاد سبحانی

(۴) عبدالماجد دریابادی

Marfat.com

باقی دو ممبر غالباً اور تھے، ان کے نام اب ذہن میں نہیں ۱۴، مسلم لیگ کی فراخ مشربی اسی سے واضح ہے کہ اس مجلس کے بیشتر ممبر لیگ کے ممبر نہ تھے۔

مجلس کے مصارف کے کفیل نواب صاحب چھتاری ۴۲ قرار پائے، اور انہوں نے ایک رقم اسی وقت مجلس کو عطا بھی کر دی جو غالباً پانچ سو کی تھی۔ مجلس کا تمہیدی اجلاس دارالعلوم ندوہ (لکھنؤ) کے ہال میں ہوا، جس میں لیگ کے اکابر بطور وزیٹر شریک تھے، مجلس کے داعی (کنوینر) علامہ ندوی قرار پائے، موصوف کو مناسب یہ معلوم ہوا کہ کتاب کا ابتدائی مسودہ مولانا حکیم محمد اسحاق ندوی سندیلوی تیار کریں جس کی ایک ایک نقل ہر ممبر کے پاس جائے، یہ ارکان ان پر نقد و تبصرہ کریں، اور پھر ایک بار جمع ہو کر بحث و گفتگو کے بعد مسودہ کی آخری شکل طے کر دیں۔

مولانا اسحاق نے اپنا کام بڑی مستعدی، تندہی سے کر کے کوئی چھوٹا سا رسالہ نہیں، ایک پوری ضخیم کتاب چند مہینوں ہی کے اندر تیار کر دی، اس کی چند نقلیں سید صاحب ہی کی نگرانی میں کرا کے ایک ایک نسخہ ہر ممبر کی خدمت میں بھیج دیا گیا، اور اس احقر نے جلدی جلدی اسے پڑھ کر، اس پر ایک یادداشت لکھ کر سید صاحب کی خدمت میں اسی وقت روانہ کر دی، اور امید ہے کہ دوسرے ممبران نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا، لیکن سید صاحب پر ہجوم کار اتنا تھا کہ ممبران کے یکجا کرنے اور بحث و گفتگو ہونے کی منزل کبھی نہ آ سکی۔

جب کئی سال اس تعطل پر گزر گئے، اور غالباً ۴۶ء آ گیا، تو ایک صاحب عزیز ہندی نامی ۴۳ (جو اس وقت ایک معروف ملّی کارکن تھے) نے ممالک متوسط (حال مدھیہ پردیش) کے کسی مقام سے مجھے خط پر خط لکھے کہ ایسا قیمتی مسودہ آپ لوگوں کے پاس بے کار پڑا ہوا ہے، خدا کے لیے میرے حوالہ کیجیے، میں ابھی اس کو چھپوا دوں گا۔--- بات لگتی ہوئی تھی، اپنی مجلس کی طرف سے مایوس ہو کر غور و تامل کے

Marfat.com

بعد سید صاحب کو اطلاع دے کر میں نے اپنا نسخہ عزیز ہندی صاحب کو رجسٹری کر دیا، وہ دن ہے اور آج، کہ پھر نہ عزیز ہندی صاحب کا پتہ چلا، اور نہ اُس نسخہ کا! خدا بھلا کرے مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کا کہ برسوں کے بعد اُنہوں نے سید صاحبؒ والے نسخہ کو کاغذات کے انبار سے ڈھونڈ نکالا اور اس پر مصنف سلمہٗ سے نظر ثانی بھی کرالی، اور اب جب کہ خود مسلم لیگ ہی کا وجود ہندوستان میں

ہر چند کہیں ہے، کہ نہیں ہے

کا مصداق ہے، اسے لیگ کے سپرد کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں باقی رہ گیا، اور اب سوا اس کے کہ اسے پریس کو دے دیا جائے اور کوئی حل خیال میں نہیں آتا۔ ہندوستان کے نہ سہی، دنیا کے جس گوشہ کے بھی مسلمان اس سے جتنا فائدہ اٹھانا چاہیں، اٹھا سکتے ہیں۔

---غنیمت ہے کہ اس نسخہ کا ابتدائی حصہ سید صاحبؒ کی اصلاحات سے جا بجا آراستہ ہے، یہ اصلاحیں تعداد میں بہت کم ہیں، لیکن ماہرانہ و استادانہ ہیں، اس بے علم نے ابتدائی ایک ربع تو لفظ بہ لفظ پڑھ لیا ہے، اور باقی پر جستہ جستہ کہیں کہیں سے نظر ڈال لی ہے، گو اس کا دیکھ لینا، اور نہ دیکھنا دونوں برابر ہیں — ظاہر ہے کہ کتاب اس مرتبۂ استناد سے تو محروم ہی رہ گئی جو مجلس ماہرین سے منقح ہو جانے کے بعد اسے حاصل ہوتا، پھر بھی جس صورت میں وہ ہے، کہا جا سکتا ہے کہ تحقیق، تفصیل و جامعیت کے لحاظ سے اس وقت اپنی نظیر آپ ہی ہے، اور ادارۂ دارالمصنفین اسے پیش کر کے پہلے دین اور پھر علم دونوں کی ایک ٹھوس خدمت ہی کسی درجہ میں کر رہا ہے۔ ربّنا تقبّل مِنّا اِنَّك انت السَّمِیعُ العَلیم

(جنوری ۱۹۵۶ء)

Marfat.com

۶۰-۱۹۵۹ء میں سید مودودی نے عرب دُنیا کے اُن مقامات کا مشاہدہ کرنے کے لیے سفر کیا تھا جن کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے، تاکہ تفسیر قرآن میں ان مشاہدات کی روشنی میں اظہارِ خیال کیا جائے۔ اِس سفر کے حوالے سے ۲۵ جون ۱۹۶۵ء کے ''صدقِ جدید'' (لکھنؤ) میں مولانا دریابادی نے ''ایک ممتاز ندوی مقیم مصر'' ۴۴ کے طویل مکتوب کی تلخیص پیش کرتے ہوئے اپنے تاثرات لکھے تھے۔ مکتوب نگار نے مصر کے صدر جمال عبدالناصر کے نظریہ وعمل کا دفاع کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) اور سید مودودی کے ساتھ اخوان المسلمون، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے بارے میں لکھا تھا کہ پس پشت امریکہ ان کا معاون ہے۔ مکتوب نگار کے الفاظ میں:

> مثال کے طور پر اخوان المسلمین ہی کو لیجیے۔ مجھے خود مصر کے اخوانیوں نے بتایا کہ واقعی اِس جماعت کی تشکیل کے وقت اس کے پہلے ہی اجلاس میں حکومت امریکا کا ایک نمائندہ شریک رہا۔ اسی طرح جماعت اسلامی کو لیجیے، آج سے پانچ چھ سال پہلے بیروت کے سیاسی حلقوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ [سید مودودی] امریکا کے خرچ اور اشارے پر [مشرقِ وسطیٰ کا] یہ دورہ کر رہے ہیں۔ پھر اس کی توثیق اس وقت ہوئی جب مولانا مودودی قاہرہ آئے، اور ہم لوگوں کے سامنے اعتراف کیا کہ واقعی سعودی حکومت نے مصر کے دورہ کے لیے اُنہیں دو یا تین ہزار روپیہ بہ طور ہدیہ دیے ہیں کہ مولانا کوہ طور کی تجلیاں دیکھیں اور اپنے تاثرات کو اپنی تفسیر میں قلمبند کریں۔ اسی طرح تبلیغی جماعت کے بارے میں مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم کے چند قریبی نیاز مندوں نے قاہرہ میں بتایا کہ مرحوم کہا کرتے تھے کہ امریکا پس پردہ اِس تحریک کی بھی مالی مدد کر رہا ہے ۴۵۔

سید مودودی نے اِس کا نوٹس لیتے ہوئے مولانا دریابادی کو حسب ذیل خط تحریر کیا جو ''مولانا

Marfat.com

مودودی صاحب کی طرف سے تردید'' کے عنوان سے ''صدقِ جدید'' میں نقل ہوا۴۶۔

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۲۵ جون کے ''صدق جدید'' میں صفحہ ۵ پر ''ایک ممتاز ندوی مقیم مصر'' کا ایک مکتوب جو آپ نے نقل فرمایا ہے، اس میں چونکہ ایک بالکل خلافِ واقعہ بات میری طرف منسوب کی گئی ہے، اس لیے میں آپ کو اصل واقعہ سے مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ انہوں نے لکھا کہ:

> جب مولانا مودودی قاہرہ آئے اور ہم لوگوں کے سامنے اعتراف کیا کہ واقعی سعودی حکومت نے انہیں مصر کے دورے کے لیے دو یا تین ہزار روپیہ بہ طور ہدیہ دیے ہیں کہ مولانا کوہ طور کی تجلیاں دیکھیں اور اپنے تاثرات کو اپنی تفسیر میں قلمبند کریں۔

صاحب موصوف کا یہ بیان قطعی غلط ہے۔ جو بات میں نے بیان کی تھی، وہ یہ تھی کہ اس دورے کے سلسلے میں جب میں ریاض پہنچا تو شاہ سعود کی طرف سے پیغام ملا کہ جب تک تم سعودی عرب میں ہو، ہمارے مہمان ہو۔ اس مملکت میں اپنی علمی تحقیقات کے لیے تم جتنی مدت رہو اور جہاں جہاں سفر کرو، اس کے مصارف ہمارے ذمہ رہیں گے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے انہوں نے تین ہزار ریال عنایت فرمائے اور اس کی وجہ سے مجھے طائف سے لے کر تبوک مدین تک ایک وسیع علاقے میں پھرنے کی سہولت حاصل ہوگئی۔

یہ اصل واقعہ ہے، اب اس سے جو جو نتائج کسی کا دل چاہے، نکالتا رہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

۵ جولائی ۶۵ء [۵-] اے ذیلدار پارک-لاہور

Marfat.com

سید مودودی کی معرکہ آرا تالیفات میں سرفہرست ''الجہاد فی الاسلام''، ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' اور ''خلافت وملوکیت'' ہیں۔ آخرالذکر کے مختلف پہلوؤں کی تردید وتائید میں کم وبیش دو درجن کتابیں سامنے آئیں، ایک کتاب ''خلافت معاویہؓ ویزید'' کے مصنف محمود احمد عباسی (م ۱۹۷۴ء) نے ''حقیقت خلافت وملوکیت'' کے نام سے شائع ہوئی۔ مولانا دریابادی جناب عباسی کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے، اُنہوں نے دونوں کتابوں پر یکے بعد دیگرے قلم اٹھایا۔ پہلے ''خلافت وملوکیت'' اور پھر ''حقیقت خلافت وملوکیت'' پر مولانا دریابادی کی رائے دیکھیے:

خلافت وملوکیت

مولانا مودودی کا ایک سلسلۂ مقالات جو نظر ثانی اور اضافہ کے بعد کتابی شکل میں شائع ہوا ہے، اور اس سوال کے جواب میں ہے کہ اسلام کی وضع کردہ خلافت اس عام بادشاہت یا ملوکیت میں کیوں کر تبدیل ہوگئی؟ کتاب مناظرانہ نہیں تاریخی ہے، اور علل واسباب کے بیان میں تاریخ ابن خلدون کی طرح اس کے ڈانڈے فلسفۂ تاریخ سے بھی مل مل گئے ہیں۔ نقطۂ نظر اعتقادی یا کلامی نہیں، تمام تر تحقیقی ہے جسے مصنف شاید سائنٹفک کہلانا زیادہ پسند کریں۔ اس سائنٹفک بنانے کی دھن میں انہیں غلطیوں اور غلط کاریوں کی متعین طور پر نشان دہی بھی ضروری تھی، اور ظاہر ہے کہ یہ غلطیاں انسانوں ہی سے ہوئی تھیں، اس لیے قدرۃً ان غلط کار ذمہ دار انسانوں کی فہرست میں بعض صحابہ بھی آ گئے، اور یہیں سے ہے کہ مسلمانوں کے ایک خاصے بڑے گروہ کو مصنف سے سخت شکایت پیدا ہوگئی۔

شکایت بے اصل تو نہیں، البتہ مبالغہ آمیز ہے۔ مصنف نے حملہ کسی محترم شخصیت پر ایک جگہ بھی نہیں کیا ہے اور تاریخی ماخذوں سے بھی حتی الامکان خوب جانچ پڑتال

Marfat.com

سے کام لیا ہے، لیکن پیرایۂ ادا ہر جگہ وہ نہیں، جو احترام کے لیے ضروری تھا — باپ اگر غلطی یا حماقت کرتا ہے تو بیٹے کے قلم سے پھٹ سے ہر لفظ اس کے لیے نہیں نکلتا، بلکہ زبان میں اس کے لیے نرم تر اور شائستہ تر طریقے ہیں۔ پھر دنیا کی تاریخ میں ایک بڑی اہم اور فیصلہ کن حقیقت، بشری دسترس سے باہر ترتیب واقعات وحوادث تکوینی بھی رہی ہے۔ مستشرقین اس لفظ اور اس کے مفہوم سے نا آشنا ہوں تو ہوں، لیکن ہر پڑھے لکھے ہوئے مسلمان پر یہ حقیقت آئینہ کی طرح روشن ہونا چاہیے تھی۔ بہرحال کتاب معلوماتی و تحقیقی اعتبار سے قابل داد ہے، اور تاریخ امت کے ابتدائی دور سے متعلق ذخیرۂ ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے — علمی و تحقیقی اعتبار سے ایک بڑی فروگزاشت اور بھی ملتی ہے، جہاں دوسرے فرقوں کے شیعہ، خوارج، مرجئہ و معتزلہ کے عقائد کا ذکر کیا ہے، وہاں حوالے تقریباً سب کے سب اپنے ہی اکابر کی کتابوں کے دیے ہیں۔ یہ ان پر حجت کس طرح ہو سکتے ہیں! یہ تو ایسی ہی بات ہوئی کہ مقالہ تیار کیا جائے، ہندو اور مسیحی عقائد پر اور اس میں حوالے دیے جائیں، تمام تر مسلمان متکلمین اور مناظرین کے ۴۷۔

حقیقت خلافت وملوکیت

[محمود احمد] عباسی صاحب کا نام اب اتنا معروف ہو چکا ہے کہ ان کے کسی مزید تعارف کی ضرورت باقی نہیں۔ تاریخ اسلام ان کے قلم کا موضوع ہے، اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھ عہد صحابہؓ، اور ان کا مطالعہ اس باب میں کہنا چاہیے کہ لامتناہی ہے۔ مطالعہ گہرا ہو یا نہ ہو، اور نتائج تحقیق ہمیشہ صحیح ہوں یا نہ ہوں، یہاں اس سے بحث نہیں، لیکن ان کے مطالعہ کے وسیع ہونے میں تو کلام ہے نہیں۔ روش ان کی اگلوں اور پچھلوں دونوں سے بالکل الگ اور بالکل منفرد ہے، اور نتائج فکر ان کے دل کو تسکین دینے والے اور دماغ کو مطمئن کرنے والے ہوں یا نہ ہوں،

بہرحال پڑھنے والے کو حیرت میں ڈال دینے والے اور اسے چونکا دینے والے ضرور ہوتے ہیں۔ ''خلافت معاویہ و یزید'' (یزید علیہ الرحمۃ کے نشان کے ساتھ) اور ''تحقیق مزید'' کے سلسلے میں یہ ان کے قلم کا نقش ثالث ہے اور اپنے چونکا دینے والے وصف میں بھی نشۂ سہ آتشہ کے کے حکم میں داخل! — کتاب خود کوئی مستقل تصنیف نہیں، مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں دانستہ یا نادانستہ جو جملے بعض صحابہؓ (خصوصاً حضرت عثمانؓ) کی دیانت وثقاہت پر آ گئے ہیں، ان کا یہ مفصل جواب ہے — مفصل ہونا تو ظاہر ہی ہے، خدا کرے اسی طرح مکمل و مدلل بھی نظر آ جاتا۔

کتاب اصلاً ہے تاریخ کی، لیکن اس میں جو شخصیتیں مرکز بحث ہیں وہ امت میں شروع سے بڑے معرکہ کی چلی آ رہی ہیں، اس لیے قدرۃً اس ضمن میں تاریخ کو پیش کیا ہے، لیکن اس میں شیرینی کے بجائے افراط تلخی وترشی کی ہے۔

قلم ہر مخالف کے حق میں ایک صمصام بے نیام، اور مصنف اس کاغذی اکھاڑے میں اہل قلم سے کہیں بڑھ کر اہل سیف نظر آتے ہیں! سبائی، کذاب، وضّاع، مفسد، فتنہ پرور تو تکیۂ کلام کے حکم میں داخل ہیں — کتاب اور جیسی بھی ہو، بہرحال ان لوگوں کے لیے ضرور واجب المطالعہ ہے جو مولانا مودودی کی اصل کتاب پڑھ چکے ہیں، اور ان سب لوگوں کے لیے بھی جو اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے پر قادر ہیں۔

ایک عامی سنی کو البتہ ختم کتاب پر اس کی حسرت ہوتی ہے کہ اس کے کتنے ''اپنے'' اس سے چھن کر ''پرائے'' ہو گئے۔ مصنف کی فیاضی اس عمل اخراج میں اسراف کی طرف مائل ہو گئی۔ امام التفسیر ابن جریر طبری نکل گئے۔ محمد بن سائب الکلبی ہاتھ سے گئے۔ ہشام بن محمد کوفی بچھڑ گئے — کیا کہیے آج دنیا میں کہیں ''اموی'' حکومت شاید قائم نہیں۔ ورنہ ۱۲ سو سال کے بعد ایک ''عباسی'' کے قلم سے اپنی اتنی

Marfat.com

صفائی اور اتنا دفاع پڑھ کر عجب نہیں جو مصنف کا منہ موتیوں سے بھر دیا ہوتا۔ مباحث کے حق و ناحق ہونے پر رائے زنی یہ تعارف نگار کیا کرے، جبکہ وہ اس فن کا منتہی کیا، مبتدی بھی مشکل ہی سے کہا جا سکتا ہے ۴۸۔

٭ سید اخلاق حسین قاسمی

مولانا سید اخلاق حسین قاسمی دہلوی نے مدرسہ عالیہ فتح پوری - دہلی اور دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، اور مولانا حسین احمد مدنی کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہیں۔ تبلیغ و تدریس سے وابستگی کے ساتھ جمعیت علمائے ہند کے مرکزی ناظم (۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۲ء) اور صوبہ دہلی کے صدر رہے ہیں۔ اُن کی متعدد کتابوں میں سے ایک ''دلّی کی برادریاں'' ہے۔ یہ کتاب خودنوشت سوانح حیات تو نہیں، مگر اس میں مولانا قاسمی نے اپنی یادداشتیں اور تاثرات بھی شامل کر دیے ہیں۔ سید مودودی کا خاندان دہلوی ہے، گو دہلی میں نہ وہ پیدا ہوئے اور نہ فوت ہی، تاہم اُن کی زندگی کے تشکیلی دور کا ایک حصہ دہلی میں ضرور گزرا ہے۔ اسی حوالے سے مولانا قاسمی نے ضمناً ان کا ذکر خیر کیا ہے۔

مولانا قاسمی نے ''تفہیم القرآن'' پر ایک تنقیدی کتابچہ ''مودودی صاحب کی تفسیر پر محققانہ نظر''۴۹ کے نام سے لکھا ہے، تاہم ''دلّی کی برادریاں'' میں عربوں کے نسب پر اُنہوں نے ''صاحب تفہیم لکھتے ہیں'' کا ذیلی عنوان دے کر سید مودودی کی رائے درج کی ہے۵۰۔ مزید براں برادری اور شادی بیاہ کے ضمن میں مسئلۂ کفاءت کے ذکر میں مولانا قاسمی نے لکھا ہے:

> [برصغیر کے] علمائے کرام میں صرف دو سید عالم، صاحب قلم ایسے گزرے ہیں جنہوں نے کفو کی حنفی درجہ بندی کے خلاف فیصلہ کیا، ایک مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسرے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۵۱۔

''دلّی کی نہاری روٹی'' کے زیرعنوان مولانا قاسمی نے سید مودودی کا نسبتاً تفصیل سے ذکر کیا

ہے۔ لکھتے ہیں:

دلی والوں کو نہاری روٹی کھانے کا اصلی مزا جب آتا تھا، جب ان کے سامنے ایک بڑی غوری میں نہاری ہوتی تھی جس کے اندر نلی، بھیجا، ہری مرچیں، ادرک اور اوپر سے کھٹے کا رس۔ اور پھر اس کے اوپر دیسی گھی کا بگھار، گرم گرم تنوری روٹیاں، آنکھوں اور ناک سے پانی جاری، منہ سے سوں سوں کی آوازیں اور پھر آخر میں منہ میٹھا کرنے کے لیے دیسی گھی کا حلوہ، دلّی والے نہاری کی تیز مرچوں کا فلسفہ یہ بیان کرتے تھے کہ اس سے نزلہ زکام اور بخار کھانسی بھاگ جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ تیز مرچوں سے غریب معدے پر کیا گزرتی ہے۔ ہاں! دلّی کا کاریگر طبقہ، مزدور و محنت کش اپنی محنت اور ورزش کے ذریعے اسے ہضم کر لیتا تھا۔ داغ کا شعر ہے:

پوچھیے مے کشوں سے لطف شراب
یہ مزا پاک باز کیا جانیں

مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بھی دلّی والے تھے، مرحوم دلّی سے جانے والوں سے نہاری کی فرمائش کرتے تھے اور نہاری روٹی کھاتے وقت وہ ٹھیٹ دلّی والے معلوم ہوتے تھے۔ مرحوم اس وقت بھول جاتے کہ وہ ایک نہایت نستعلیق قسم کے شائستہ مزاج آدمی ہیں، اور ایک جماعت کے امیر ہیں، اور اُن کا اب قیام کوچہ پنڈت دلّی نہیں ہے، اور نہ چوڑی والان کے شمسی کالج میں ہے، بلکہ پاکستان کے شہر لاہور میں ہے۔

شمسی کالج والوں سے مرحوم کی رشتہ داری تھی اور مرحوم دلّی میں آتے اور وہیں قیام کرتے۔ میں نے ایک دفعہ دیوبند کے چند طلباء کے ساتھ شمسی کالج میں ہی مولانا سے ملاقات کی تھی، اور کچھ سوالات کیے تھے۔

Marfat.com

مرحوم کے صاحبزادے فاروق حیدر صاحب ۵۲ کہتے تھے کہ ابا جی دلّی کی نہاری کو بہت یاد کرتے تھے اور جب یہ نہاری پہنچ جاتی تھی تو گھر کا اچھے سے اچھا کھانا چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ وہ گھٹنوں کے درد کے مریض تھے۔

میرے ایک بھائی مولانا کے پڑوسی تھے۔ اچھرہ کی مسجد میں جب مولانا مرحوم تفسیر قرآن کا درس دیتے تھے تو بھائی صاحب اس میں شریک ہوتے تھے۔ اس ملاقات میں مولانا مرحوم ازراہِ مذاق دلّی کی نہاری کا ذکر خیر کرتے تھے ۵۳۔

مولانا قاسمی نے مدرسہ عالیہ فتح پوری - دہلی میں درس نظامی پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا تھا۔ مدرسہ عالیہ کے اپنے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے توجہ دلائی ہے کہ ''مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب اور مولانا شریف اللہ صاحب سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے بالترتیب حدیث نبوی اور معقولات کی کتابیں پڑھیں۔ اس وقت مودودی صاحب اخبار الجمعیۃ کے ایڈیٹر تھے'' ۵۴۔

حواشی

۱- لباب المعارف العلمیہ ---، لاہور: فیروز سنز پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۸ء، جلد دوم، ص ۴۱

۲- ماہنامہ ''پیغام حق'' (لاہور)، اگست ۱۹۴۸ء

۳- خواجہ حسن نظامی کی سوانح حیات اور شخصیت کے لیے دیکھیے: • خواجہ حسن ثانی نظامی، خواجہ حسن نظامی - حیات اور کارنامے، لاہور: مکتبہ خلیل، س-ن، ۲۰۸ ص • حیرت شملوی، محفلے دیدم، محمد آباد (تحصیل صادق آباد): حیرت شملوی اکیڈمی، ۱۹۸۱ء، صفحات ۹۲-۹۶ • شوکت تھانوی، شیش محل، لاہور: اردو بک سٹال، س-ن، صفحات ۹۹-۱۰۱ • عبدالسلام خورشید، وے صورتیں الٰہی، لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۷۶ء، ص ۱۲۳-۱۲۷ • عبدالماجد دریابادی، معاصرین، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، س-ن، صفحات ۹۵-۹۷ • عبدالمجید سالک، یارانِ کہن، لاہور: مطبوعات چٹان لمیٹڈ، ۱۹۶۳ء، صفحات ۱۶۳-۱۷۲ • ماہر القادری، یادِ رفتگاں، لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۴ء، جلد ۲، صفحات ۱۸۱-۱۹۰ • ملا واحدی، ''خواجہ حسن نظامی''،

''نقوش'' (لاہور)، شخصیات نمبر، حصہ اول، صفحات ۲۵۱-۲۵۷ • وہی مصنف، سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی، کراچی: گلڈ-انجمن کتاب گھر، س-ن، ۲۳۶ص۔

۴- عبدالمجید سالک، یارانِ کہن، حوالہ مذکورہ، ص ۱۶۴

۵- خواجہ حسن نظامی، نمونۂ جنگ صفین (یعنی مسٹر محمد علی ایڈیٹر اخبار ہمدرد اور خواجہ حسن نظامی کی اس قلمی لڑائی کا مکمل تذکرہ جو ۱۷ نومبر ۱۹۲۶ء کو مسٹر محمد علی نے شروع کی اور جس کو خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ختم کر دیا جس میں اس جھگڑہ [کذا] کی نسبت بعض اسلامی اخبارات کے مضامین اور مسلمانوں کے خطوط بھی ہیں۔)، دہلی: کارکن حلقۂ نظام مشائخ، اپریل ۱۹۲۷ء

۶- ایضاً، صفحات ۶۲۶-۶۲۷

۷- ایضاً، ص ۶۸۳

۸- مولانا گیلانی کی سوانح حیات اور خدمات کے لیے دیکھیے: • سفیر اختر، ''سید مناظر احسن گیلانی-احوال و آثار پر ایک طائرانہ نظر''، مشمولہ تدوین حدیث (مناظر احسن گیلانی)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س-ن • محمد ظفیر الدین، حیات مولانا گیلانی، بنارس: مولانا یوسف اکیڈمی، ۱۹۸۹ء

۹- ''ترجمان القرآن'' میں مولانا گیلانی کے یہ مقالات شائع ہوئے ہیں: • ''فتنۂ ارتداد اور مراۃ المشوی'' (شمارہ اپریل ۱۹۳۴ء) • انسانیت کی تقسیم کے مختلف پہلو (شمارہ اپریل ۱۹۳۵ء، شمارہ ستمبر ۱۹۳۵ء، شمارہ دسمبر ۱۹۳۵ء) • ''مسئلۂ سود پر ایک معاشی نظر'' (ستمبر تا نومبر ۱۹۳۶ء) • ''امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی'' (شمارہ مئی-جون ۱۹۴۰ء) • تدوین حدیث (مشترک شمارہ جون-اگست ۱۹۴۱ء)

۱۰- ہفت روزہ ''صدق'' (لکھنؤ)، ۱۹۵۰ء، بحوالہ ابومحمد امام الدین رام نگری، ''مجدد مودودی کی یاد میں''، ''حیات نو'' (بلریا گنج)، فروری ۱۹۸۱ء، ص ۹

۱۱- دیکھیے: ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' (لاہور)، اپریل ۱۹۴۰ء، صفحات ۱۸۴-۱۹۰، خورشید احمد (مرتب)، ادبیاتِ مودودی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، دسمبر ۱۹۷۲ء، صفحات ۲۱۶-۲۲۱

۱۲- ستمبر ۱۹۵۱ء کی ایک تحریر میں سید مودودی نے مضمون ''رفع شبہات'' کا ذکر کرتے ہوئے ''ایک مشہور عالم اور صاحب دل بزرگ'' کا نام ظاہر کیا ہے۔ دیکھیے: ''ترجمان القرآن'' (لاہور)، ستمبر ۱۹۵۱ء، ص ۳۵۷، نیز رسائل و مسائل، حصہ دوم، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء، ص ۵۰۵

۱۳- دیکھیے: ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' (لاہور)، ستمبر-نومبر ۱۹۴۱ء، ص ۱۸۳

Marfat.com

۱۴- مثال کے طور پر ''دارالحرب میں سودی لین دین'' پر دونوں کی رائے ایک دوسرے سے متضاد ہے۔ دیکھیے: سید ابوالاعلیٰ مودودی، سود، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، جون ۱۹۶۳ء، صفحات ۲۷۷-۴۱۰

۱۵- مناظر احسن گیلانی، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، کراچی: نفیس اکیڈمی، جولائی ۱۹۶۸ء، اشاعت پنجم، ص ۲۷

۱۶- اقتباس از مکتوب بنام علی احمد خاں۔ اس مکتوب پر تاریخ درج نہیں، مگر یہ ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا تھا۔ دیکھیے: اسعد گیلانی (مرتب)، تلاشِ راہِ حق، دیوبند: مکتبہ تجلی، س-ن، صفحات ۲۸-۲۹

۱۷- اقتباس از مکتوب بنام مدیر ماہنامہ ''دارالاسلام'' (پٹھان کوٹ)، مرقومہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۲ء، ماہنامہ ''دارالاسلام'' (پٹھان کوٹ)، اگست-ستمبر ۱۹۴۲ء، ص ۳۱

۱۸- مولانا گیلانی نے لکھا ہے: ''دینیات کا حصہ دہم جو نظامت تعلیمات سرکارِ عالی کے اشارے سے مولانا [مودودی] نے مرتب فرمایا تھا۔ اس نیک کام کی تحریک میں بحمداللہ خاکسار کو بھی سعادت کا ایک حصہ میسر آیا تھا''۔ (ابوامام الدین رام نگری، حوالہ مذکورہ، ص ۹)

۱۹- سید رئیس احمد جعفری کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے: ● بیگم آفتاب رئیس احمد جعفری (مرتب)، سید رئیس احمد جعفری ــــ شخصیت اور فن، کراچی: رئیس احمد جعفری اکیڈمی، ۱۹۷۰ء ● وہی مرتب، مجلّہ بیادگار سید رئیس احمد جعفری، کراچی: رئیس احمد جعفری اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۸۹ء کی تین مختلف اشاعتیں

۲۰- لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۸ء

۲۱- سید مودودی کی اطلاع کے مطابق یہ واقعہ ۱۹۳۷ء کا نہیں، بلکہ ۱۹۳۵ء کا ہے۔ دیکھیے: مکتوب سید مودودی بنام ابوالآفاق ایم-اے، عاصم نعمانی (مرتب)، مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز ۱۹۷۲ء، حصہ دوم، ص ۲۴۸

۲۲- مولانا ابوالمعارف محمد عرفان، سید مودودی کے اس دور سے شناسا تھے، جب آخرالذکر نے دسمبر ۱۹۲۴ء میں ''الجمعیۃ'' (دہلی) کی ادارت سنبھالی تھی، اور کچھ مدت تک اخبار کی پیشانی پر بطور مدیر مولانا محمد عرفان کا نام چھپا تھا۔ مولانا محمد عرفان ۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو بمبئی میں فوت ہوئے تھے۔ دیکھیے: ● داؤد کوثر (مرتب)، سوانح عرفان، حدو بانڈی (مانسہرہ): ادارہ فروغِ ادب، س-ن ● سید سلیمان ندوی، یادرفتگاں، کراچی: مکتبۃ الشرق، ۱۹۵۵ء، صفحات ۲۲۲-۲۲۳ ● شیر بہادر خان پنی، دیدوشنید، ایبٹ آباد: مؤلف، س-ن، صفحات ۷۸-۷۹

۲۳- سید رئیس احمد جعفری، دیدوشنید، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۸ء، صفحات ۵۴-۵۷

۲۴- لاہور: محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۳ء

۲۵- لاہور: محمد علی اکیڈمی، س-ن، ۵۷۶ صفحات

۲۶- وحید قریشی ''جعفری مرحوم''، مشمولہ سید رئیس احمد جعفری - شخصیت اور فن (مرتبہ بیگم آفتاب رئیس احمد جعفری) حوالہ مذکورہ، ص ۴۸

۲۷- ملّا واحدی کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے: ☆ مالک رام، تذکرہ معاصرین-۴، دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۲ء، صفحات ۱۰۳-۱۱۶

۲۸- مکتوب سید مودودی بنام عابد نظامی، عاصم نعمانی (مرتب)، مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی، حوالہ مذکورہ، صفحات ۳۲۰-۳۲۱

۲۹-۳۰- ماہنامہ ''فاران'' (کراچی)، ستمبر ۱۹۸۳ء، ص ۲۶

۳۱- ہفت روزہ ''چٹان'' (لاہور)، ۱۵ جون ۱۹۷۰ء

۳۲- ہفت روزہ ''آئین'' (لاہور)، تفہیم القرآن نمبر، ۱۵ دسمبر ۱۹۷۲ء، ص ۲۵۶

۳۳- مثال کے طور پر دیکھیے: ● عبدالمغنی، تنقیدی زاویے، علی گڑھ: آصف پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، صفحات ۵-۱۸ ● محمد سرور، مولانا مودودی کی تحریک اسلامی، لاہور: سندھ ساگر اکادمی ۱۹۵۶ء، صفحات ۶۱-۱۱۲ ● محمد عثمان، مولانا آزاد اور مولانا مودودی، ہفت روزہ ''چٹان'' (لاہور)، ۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء ● محمد فاروق اعظم، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی - اسلوب کی روشنی میں، ماہنامہ ''ایوانِ اُردو'' (دہلی)، مولانا ابوالکلام آزاد نمبر، دسمبر ۱۹۸۸ء، صفحات ۱۷۷-۱۷۹، اِسی مضمون کی اشاعت مکرر، جمیل احمد رانا و سلیم منصور خالد، تذکرہ سید مودودی-۲، لاہور: ادارہ معارفِ اسلامی، اکتوبر ۱۹۹۸ء، صفحات ۲۵۱-۲۵۴

۳۴- عقیل احمد جعفری (مرتب)، مکالماتِ آزاد، حیدرآباد دکن: ادارہ اشاعت اُردو، ۱۹۴۴ء، صفحات ۱۱-۱۲

۳۵- ایضاً، ص ۶۴

۳۶- مولانا دریابادی کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے: ● تحسین فراقی، عبدالماجد دریابادی - احوال و آثار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۳ء ● عبدالقوی دریابادی اور دوسرے (مرتب)، ماہنامہ ''فروغ اُردو'' (لکھنؤ)، عبدالماجد دریابادی نمبر، اگست تا اکتوبر ۱۹۷۱ء، ● عبدالماجد دریابادی، آپ بیتی، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۷۹ء

Marfat.com

۳۷- ہفت روزہ ''سچ'' (لکھنؤ)، ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء

۳۸- مثال کے طور پر ماہنامہ ''معارف'' (اعظم گڑھ) کے حوالے سے دیکھیے: سفیر اختر، سید مودودی اور ماہنامہ معارف، حوالہ مذکورہ، صفحات ۷۴-۷۵

۳۹- ''پیش لفظ'' میں کتابت کی ایک دو غلطیاں درست کر دی گئی ہیں، اور چند غیر متعلق سطریں حذف کر دی گئی ہیں، نیز ''پیش لفظ'' کے حوالے سے توضیحی حواشی کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

۴۰- یہ اجلاس جنوری ۱۹۴۱ء میں منعقد ہوا تھا۔ دیکھیے: سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، ص ۷۴

۴۱- مولانا سید سلیمان ندوی نے تین اور حضرات ـــ مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۹۴۹ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی اور ڈاکٹر ذاکر حسین ـــ کا ذکر کیا ہے (سفیر اختر، حوالہ مذکورہ، ص ۷۴)۔

۴۲- نواب سر احمد سعید خان چھتاری (م ۱۹۸۲ء)۔ یو-پی کے معروف جاگیردار، مسلم یونیورسٹی-علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے، اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی۔ متعدد اہم عہدوں پر فائز رہے۔ آخر میں مسلم یونیورسٹی-علی گڑھ کے چانسلر ہو گئے تھے، اور تادم آخر اِس منصب پر فائز رہے۔

۴۳- غلام محمد امرتسری معروف بہ عزیز ہندی، ۱۸۹۶ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے معروف سیاسی کارکن تھے۔ جلیانوالہ باغ کے سانحے کے بعد گرفتار ہوئے، اور آٹھ ماہ قید کاٹ کر عام معافی کے اعلان پر رہا ہوئے، ہجرتِ افغانستان کی تحریک (۱۹۲۰ء) میں نہ صرف پیش پیش تھے، بلکہ اُن کے دعوے کے مطابق یہ تصور ہی اُن کا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریک نظم جماعت کے وابستگان میں سے تھے۔ کابل سے واپس آ کر مجاہدین چمرقند کے ساتھ کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں سید مودودی کے قریب آئے، اور اُن کے ساتھ دارالاسلام (پٹھان کوٹ) میں مقیم رہے۔ بعدازاں لاہور میں مقیم ہو گئے، اور وہیں ۶ فروری ۱۹۷۱ء کو فوت ہوئے، اُن کی تالیف ''تحریک ہجرت کی تاریخ''، سید رئیس احمد جعفری کی مرتبہ کتاب ''اوراقِ گم گشتہ'' میں شامل ہے۔ (لاہور: محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۸ء)۔

۴۴- مولانا دریابادی نے مکتوب نگار کا نام لکھنے کے بجائے یہی الفاظ استعمال کیے ہیں۔

۴۵- ہفت روزہ ''صدق جدید'' (لکھنؤ)، ۲۵ جون ۱۹۶۵ء، ص ۵

۴۶- ایضاً، ۲۳ جولائی ۱۹۶۵ء، ص ۸

۴۷- ایضاً، ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء، صفحات ۴-۵

۴۸- ایضاً، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء، ص ۶۔ ''حقیقت خلافت و ملوکیت'' کی تالیف و ترتیب میں محمود احمد عباسی کے

Marfat.com

فاضل بھتیجے پروفیسر حکیم علی احمد عباسی بھی شامل تھے۔ پروفیسر صاحب نے ۲۷ نومبر ۱۹۶۹ء کے ایک خط میں راقم الحروف کو اطلاع دی تھی: ''یہ کتاب چچا میاں کے نام سے شائع ہوئی ہے، لیکن لکھی میں نے ہے سوائے چند عنوانوں کے''۔

۴۹- دہلی: انڈیا پبلشنگ ہاؤس، [جنوری ۱۹۶۵ء]، ۳۱ص

۵۰- سید اخلاق حسین قاسمی، دلّی کی برادریاں، کراچی: مکتبہ رشیدیہ، ۲۰۰۰ء، ص ۴۱

۵۰- ایضاً، ص ۵۲

۵۲- درست نام حیدر فاروق ہے۔

۵۳- سید اخلاق حسین قاسمی، دلّی کی برادریاں، حوالہ مذکورہ، صفحات ۷۶-۷۷

۵۴- ایضاً، ص ۳۲۴

Marfat.com

تفہیم القرآن: چند تاثرات

سید مودودی کا ترجمہ وتفسیر قرآن ـــــ ''تفہیم القرآن'' ـــــ اردو کے مقبول ترین تفسیری ادب میں شامل ہے۔ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' میں اس کی بالاقساط اشاعت کے ساتھ ہی اہل علم وضرورت نے اس سے اعتناء شروع کر دیا تھا۔ جہاں اس کی تعریف وتوصیف کرنے والوں کی کمی نہ تھی، وہیں اسے نقد ونظر کے کڑے معیار پر جانچنے والے بھی موجود تھے۔ لب ولہجہ اور معیارِ علم و دیانت کے اختلاف کے ساتھ ''تفہیم القرآن'' کے مطالعے پر مبنی حسبِ ذیل چھوٹی بڑی کتابیں سامنے آئی ہیں:

- اخلاق حسین قاسمی، مودودی صاحب کی تفسیر پر محققانہ نظر، دہلی: انڈیا پبلشنگ ہاؤس [جنوری ۱۹۶۵ء]، ۳۱ صفحات

قاسمی صاحب نے اپنی ایک دوسری تالیف ''ترجمان القرآن کا تحقیقی مطالعہ'' (دہلی: مولانا آزاد اکیڈمی، ۱۹۹۳ء) میں بھی بعض مقامات پر مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی کے فکری تقابل کے لیے ''تفہیم القرآن'' کے ترجمۂ قرآن اور تشریحات کے حوالے دیے ہیں۔

- جمیل الرحمٰن پرتاپ گڑھی، تفہیم القرآن کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، کراچی: بیت التوحید، [--۱۹ء]، ۱۸۱ صفحات
- خالد علوی، سید مودودی بحیثیت مفسر، لاہور: الفیصل ناشران کتب [۱۹۹۷ء]، ۸۰ صفحات
- ''راہ نورد''، سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تفہیم القرآن: حقیقت کی روشنی میں، بمبئی:

Marfat.com

دارالاشاعتِ اسلامیہ، ۱۹۷۸ء، ۱۰۷ صفحات

- طلعت محمود بٹالوی، قرآن فہمی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی: ایک جائزہ، لاہور: مؤلف، [اپریل ۱۹۹۳ء]، ۲۲۶ صفحات
- عامر عثمانی/ سید علی مطہر نقوی (مرتب)، تفہیم القرآن پر اعتراضات کی علمی کمزوریاں، کراچی: مکتبہ الحجاز پاکستان، مئی ۲۰۰۱ء، ۲۳۵ صفات
- عبدالوہاب خان قادری رضوی، مودودی عرفان فی تفہیم القرآن، حیدرآباد سندھ: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ دارالعلوم احسن البرکات [فروری ۱۹۸۰ء]، ۴۰ صفحات
- عزیز الرحمٰن بجنوری، تقصیراتِ تفہیم، بجنور: مدنی دارالتالیف، ۱۹۷۹ء، ۲۴۰ صفحات
- محمد اسلام، مودودی صاحب کی تفسیر کی چند جھلکیاں، لاہور: ادارہ طلوع اسلام، ۱۹۷۶ء، ۲۴ صفحات
- محمد جنید، تفہیم القرآن کی تمثیلات وتشبیہات، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، جولائی ۱۹۹۹ء، ۷۴ صفحات
- محمد ریاض کرمانی، حافظ محسن، بصائر مودودی- تفہیم القرآن میں جدید علوم سے استفادہ، علی گڑھ: مرکز الدراسات العلمیہ، ۱۰۴ صفحات/ لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۸ء، ۱۰۴ صفحات
- محمد ساجد قریشی، تفہیم القرآن میں احادیث شریفہ پر بداعتمادی اور بائبل پر اعتماد، ملتان: کتب خانہ مجیدیہ، ۲۰۰۱ء، ۴۹۵ صفحات

ان کے علاوہ ہفت روزہ ''آئین'' (لاہور) کے ''تفہیم القرآن نمبر'' (بابت ۱۵ دسمبر ۱۹۷۲ء) اور دوسرے جرائد میں بڑی تعداد میں مقالات شائع ہوئے ہیں جن میں سید مودودی کی تفسیر قرآن پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ بعض اہل علم نے اردو کے تفسیری سرمائے، یا بیسویں صدی کی اہم تفاسیر پر لکھتے ہوئے ''تفہیم القرآن'' پر ضمناً اظہار خیال کیا ہے۔ ذیل میں چند ایسی تحریروں کے ضروری اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ان اقتباسات میں سے ایک دو کی زبان خاصی کمزور ہے، نیز سید مودودی کی تحریر نقل کرتے ہوئے الفاظ تبدیل کر دیے گئے ہیں، (یا ہو گئے ہیں)، تاہم اقتباسات میں کوئی تصحیح و ترمیم تجویز کرنے کے بجائے انہیں من وعن پیش کرنا ہی مناسب خیال کیا گیا ہے۔

— ۱ —

* محمد حنیف ندوی

[مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کی پہلی جلد ۱۹۳۱ء میں، اور دوسری تقریباً پانچ برس بعد ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی تھی، مولانا آزاد نے اپنی متعدد تحریروں میں تیسری جلد کی تکمیل اور اس کی اشاعت کا عندیہ ظاہر کیا ہے، مگر ۱۹۳۶ء سے ۱۹۵۸ء تک کے طویل عرصے میں اُن کی زندگی میں یہ تیسری جلد سامنے نہ آ سکی۔ مولانا کی رحلت کے بعد ''ترجمان القرآن'' کی تیسری اور آخری جلد کے مسودے کی تلاش جاری رہی، اور سورۃ النور کی تفسیر دستیاب بھی ہو گئی، تاہم یہ واضح ہو گیا کہ مولانا کی مرقومہ تیسری جلد کی مزید تلاش بے سود ہو گی، چنانچہ مولانا غلام رسول مہر (م ۱۹۷۱ء) نے سورۃ النور تا آخر قرآن کی تفسیر و تشریح کے لیے مولانا آزاد کی تحریروں کی ورق گردانی شروع کی، اور جو کچھ دستیاب ہو سکا، اسے ''باقیات ترجمان القرآن'' (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۱ء) کے نام سے مرتب کر دیا۔

اس کے بعد ایک دوسرے اشاعتی ادارے ـــــ اسلامی اکادمی-لاہور ـــــ کی جانب سے ''ترجمان القرآن'' کی اشاعت کا آغاز کیا گیا تو دو جلدیں شائع کرنے کے بعد ادارے نے تیسری جلد کے لیے وطن عزیز کے اہل حدیث عالم مولانا محمد عبدہٗ (م ۱۹۹۹ء) سے رابطہ قائم کیا جنہوں نے ''ترجمان القرآن'' کی تیسری جلد اس طرح مرتب کی کہ اولاً مولانا آزاد کی تحریروں سے جو ترجمانی اور تفسیر انہیں مل سکی، اسے اکٹھا کیا، اور ثانیاً جہاں مولانا آزاد کی تشریح و ترجمانی

Marfat.com

دستیاب نہ ہوسکی، وہاں مولانا آزاد کے انداز میں ترجمے اور تفسیری حواشی کا اضافہ کیا۔ اس طرح ''ترجمان القرآن'' کی تیسری جلد سامنے آئی ۲۔ اس جلد پر مولانا محمد حنیف ندوی (م ۱۹۸۷ء) نے ''مقدمہ'' لکھا ہے۔ مقدمے میں انہوں نے من جملہ دوسری باتوں کے بیسویں صدی کی چند اہم تفسیری کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ''تفہیم القرآن'' پر بھی روشنی ڈالی ہے، اقتباس دیکھیے:]

''اس دور میں جن حضرات نے قرآن حکیم کی تشریح وتفسیر کی گراں قدر خدمات انجام دیں، ان میں علامہ رشید رضا، طنطاوی، مولانا حمید الدین الفراہی، محمد اسد، مولانا مودودی، مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کا نامِ نامی سرفہرست ہے۔

مولانا حمید الدین الفراہی مرحوم نے ادبِ جاہلی کے اشعار وشواہد اور صحائفِ انبیاء کی تصریحات کی روشنی میں قرآنِ حکیم کے مطالب ومعانی پر غور وفکر کی طرح ڈالی اور ایسے ایسے غوامض اور مشکلات کا حل ڈھونڈ نکالا، جو بادی النظر میں فہم وادراک کی راہ میں سنگِ گراں معلوم ہوتے تھے۔ قرآن کی آیات اور سور میں باہمی رشتہ وتعلق کی نوعیّتوں کو دریافت کرنا اور پورے قرآن کو مضامین ومعانی کے اعتبار سے ایک خاص ترتیب میں منسلک ثابت کرنا ان کا سب سے بڑا تفسیری کارنامہ ہے۔ مزید براں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن فہمی کو اپنی پوری زندگی کا نصب العین ٹھہرایا اور اس راہ کی دشواریوں پر قابو پایا۔

محمد اسد نے انگریزی زبان میں قرآن کے میسج [Message] اور پیغام کو اچھی طرح واضح کیا ہے اور اس میں ان تمام شکوک وشبہات کو دُور کیا ہے، جو مغربی ذہن میں قرآن فہمی کے سلسلے میں ابھرتے اور کھٹکتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش اس لحاظ سے خصوصیت سے تحسین کے لائق ہے کہ اس نے ہمیں مولانا محمد علی لاہوری کے ترجمۂ قرآن سے یکسر بے نیاز کردیا ہے۔

مولانا مودودی کی تفہیم القرآن نے اسلامی حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل کی ہے، اس کا مخاطب دراصل وہ طبقہ ہے جو مغرب گزیدہ ہے، یا جو براہِ راست عربی تفاسیر کے جوہر پاروں سے

Marfat.com

استفادے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ مولانا نے نہایت ہلکے پھلکے اور سمجھ میں آنے والے انداز میں قرآن حکیم کے مطالب کو نکھارا اور اجالا ہے۔ اس تفسیر کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس سے قرآن کا یہ پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ کتاب ہُدیٰ ایک مربوط نظامِ دعوت وارشاد کی حامل ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی منجھے ہوئے ادیب اور مشرق ومغرب کا بہترین سنگھم ہیں۔ یہ جہاں کفر وانکار کی وادیوں میں بھٹکے ہیں، وہاں انہوں نے دبستانِ ایمان کی شمیم آرائیوں سے بھی مشام جام معطر کیا ہے، اس لیے خوب جانتے ہیں کہ شک وارتیاب کے کانٹے کہاں کہاں دلوں میں چبھتے اور کن کن تصورات کو زخمی کرتے ہیں۔ ان کی تفسیر، انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں اس بات کی خاص رعایت رکھی گئی ہے کہ ان تمام مقامات کی تشریح کی جائے، جہاں ایمان وعقیدے کا پاؤں پھسلتا اور لچکا کھاتا ہے۔

—— ۲ ——

* ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی

[اسلامیات کے معروف فاضل ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی (م ۱۹۹۶ء) نے شعبۂ اسلامیات -بلوچستان یونیورسٹی- کوئٹہ کے زیر اہتمام ایک سیمینار (۲۹-۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء) میں ''چودھویں صدی ہجری کی بعض اردو تفاسیر کا جائزہ'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا جو بعد ازاں رشید احمد جالندھری کے مرتبہ مجموعۂ مقالات ــــ ''قرآن مجید: اسلامی فکر کا بنیادی سرچشمہ''، کوئٹہ: جامعہ بلوچستان، س-ن) ــــ میں شائع ہوا۔ اس مقالے میں اُنہوں نے مولانا آزاد، سید مودودی، مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی تفاسیر پر اختصار کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ اگلے صفحات میں ''تفہیم القرآن'' سے متعلق حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ مرتب]

یہ تفسیر جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے قلم سے ہے۔ دیباچے میں کہا گیا ہے: ''اس راہ (تفسیر وترجمہ) میں مزید کوشش اگر معقول ہوسکتی ہے تو صرف اس صورت میں جبکہ آدمی کسی ایسی کسر کو پورا کر رہا ہو جو سابق مترجمین ومفسرین کے کام میں رہ گئی ہو، طالبینِ قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے تراجم وتفاسیر سے پوری نہ ہوتی ہو''۔

مولانا مودودی مزید فرماتے ہیں: ''ان صفحات میں ترجمانی وتفہیم قرآن کی جو سعی کی گئی ہے، وہ دراصل اسی بنیاد پر ہے، میں ایک مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگوں میں روحِ قرآن تک پہنچنے اور اس کتاب پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہونے کی جو طلب پیدا ہو گئی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے، وہ مترجمین ومفسرین کی قابل قدر مساعی کے باوجود ہنوز تشنہ ہے، اس کے ساتھ میں یہ احساس بھی اپنے اندر پا رہا تھا کہ اس تشنگی کو بجھانے کے لیے کچھ نہ کچھ خدمت میں بھی کرسکتا ہوں''۔ ''اس کام میں میرے پیش نظر علماء اور محققین کی ضروریات نہیں ہیں، اور نہ ان لوگوں کی ضروریات ہیں جو عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کا گہرا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کی پیاس بجھانے کے لیے بہت کچھ سامان پہلے سے موجود ہے۔ میں جن لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، وہ اوسط درجے کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو عربی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں، اور علوم قرآن کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کرنا جن کے لیے ممکن نہیں ہے۔ انہی کی ضروریات کو میں نے پیشِ نظر رکھا ہے، اس وجہ سے بہت سے ان تفسیری مباحث کو میں نے سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا جو علم تفسیر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، مگر اس طبقے کے لیے غیر ضروری ہیں، پھر جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے سامنے رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم ومدعا صاف صاف سمجھتا چلا جائے''۔

مولانا نے ترجمے کے متعلق صحیح فرمایا ہے کہ ترجمہ چاہے لفظی ہو یا بامحاورہ، قرآنِ حکیم کے مضامین کو ادا نہیں کرسکتا۔ درحقیقت ایک زبان کے خصائص دوسری زبان میں ڈھالے نہیں جا

Marfat.com

سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ کو اصل کا درجہ نصیب نہیں، البتہ توریت و انجیل اور بعض دوسری الہامی کتابیں اب صرف ترجمے کی شکل میں باقی رہ گئی ہیں، مثلاً پتہ نہیں کہ انجیل کی اصل زبان آرامی تھی یا کنعانی یا عبرانی، بہرحال قرآن وہ کتاب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ لفظاً لفظاً کتاب الٰہی ہے اور اللہ بزرگ و برتر نے اس کتاب کو وقتاً فوقتاً آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے من وعن کلامِ ربانی کو اپنے کاتبوں سے لکھایا۔

ظاہر ہے ترجمہ میں عربی کے اسلوبِ بیان، فصاحت و بلاغت اور تاثر کلام کا فقدان ضرور رہے گا اور قرآنِ حکیم کی تاثیر، جیسا بھی عمدہ ترجمہ ہو، پیدا نہیں کی جاسکتی، اپنے اپنے زعم میں ہر لکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے زورِ بیان اور قوتِ تحریر سے عبارت آرائی کا حق ادا کر دیا، لیکن وہ اعجاز جو قرآن کے مقدس الفاظ و تراکیب میں ہے، وہ کہاں سے لایا جاسکتا ہے۔ زبانِ ربانی اور زبانِ انسانی کا فرق یقیناً رہے گا۔ اسی مطلب برآری کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے ''ترجمان القرآن'' لکھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑی کامیابی کے ساتھ اس کام کو نبھایا۔ اسی مطلب کو صحت کے ساتھ ادا کرنے کی خاطر مولانا مودودی فرماتے ہیں: ''میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آیا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے، اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں، اسلوبِ بیان میں ترجمہ پن نہ ہو، عربی سلیس کی ترجمانی اردوئے سلیس میں ہو، تقریر کا ربط فطری طریقے سے تحریر کی زبان میں ظاہر ہو، اور کلامِ الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضح ہونے کے ساتھ اس کا شاہانہ وقار اور زورِ بیان بھی جہاں تک بس چلے ترجمانی میں منعکس ہو جائے۔ ایک اور وجہ، اور بڑی اہم وجہ، لفظی ترجمے کے غیر موثر ہونے کی یہ ہے کہ قرآن کا طرزِ بیان تحریری نہیں، بلکہ تقریری ہے، اگر اس کو منتقل کرتے وقت تقریر کی زبان کو تحریر کی زبان میں تبدیل نہ کیا جائے اور جوں کا توں اس کا ترجمہ کر ڈالا جائے تو ساری عبارت غیر مربوط ہو کر رہ جاتی ہے، یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید ابتداءً لکھے ہوئے رسالوں کی شکل میں شائع

نہیں کیا گیا تھا، بلکہ دعوتِ اسلامی کے سلسلے میں حسب موقع وضرورت ایک تقریر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی تھی، اور آپ اسے ایک خطبے کی شکل میں لوگوں کو سناتے تھے، تقریر کی زبان اور تحریر کی زبان میں فطرۃً بہت بڑا فرق ہوتا ہے'' (دیباچہ)۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ایک مضمون سے متعلق کبھی کئی آیات ایک سے زیادہ سورتوں میں نازل ہوا کرتی تھیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آیتوں کو ترتیب وار سورتوں میں ان کی اپنی اپنی جگہ رکھ دیا کرتے تھے، اور پھر بالترتیب پڑھ کر سناتے تھے، مختصر یہ کہ قرآن حکیم کی زبان ایک ہی رہی، اسے تقریری کہیے یا تحریری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے مختلف ہوتے تھے، قرآنی آیتوں کو خطبہ کی شکل نہیں دیا کرتے تھے، قرآن کا سب سے بڑا معجزہ یہی ہے کہ اس کے بیان اور اس کی عبارت میں بڑا زور ہے، ابھی خطاب ہے اور پھر حسبِ حال، غائب کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور پھر متکلم کا، لیکن زبان کا حسن ہر جگہ برقرار ہے۔

ترجمے میں ہزار شستگی اور روانی ہو، لیکن وہ اثر کہاں سے پیدا ہوسکتا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی تلاوتِ قرآن کا ہوتا تھا، یہاں تک کہ سردارِ قریش نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپؐ ابوبکرؓ سے کہہ دیں کہ قرآن کی تلاوت زور سے نہ کریں، ان کی تلاوت سن کر ہماری عورتیں اور بچے قرآن کو دلچسپی کے ساتھ سنتے ہیں، ہمیں ڈر ہے کہ یہ ان کو اپنی راہ پر نہ لگالیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے بامحاورہ ترجمہ اسی لیے کیا کہ وہ اپنے ترجمہ میں قرآن کا زورِ بیان قائم رکھیں، وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ تفسیری حواشی کم سے کم ہوں، تاکہ پڑھنے والا آسانی سے روحِ قران کو سمجھ لے، لیکن مولانا مودودی کو اس سے تشفی نہ ہوئی اور مولانا آزاد کے ''ترجمان'' کو کافی نہ سمجھ کر اپنا اسلوبِ بیان اختیار کیا، وہ خود لکھتے ہیں: ''لیکن معاملہ کلام الٰہی کا تھا، اس لیے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی (ترجمہ کی) برتی ہے، جس حد تک احتیاط میرے امکان میں تھی، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے اس امر کا پورا اہتمام کیا ہے کہ قرآن کی اپنی عبارت جتنی آزادیٔ بیان کی گنجائش دیتی ہے، اس سے تجاوز نہ ہونے پائے'' (دیباچہ، ص ۱۱)۔

Marfat.com

''چونکہ قرآن کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ارشادات کا پس منظر بھی آدمی کے سامنے ہو، اور یہ چیز ترجمانی میں پوری طرح نمایاں نہیں کی جاسکتی تھی، اس لیے میں نے ہر سورہ کے آغاز میں ایک دیباچہ لکھ دیا ہے، جس میں اپنی حد تک پوری تحقیق کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ سورہ کس زمانے میں نازل ہوئی، اس وقت کیا حالات تھے، اسلام کی تحریک کس مرحلے میں تھی، کیا اس کی ضروریات تھیں اور کیا مسائل اس وقت درپیش تھے، نیز جہاں کہیں کسی خاص آیت یا مجموعۂ آیات کی کوئی الگ شانِ نزول ہے، وہاں میں نے اسے حاشیہ میں بیان کر دیا ہے''۔

یہ امر واضح ہے کہ قرآن لوح محفوظ میں تھا اور پیغمبر آخرالزمان پر نازل ہونے کے بعد ہمیشہ قائم رہے گا، البتہ اس کلامِ ربانی کی آیتیں حسب موقعہ نازل ہوتی گئیں، ان مواقع اور واقعات کی روایتوں کو شانِ نزول سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہر چند یہ واقعات وقتی تھے جو وقوع پذیر ہوئے، مگر آیات کے احکام اس وقت بھی مؤثر تھے اور آج بھی مؤثر ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مؤثر رہیں گے۔ بنابریں یہ دیباچے جو مولانا مودودی نے سور [کے آغاز] میں لکھے ہیں، تشریحی اور تمہیدی حیثیت کے ہیں، جن سے معانی کی وضاحت ضرور ہوتی ہے، مفسرین کی مساعی بھی ان ہی معانی کی توضیح وتشریح کے لیے تھیں۔ ''تفہیم القرآن'' میں آیاتِ قرآنی کا ترجمہ سلیس اور رواں ہے، مفہوم ادا کرنے کو اولیت دی گئی ہے، اس لیے ترجمے میں بہت سے الفاظ اُردو زبان کے محاورے کے مطابق اضافہ کیے گئے ہیں، اس آزاد ترجمے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے بامحاورہ ترجمہ میں فرق یہ ہے کہ مولانا آزاد نے وضاحتی الفاظ کو یا ان لفظوں کو جن کو اپنی طرف سے بڑھایا ہے، قوسین میں رکھا ہے، اور ''تفہیم القرآن'' میں یہ احتیاط نہیں برتی گئی ہے، اگرچہ ''تفہیم القران'' کو جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے تحریر کیا ہے (آخر دیباچہ تفسیر) تفسیر کہنا مشکل ہی ہے، لیکن پھر بھی بقول مولانا دریابادی، بعض نکتے اس میں خوب آ گئے ہیں۔ یہ ترجمہ وتفسیر نوجوانوں میں بڑی مقبول ہوئی ہے۔

Marfat.com

—۳—

* صالحہ عبدالحکیم شرف الدین

[''قرآن حکیم کے اُردو تراجم: تاریخ، تعارف، تبصرہ، تقابلی جائزہ'' (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۱ء، ۴۳۶ صفحات) صالحہ عبدالحکیم شرف الدین کا علمی مقالہ ہے جس پر اُنہیں ڈاکٹریٹ کی سند کا مستحق قرار دیا گیا تھا۔ اِس میں اُنہوں نے قرآن مجید کے جملہ اُردو ترجموں کا سرسری جائزہ لینے کے علاوہ، بیسویں صدی کے چند تراجم پر تفصیلی تبصرہ لکھا ہے، اور ''ممتاز و معروف مترجمین'' کے حالات زندگی قلم بند کیے ہیں۔ اُنہوں نے ثانوی مآخذ پر انحصار کرتے ہوئے سید مودودی کی مختصر سی سوانح لکھی ہے اور معاصرین کی جانب سے اُن کی خدمات کے اعتراف کا ذکر کیا ہے، نیز سید مودودی کی تصانیف کی فہرست دی ہے (صفحات ۴۵۵-۴۶۱)۔ ''تفہیم القرآن'' کے بارے میں اُن کی تحریر یہ ہے۔ مرتب]

اب قلم جس ترجمہ اور مترجم کے بارے میں محرر ہے وہ بیسویں صدی کے اسلامی مفکر اور مبلغ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ یہ وہ انقلابی ہستی ہے جس نے کئی مد و جزر دیکھے۔ کئی ممالک کا دورہ کیا، متعدد اہم شخصیات سے ملاقاتیں کیں، ان کے روابط عالمی شخصیات سے رہ چکے ہیں۔ خود مولانا کا شمار عالم اسلامی کے مستند اور ثقہ اہل فکر و ارباب علم میں ہوتا ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی متعدد تصانیف ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریر سے اسلامی ادب کو ایک قیمتی سرمایہ دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اردو ادب کو ایک بے مثال سرمایہ عطا کیا۔

اپنی تمام تر محنت و فکر کا عطر انہوں نے قرآن حکیم کے ترجمے اور حواشی ''تفہیم القرآن'' کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ''تفہیم القرآن'' کئی لحاظ سے امتیازی خصوصیت کی حامل ہے:

۱- اس کا شمار جدید ترین تراجم و تفاسیر میں ہوتا ہے۔

Marfat.com

۲- یہ ایک اوسط تعلیم یافتہ مسلم کے لیے لکھی گئی ہے۔

۳- اوسط تعلیم یافتہ مسلم طبقہ، اسلامی معاشرہ کا سب سے بڑا جزء ہے۔

۴- مولانا مودودی میں یہ فن ہے کہ وہ مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کو بھی آسان طریقہ، آسان اسلوب اور آسان زبان میں عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اپنی علمیت کے اظہار کے بجائے وہ مدعا اور انداز بیان کو عام قاری کے تصرف میں کر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہی وہ اسباب ہیں جنہوں نے ''تفہیم القرآن'' کو اس قدر مقبول بنایا ہے۔ ظاہر ہے مولانا ابوالاعلیٰ جیسے اعلیٰ پایہ کے عالم کے ترجمہ وتفسیر میں بے شمار خوبیاں اور محاسن ہیں، لیکن مذکورہ نکات ان کو علماء کے طبقے کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی محبوب بنا دیتے ہیں۔

دیباچہ تفہیم القرآن کے چند اقتباسات پیش ہیں:

> اس کام میں میرے پیش نظر علماء اور محققین کی ضروریات نہیں ہیں اور نہ ان لوگوں کی ضروریات ہیں جو عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کا گہرا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں جن لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ لوگ اوسط درجہ کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو عربی سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں اور علوم قرآن کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کرنا جن کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس وجہ سے بہت سے ان تفسیری مباحث کو میں نے سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا جو علم تفسیر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، مگر اس طبقے کے لیے غیر ضروری ہیں[۳]۔

جس طرح ہر چیز، ہر شخص اور ہر تحریر کے کچھ مداح ہوتے ہیں اور کچھ معترض، اسی طرح بعض لوگ مولانا مودودی کے ترجمہ پر سخت نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ان کے پیش نظر مختلف نکات ہیں جو ان کے اعتراض یا اعتراضات کا سبب ہیں، لیکن اگر وہ مولانا کے دیباچہ کا بغور مطالعہ کریں تو کافی سوالات واعتراضات کے جوابات خود ہی مل جاتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی جن کی علمیت اور خلوص نیت کا اعتراف ناچیز کو بے انتہا ہے اور

Marfat.com

ناچیز ان کے معتقدین اور مداحوں میں سے ہے، اُنہوں نے مولانا مودودی کی تفسیر کے بارے میں درج ذیل ملحوظہ لکھا ہے:

تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ـــ یہ تفسیر جسے تفسیر کہنا مشکل ہے، بہ اقساط نکل رہی ہے، ابھی تک آٹھ پاروں کی نکلی ہے، بعض نکتے اس میں خوب آ گئے ہیں[۴]۔

مولانا عبدالماجد کی مندرجہ بالا تحریر انہوں نے جب لکھی ہوگی تو ضرور مولانا مودودی کا دیباچہ ان کی نظروں سے نہ گزرا ہوگا۔ مولانا عبدالماجد نے یہ تنقید بمقام دریاباد، بارہ بنکی بتاریخ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۴۴ء میں تحریر کی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے مذکورہ دیباچہ بمقام نیوسنٹرل جیل، ملتان بتاریخ ۱۷ ذی القعدہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۴۹ء میں لکھا تھا۔ یقین ہے کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے دیباچہ بعد میں پڑھا ہوگا۔

دیباچہ پڑھنے کے بعد قرآن کے اصولِ ترجمہ سے متعلق مولانا مودودی کی رائے معلوم ہوتی ہے کہ وہ آزاد ترجمے کی موافقت میں ہیں اور اس کو لفظ ترجمانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اپنے ترجمے کے بارے میں کہتے ہیں:

میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کی بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے، جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے، اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ اسلوب بیان میں ترجمہ پن نہ ہو، عربی مبین کی ترجمانی اردوئے مبین میں ہو، تقریر کا ربط فطری طریقے سے تحریر کی زبان میں ظاہر ہو اور کلامِ الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضح ہونے کے ساتھ اس کا شاہانہ وقار اور زورِ بیان بھی جہاں تک بس چلے ترجمانی میں منعکس ہو جائے۔ اس طرح کے آزاد ترجمے کے لیے یہ تو بہرحال ناگزیر تھا کہ لفظی پابندیوں سے نکل کر ادائے مطالب کی جسارت کی جائے، لیکن

Marfat.com

معاملہ کلامِ الٰہی کا تھا، اس لیے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی برتی ہے[۵]۔

واقعی مولانا نے آزادترجمہ کی بات تو کی ہے، لیکن بالکل صحیح ہے کہ ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی برتی ہے۔ مولانا ایک عظیم عالم اور مخلص دین تھے۔ ''آزادترجمہ'' کی اجازت لے کر بھی انہوں نے حدود کا ہمیشہ خیال رکھا۔ کلامِ الٰہی کی عظمت اور صحت کو قائم رکھ کر اس کی ترجمانی کرنا ان کا مقصد شروع سے آخر تک رہا۔

تفہیم القرآن میں سے ترجمہ بطور نمونہ درج ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ط وَ ذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُالْعَظِیْمُ ○ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ط وَبَشِّرِالْمُؤْمِنِیْنَ ○

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجا لانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے خرید و

Marfat.com

فروخت کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں) اور اے نبی ان مومنوں کو خوش خبری دے دو۶۔

''تفہیم القرآن'' کی تصنیف مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے محرم ۱۳۶۱ھ مطابق فروری ۱۹۴۲ء میں شروع کی تھی۔ تقریباً ۱۹۴۷ء میں سورۂ یوسف تک یعنی تیرہویں پارے تک کام ہوسکا۔ اس کے بعد مختلف اسباب کی بناء پر سلسلہ منقطع ہوا۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت مولانا کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا تھا۔ اس خلوت کا فائدہ اٹھا کر مولانا نے کافی کام تنہائی زنداں میں کیا۔ مولانا اپنی گوناگوں علمی، درسی اور سیاسی مصروفیات کی وجہ سے یہ کام پورا نہ کر سکے۔ آخر کار تیس سال چار ماہ بعد یعنی ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۷ جون ۱۹۷۲ء میں یہ ترجمہ و تفسیر پایۂ تکمیل کو پہنچ کر طبع ہوئی۔ ''تفہیم القرآن'' چھ جلدوں میں موجود ہے۷۔---

تفہیم القرآن کا انگریزی ترجمہ چودھری محمد اکبر ایم-اے مراد پور سیالکوٹ نے کیا۸۔ تفہیم القرآن کا پشتو ترجمہ مولانا فضل داؤد نے پندرہ پاروں تک کیا۔ بقیہ پاروں کا ترجمہ مولانا گل رحیم نے کیا۔ غرض مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے جو مہم ۱۹۴۲ء میں شروع کی تھی آخر کار طبع ہو کر ۱۹۷۵ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔

—۴—

* عبدالماجد دریابادی

[''تفسیر ماجدی'' (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، اگست ۱۹۵۲ء) کے دیباچے میں مولانا عبدالماجد دریابادی نے تفسیری لٹریچر، اور بعض اُردو تفاسیر کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ''تفہیم القرآن'' کے حوالے سے جو سطر ڈیڑھ لکھی ہے، اِسے ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی اور ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین نے نقل کیا ہے۔ مولانا دریابادی نے آٹھ پاروں تک بالاقساط چھپی ہوئی تفسیر پر یہ رائے قائم کی تھی۔ غالباً وہ حواشی کے اختصار کے پیش نظر اِسے تفسیر، یعنی بھرپور

Marfat.com

تشریح نہ سمجھتے تھے، بلکہ حاشیۂ قرآن کے طرز کی تالیف مانتے تھے۔ ''تفہیم القرآن'' کی پہلی جلد اور دوسری جلدوں کے تقابل سے قاری پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلی جلد میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے، تاہم بعض اہل قلم نے مولانا دریابادی کے جملے کو تنقیص کی شکل میں پیش کیا ہے۔

''تفہیم القرآن'' اور ''صاحب تفہیم القرآن'' کے بارے میں اُن کی رائے ایک مراسلہ نگار کے جواب سے بھی واضح ہوتی ہے جو ''تفسیر مولانا مودودی'' کے عنوان سے ہفت روزہ ''صدق جدید'' (لکھنؤ) بابت ۲۴ جون ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ (گو اس وقت بھی ''تفہیم القرآن'' مکمل نہ ہوئی تھی، البتہ اِس میں تفہیم کے ابتدائی اختصار کی نسبت زیادہ تشریح تھی)۔ مراسلہ مع جوابی حواشی غیر متعلق حصے حذف کرتے ہوئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مرتب]

حضرت العلامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب والا کی خدمت میں چند دریافت طلب باتیں عرض کرتا ہوں، امید ہے کہ آں جناب اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود ''صدق'' کے صفحات میں جواب تحریر فرمائیں گے۔

۱- مجھے قرآن مجید سمجھنے اور مطالعہ کرنے کا بے حد شوق ہے۔ میں قرآن کے کس ترجمہ اور تفسیر سے استفادہ کروں؟ بعض علماء مولانا مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حال ہی میں نظرِ ثانی اور کافی محنت کے بعد یہ تفسیر دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ غالباً سورۃ بنی اسرائیل تک ہے۔ کیا کتابی شکل میں جناب نے اسے دیکھا ہے*؟ کیا مولانا مودودی قرآن کے اچھے مفسر ہیں**؟

ہمارے ہاں کے ایک مولانا صاحب فرماتے تھے کہ مودودی صاحب قرآن اور حدیث سے بالکل ناواقف ہیں، اور وہ ایک ایڈیٹر ہیں، ان کو لکھنے کا حق ہی نہیں ہے***۔

نیز اس کے علاوہ قرآن سمجھنے کے لیے اُردو میں جو مفید تفسیریں ہوں، وہ آپ لکھیں****

Marfat.com

۲- پاکستان کے عوام مودودی صاحب سے بہت محبت کرتے ہیں*****۔آپ تو ذاتی طور پر انہیں ضرور جانتے ہوں گے، ان کے بارہ میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں کہ وہ علمی واخلاقی اور دینی اعتبار سے کیسے ہیں******؟---

گل محمد نعمانی (خانپور، ریاست بہاول پور)

* جی نہیں، کتابی صورت میں تو نہیں پڑھی۔اس سے پہلے رسالہ ترجمان القرآن میں جتنا ٹکڑا نکلا تھا، اسے پڑھا تھا، اوراس کا بیشتر حصہ پسند کیا تھا۔(صدق)

** اصطلاحی معنی میں مفسر ہونے سے تو وہ خود بھی احتیاط کرتے ہیں، چنانچہ کتاب کا نام بھی بجائے تفسیر کے تفہیم القرآن رکھا ہے۔باقی مطالب قرآنی کی شرح وترجمانی کے لحاظ سے وہ اس وقت کے بہترین اہل قلم میں شمار ہونے کے لائق ہیں۔(صدق)

*** آپ قول کو دیکھیے نہ کہ قائل کو، کلام کو دیکھیے نہ کہ متکلم کو، زیر بحث تفہیم القرآن کو رکھیے نہ کہ اس کے مصنف کی شخصیت کو اور کتاب بہ حیثیت مجموعی اچھی ہی نہیں، بلکہ مغربی تعلیم یافتہ تجدد زدہ اور متشکک گروہ کے حق میں تو اکسیر ہے ـــ باقی اگر حق کا معیار شخصیتوں ہی کو رکھا جائے گا تو خود مدیر صدق کی شخصیت تو کہیں زیادہ کم وزن اور داغدار نکلے گی۔(صدق)

**** تفسیر بیان القرآن (حضرت تھانویؒ)، تفسیر حقانی (عبدالحق حقانی دہلویؒ)، تفسیری حواشی شبیری، تفسیر ثنائی (ثناء اللہ امرتسری)، تفسیر مواہب الرحمٰن، ۳۰ جلدوں میں (امیر علی لکھنوی) جامعیت کے لحاظ سے بے مثل ہے، گو زبان بہت پرانی ہو چکی ہے۔تفسیر بیان القرآن (محمد علی لاہوری) صرف انگریزی خوانوں کے مطالعہ کے قابل، مدیر صدق کی تفسیر کی دو جلدیں (تا ختم سورہ توبہ) اب تک تاج کمپنی کے ہاں سے شائع ہو چکی ہیں۔(صدق)

***** اس محبت میں ''حب علی'' سے کہیں زیادہ دخل ''بغض معاویہ'' کو ہے، یعنی چونکہ گورنمنٹ میں معتوب ہیں، اس لیے اس ضد پر رعایا میں ''محبوب'' بن گئے ہیں۔(صدق)

Marfat.com

****** اچھے ہیں اور بہت اچھے ہیں، لیکن بہرحال معصوم نہیں۔ غلطیاں کثرت سے کر جاتے ہیں، اوران کی تحریک جیسی کہ وہ پاکستان میں ہے (ہندوستان سے الگ) جتنے پہلو خیر کے رکھتی ہے، تقریباً اتنے ہی شر کے بھی۔ ان کی تحریریں اگر صرف اہل فہم واہل علم تک محدود رہیں تو مناسب ہیں۔ عوام کے کام کی نہیں۔ (صدق)

حواشی

۱- مولانا غلام رسول مہر کی حیات اور کارناموں پر دادِ تحقیق دینے والے ایک قلم کار نے ''باقیاتِ ترجمان القرآن'' کے تعارف میں لکھا ہے:

''باقیات ترجمان القرآن'' مولانا ابوالکلام آزاد کی ان تحریروں کا مجموعہ ہے جو ترجمان اول ودوم کے بعد ترجمان سوم کی حیثیت سے شائع ہوئیں، لیکن مولانا آزاد کو سیاست کے خارزار سے اتنی فرصت نہ مل سکی، البتہ ان کے انتقال کے بعد مولانا مہر نے مولانا آزاد کی ان متفرق اور بکھری ہوئی تحریروں کو جمع کیا اور بغیر کسی ترمیم واضافے کے ''باقیات ترجمان القرآن'' کے نام سے شائع کرا دیں۔ (شفیق احمد، مولانا غلام رسول مہر: حیات اور کارنامے، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۸ء، ص ۱۵۷)

''باقیات'' میں شامل ''سورۃ النور'' کے ترجمہ وتفسیر کے علاوہ باقی آیات کی تفسیر ''ترجمان'' کی تیسری جلد کے طور پر نہیں لکھی گئی تھی، بلکہ ان کی متفرق تحریروں میں کچھ آیات قرآن آ گئیں، جن کی تشریح وتفسیر کر دی گئی تھی۔

۲- لاہور: اسلامی اکادمی، ستمبر ۱۹۸۲ء۔ ''ترجمان القرآن'' جلد سوم کی اِس اشاعت پر مولانا غلام رسول مہر نے دکھ کا اظہار کیا کہ ''اِس کا [مولانا آزاد کی تحریروں سے چنی ہوئی] آیات والا پورا حصہ 'باقیات' کی حرف بہ حرف نقل'' ہے۔ اُن کے الفاظ میں:

فرض کیجیے، دو آدمی باہم بے تعلق ہیں اور مولانا آزاد مرحوم ومغفور کی تحریرات سے وہ آیات الگ کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں جن کا تعلق ''ترجمان'' کی تیسری جلد سے تھا، اوران آیات کا محض ترجمہ ہی بالمقابل درج نہیں کرتے، بلکہ ان کی تشریح بھی ساتھ ساتھ لکھتے جاتے ہیں، اور ہر

تشریح مرحوم نے آیات کے ساتھ نہیں لکھی تھی۔ پھر کیا یہ امکان ہے کہ اِس پورے کام کی تکمیل میں ان دونوں کے درمیان ایک فقرے، ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا فرق نہ ہو۔ اگر ہو تو صرف اتنا کہ ایک نے حوالے حاشیے میں درج کیے اور دوسرے کو یہ بہتر معلوم ہوا کہ حوالے ساتھ ساتھ دیتا جائے۔--- اِس سے بڑھ کر یہ کہ (۱) جو حوالے اتفاقیہ مجھ سے قلم زد ہو گئے تھے، صاحب ''جلد سوم'' نے صرف اُنہیں کو چھوڑا۔ (۲) میری کتاب میں کتابت کی جو غلطیاں رہ گئی تھیں (اور ان میں سے بعض نہایت افسوس ناک تھیں) وہ بھی جوں کی توں ''ترجمان سوم'' میں موجود ہیں۔ (۳) اس سے بڑھ کر یہ کہ میں نے آیات کے بعض ٹکڑے درج کر دیے تھے اور غلطی سے ان کا ترجمہ درج نہ کر سکا۔ اِس قسم کے عجائبات ''ترجمان جلد سوم'' میں بھی جا بجا جلوہ افروز ہیں اور عین ''باقیات'' کے مطابق ہیں۔ (غلام رسول مہر، مولانا ابوالکلام آزاد- ایک نادرِ روزگار شخصیت، لاہور، مہر سنز، ۱۹۹۴ء، صفحات ۲۰۱-۲۰۲)

مزید براں مولانا غلام رسول مہر کے نزدیک سورۃ النور سے سورۃ الناس تک زیادہ سے زیادہ ایک تہائی آیات کا ترجمہ اور تشریح مولانا آزاد کی ہے اور دو تہائی اُن کی نہیں، اس لیے اِس کا نام ''ترجمان القرآن جلد سوم'' رکھنا درست نہیں۔

۳- مقدمہ تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مطبوعہ ۱۹۷۶ء (حاشیہ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین)

۴- دیباچہ ترجمہ و تفسیر مولانا عبدالماجد دریابادی، مطبوعہ اگست ۱۹۵۲ء (حاشیہ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین)

۵- مقدمہ تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (حاشیہ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین)

۶- تفہیم القرآن، التوبہ: ۱۱۱-۱۱۲ (حاشیہ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین)

۷- یہاں تقریباً ساڑھے تین صفحات میں ''تفہیم القرآن'' کے جلد بہ جلد اشاعتی کوائف درج کیے گئے ہیں۔

۸- چودھری محمد اکبر (م ۱۹۷۲ء) سورۂ نور تک ترجمہ کر سکے تھے کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اُن کی رحلت کے بعد عبدالعزیز کمال نے اِسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے، تاہم سید مودودی کی رحلت پر ''تفہیم القرآن'' کے ایک دوسرے ترجمے کا آغاز ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے کیا جو اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر (برطانیہ) کی جانب سے Towards Understanding Quran کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ ۲۰۰۱ء تک سات جلدوں میں سورۃ القصص تک ترجمہ اہل علم تک پہنچ چکا ہے، باقی حصے پر کام جاری ہے۔

سید مودودی کی چند کاوشوں

پر

متفرق تبصرے

— ۱ —

ماہنامہ ''حقیقت اسلام'' (لاہور) اپنے وقت کے ایک معروف اشاعتی ادارے ''پیکو لمیٹڈ'' کی جانب سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے سرورق پر ماسٹر محمد احسان کا نام بطور ''مدیر مسئول'' شائع ہوتا تھا۔ اگست ۱۹۳۷ء کے شمارے میں مدیر نے سید مودودی کی ایک اپیل کی تائید میں ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کے حوالے سے حسب ذیل شذرہ قلمبند کیا تھا:

> اُردو ادب کا مفہوم ہمارے نوجوانوں کے ذہن میں یہ ہے کہ اس میں ادنیٰ جذباتِ جنس سے تعرض کیا جائے، اور حسن و عشق کے کہنہ و فرسودہ قصوں کو بار بار دہرایا جائے، حالانکہ زندہ قوموں میں ادب کا درجہ بہت بلند ہوتا ہے۔ اُن کے ہاں اُن کا لٹریچر زندگی اور تقدم کا باعث ہوتا ہے، اور صحیح معنوں میں وہ ایک ایسا مجموعۂ مضامین ہوتا ہے جس میں قائدانہ شان ہوتی ہے۔ وہ نوجوانوں کے خیالات وافکار کی ترجمانی تک محدود نہیں ہوتا، بلکہ وہ ایسا زندہ متحرک اور بیدار کن ہوتا ہے کہ اس کو پڑھ کر ہر شخص اپنے لیے اپنا نصب العین متعین کر سکتا ہے، اور اپنے خیالات میں

Marfat.com

ایک قسم کی مرکزیت محسوس کرتا ہے۔

خود ادب کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس کا تعلق صرف الفاظ کے حسن و قبح سے نہیں، بلکہ اخلاق و عادات سے ہے۔ وہ اشعار اور مضامین جو ہماری زندگی کے کسی حصہ کو حقیقتاً سنوار دیں، وہ ادبی ہیں، اور وہ جو خیالات میں انتشار، افکار میں پراگندگی اور عقائد میں محض الحاد و بے دینی کا باعث ہوں، وہ اور جو کچھ بھی ہوں، ادبی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

رسالہ ترجمان القرآن حیدرآباد سے مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ادارت میں ہر ماہ شائع ہوتا ہے۔ اُن کی اصطلاح میں وہ معارف قرآنی کا ذخیرہ ہے، اور صرف مذہبی اور اصلاحی جریدہ ہے، مگر ہماری رائے میں وہ بہترین ادبی رسالہ ہے جس میں مذہب، تہذیب و تمدن، سیاست و اصلاح کے متعلق بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ترجمان القرآن کے سامنے مخصوص خیالات، متعین نصب العین اور واضح شاہراہ عمل ہے۔ وہ ہر بات میں جچا تلا اندازِ بیان اختیار کرتا ہے۔ ہماری رائے میں قوم کو اس قسم کے ادب کی بے حد ضرورت ہے جو متانت کے ساتھ اُن کے سامنے معارف و حکم پیش کرے، مگر افسوس ہے کہ قوم کی بدمذاقی کی وجہ سے اس کی بھی جان کے لالے ہیں۔ آخر لوگ کیا چاہتے ہیں کہ اسی فضا میں سانس لیں جو ہمارے عہد تنزل و ادبار کی یادگار ہے؟

موجودہ ادب بالکل غیر واقعی، مصنوعی، ہماری زندگی سے غیر متعلق اور مضر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ترجمان القرآن ایسے اونچے پائے کے رسالوں کی سرپرستی اختیار کی جائے۔

مولانا ابوالاعلیٰ صاحب نے ایک تجویز پیش کی ہے کہ اگر کچھ لوگ یک مشت سو سو روپیہ ترجمان القرآن کو دے دیں، اور اس سے جو رقم جمع ہو جائے، اس کو

Marfat.com

ترجمان القرآن میں شائع شدہ مضامین کی اشاعت پر لگا دیا جائے، (یہ مضامین نہایت عمدہ، اعلیٰ اور مسلمانوں کے موجودہ فکری و ذہنی رجحانات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں) تو جو رقم بطور منفعت کے آئے، اس کو ترجمان القرآن کی مزید ترقی کے لیے صرف کر دیا جائے۔ اس صورت میں اُمید کی جاسکتی ہے کہ رسالہ کامیابی کے ساتھ چل نکلے گا، اور بڑی حد تک ہماری مشکلات سے آزاد ہو جائے گا۔

ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس اعلان پر نہایت ہمدردی سے غور کریں۔ یہ حقیقت ہے کہ ترجمان القرآن کی سرپرستی، ذوق، ادب، مذہب اور قوم کی بہترین خدمت ہے۔

— ۲ —

رسالہ **دینیات** پر زیرِ نظر تبصرہ غلام احمد پرویز (م۱۹۸۵ء) کے ماہنامہ ''طلوع اسلام'' (دہلی) میں شائع ہوا تھا جو اُس دور میں دینی و فکری اعتبار سے جمہور مسلمانوں کے نقطۂ نظر کا نمائندہ تھا، اور جناب پرویز کے مقالات سید مودودی کے ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' اور دارالمصنفین - اعظم گڑھ کے ماہنامہ ''معارف'' میں شائع ہوتے تھے۔

حلقۂ طلوع اسلام میں مولانا مودودی صاحب مدظلہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ زیرِ نظر رسالہ انہی کی تالیف ہے، اور ''خصوصیت کے ساتھ ان نوجوانوں کے لیے لکھا گیا ہے جو ہائی اسکولوں کی آخری جماعتوں یا کالج کی ابتدائی منزلوں میں تعلیم پاتے ہوں''۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ میں سے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ خصوصیت کے ساتھ توجہ کا محتاج ہے، اس لیے کہ کفر و الحاد کے جس ماحول میں ان کی تعلیم و تربیت سرانجام پا رہی ہے، اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ مذہب سے بے گانہ ہی نہیں، بلکہ متنفر ہو جائیں۔ پھر بدبختی یہ کہ ہمارے نام نہاد مدارس ''اسلامیہ'' میں جس طریق

Marfat.com

پر دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے، وہ مذہب میں کسی قسم کی کشش پیدا کرنے کے بجائے اکثر اوقات اس سے نفرت کا موجب بن جاتی ہے۔ مولانا صاحب نے ان حالات کو پیش نظر رکھ کر یہ رسالہ تالیف فرمایا ہے، اور کوشش کی گئی ہے کہ طالب علم کو فقہی مسائل رٹانے کی بجائے اس کے دل میں دین کی حکمتِ بالغہ کی عظمت پیدا کی جائے۔ ان کی یہ کوشش بڑی مبارک اور کامیاب ہے۔ اُمید ہے کہ مسلمان اسے بہ نظر استحسان دیکھیں گے۔ رسالہ میں مختصراً عقائد وعبادات کا صحیح صحیح تعارف کرا دیا گیا ہے، اور قرآن کریم کے طرز استدلال کی پیروی کی گئی ہے۔ اس کی خاص ضرورت تھی کہ یہی طریقہ سب سے زیادہ درست اور مفید ہو سکتا ہے۔

(ماہنامہ ''طلوع اسلام''، دہلی۔ اگست ۱۹۳۹ء، ص ۷۹)

—۳—

ماہنامہ ''البیان'' (امرتسر) ''امت مسلمہ ہند۔ امرتسر'' کا ترجمان تھا۔ اسلامی نظامِ حیات میں ''حدیث'' کے مقام کے حوالے سے سید مودودی نے ''امت مسلمہ ہند'' کے قلم کاروں سے اصولی اختلاف کیا تھا، جس کا ذکر زیر نظر مجموعے کے مضمون ''مدرسۃ الاصلاح۔ سرائے میر کے جرائد۔۔۔'' میں کیا جا چکا ہے۔ ''رسالہ دینیات'' پر ''البیان'' نے حسب ذیل تبصرہ شائع کیا تھا۔ تبصرے میں ''امت مسلمہ ہند'' کے مخصوص افکار کی جھلک نمایاں ہے۔

یہ کتاب دیباچہ کے علاوہ سات ابواب پر مشتمل ہے جن میں اسلام، ایمان اور اطاعت، نبوت، ایمان مفصل، عبادات، دین اور شریعت کے احکام کے متعلق مولویت سے بالاتر ہو کر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب بحیثیت مجموعی اچھی ہے اور اِس قابل ہے کہ مسلمان اِس کا بغور مطالعہ کریں۔

اِس ضمن میں ہمیں دو ایک اُمور کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ صفحہ ۵۷ پر

مودودی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ پچھلے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کے بھی صحیح اور معتبر حالات آج کہیں نہیں ملتے۔ یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس زمانے میں پیدا ہوئے؟ کہاں پیدا ہوئے؟ کیا کام اُنہوں نے کیے؟ کس طرح زندگی بسر کی؟ کن باتوں کی تعلیم دی اور کن باتوں سے روکا؟ یہی اُن کی موت ہے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، کیونکہ اُن کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے۔

افسوس کہ ہم اِس بات سے متفق نہیں ہیں، کیونکہ بنی نوع انسان کی تعلیم کے لیے جس قدر انبیاء کے معتبر اور صحیح حالات کی ضرورت تھی، وہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جمع فرما دیے ہیں اور اِس باب میں باقی تمام کتابوں سے ہمیں مستغنی کر دیا ہے، یعنی اگر مودودی صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی زندگی سے مراد اُن کی تعلیم ہی کا زندہ ہونا ہے تو پھر قرآن میں تو اُن کی تعلیم پوری زندگی کے ساتھ موجود ہے، لہٰذا وہ سب کے سب زندہ ٹھہرے۔ ایک مقام پر، یعنی صفحہ ۷۹ پر خود مؤلف نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ ''قرآن کوئی نئی اور انوکھی کتاب نہیں ہے، بلکہ اُس تعلیم کو زندہ کرنے کے لیے بھیجی گئی ہے جس کو پہلے زمانہ کے لوگوں نے بھلا دیا تھا''۔

اور اگر بقول مؤلف فی الواقعہ انبیائے سابقین زندہ نہیں تھے اور اُن کی تعلیم فی الواقعہ مردہ ہو گئی تھی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کبھی یہ حکم نہ دیتا کہ ملت ابراہیمؑ حنیف کی پیروی کرو! کیا مودودی صاحب کے نزدیک اس وقت حضرت ابراہیم کی تعلیم موجود تھی؟ قطعاً نہیں! لیکن وہی تعلیم چونکہ قرآن حکیم کے ذریعے زندہ کر دی گئی تھی، اِس لیے اس کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ دوسرے تمام انبیاء کی تعلیم بھی اسی طرح وحی کے ذریعے دوبارہ زندہ کی گئی۔

مودودی صاحب کے ان الفاظ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ دوسرے پیغمبروں کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں''!

Marfat.com

مؤلف کا یہ عقیدہ کہ ''جب ایک نبی زندہ اپنے عہدے پر موجود ہو، تو دوسرا نبی کیسے آ سکتا ہے؟'' بھی از روئے قرآن درست ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ایک ہی وقت میں ایک نبی کی زندگی میں کئی کئی نبی مبعوث ہوتے رہے ہیں، البتہ یہ صحیح ہے کہ چونکہ دین مکمل ہو چکا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اِس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمالیا ہے، لہٰذا اب کسی اور نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

آپ کا یہ فرمان بھی قرآن حکیم میں نہیں ملتا کہ ''اللہ تعالیٰ نے امیروں کی دولت میں غریبوں کے لیے کم از کم اڑھائی فی صد حصہ (زکوٰۃ) مقرر کر دیا ہے''۔ غریبوں کے لیے خیرات یا انفاقِ مال کا حکم تو بے شک قرآن مجید میں موجود ہے، مگر آپ نے ۲ $\frac{1}{2}$ فیصد کی تخصیص کہاں سے پیدا کر لی؟

صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں کہ ''تمام دُنیا کی قوموں کو ہدایت کی گئی ہے کہ قرآن پر ایمان لائیں اور تمام کتابوں کو چھوڑ کر صرف اسی ایک کتاب کی پیروی کریں، کیونکہ انسان کو خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے جس قدر ہدایات کی ضرورت ہے، وہ سب اِس میں بے کم و کاست بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ کتاب آ جانے کے بعد کسی دوسری کتاب کی حاجت ہی باقی نہیں رہی''۔ کاش مسلمان اِس حقیقت پر غور کریں۔ زید، بکر، عمرو کی قصہ کہانیوں اور ''بدل قرآن'' کو چھوڑ کر حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں اور فلاحِ دارین حاصل کریں''۔

حج کے متعلق آپ کا یہ ارشاد بہت خوب ہے کہ ''حج اگر ایک طرف خدا کی عبادت ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ تمام دُنیا کے مسلمانوں کی کانفرنس بھی ہے اور مسلمانوں کی قوم میں اتحاد پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے''۔ — واقعی اگر مسلمان حج کے اِس مقصد عظیم کو پیش نظر رکھتے تو یوں دُنیا میں ذلیل وخوار نہ ہوتے۔ (ط)

(ماہنامہ ''البیان''، نومبر ۱۹۳۹ء، صفحات ۶۲-۶۴)

Marfat.com

۴

کلیہ جامعہ عثمانیہ-حیدرآباد کے سہ ماہی ''مجلّہ عثمانیہ'' کے مدیر سید مبارز الدین رفعت (۱۹۱۸-۱۹۷۶ء) نے ''دکن کی سیاسی تاریخ'' کی اولیں اشاعت (دارالاشاعت سیاسیہ-حیدرآباد دکن، مارچ ۱۹۴۴ء) پر حسب ذیل تبصرہ شائع کیا تھا۔

مولانا مودودی کی یہ تصنیف جو غالباً اُن کی ابتدائی تصنیف ہے، دولت آصفیہ کے آغاز کی تاریخ ہے۔ گویا اس سوال کا مفصل جواب ہے کہ وہ سیاسی ماحول اور وہ سیاسی اسباب کیا تھے جن کے تحت ہماری مملکت ابد مدت کا سنگ بنیاد حضرت آصف جاہ اول کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا تھا۔ کتاب کراؤن سائز کے تین سو گنجان صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اِس میں تین باب ہیں۔ پہلے باب میں نظام الملک اور اُن کے خاندان سے بحث کی ہے۔ دوسرے باب میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہندوستان کی سیاست میں جو بحران آیا تھا، اِس کا اجمالی حال ہے اور پس منظر میں ان حالات کو رکھ کر آصف جاہ اول کی خدمات پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ تیسرے باب میں خودمختاری کے بعد سے حضرت نظام الملک کی زندگی کے آخر تک جو جو اہم سیاسی واقعات پیش آئے، ان کا حال درج ہے۔

ظاہر ہے کتاب بڑی محنت سے لکھی گئی ہے اور اس کی تالیف میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں قسم کے ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ہر باب کے آخر میں ماخذوں کی فہرست بھی دے دی ہے۔ جو حضرات مولانا کی کتاب ''حکومت برطانیہ اور دولت آصفیہ'' پڑھ چکے ہیں، وہ مولانا کی اِس کتاب کی خوبیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ایک نقشہ بھی دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ایک مستقل عنوان کے تحت اِس کی تشریح بھی درج ہے۔

Marfat.com

ایک چیز جو ہمیں کھٹکی، وہ اِس کتاب کا بھونڈا سرورق ہے۔ کتابت واضح ہوتی اور کاغذ اچھا لگایا جاتا تو اچھا تھا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہے، غنیمت ہے۔

تاریخ دکن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے عموماً اور مملکت آصفیہ کی رعایا کے لیے خصوصاً یہ ایک معلومات آفرین تحفہ ہے۔

(''مجلّہ عثمانیہ- حیدرآباد دکن، جلد ۱۷، شمارہ ۲-۳، ۱۹۴۵ء، ص ۲۵۹)

انتساباتِ کتب

بنام

سید مودودی

علمی دُنیا کی یہ معروف روایت ہے کہ اہل قلم اپنی تحقیقات وتخلیقات کا انتساب اپنی پسندیدہ شخصیتوں کے نام کرتے ہیں۔ سید مودودی کے بعض معاصرین نے اپنی علمی کاوشوں کا انتساب اُن کے نام کیا ہے۔ ذیل میں چند ایسے ہی اہل قلم اور اُن کے ''انتسابات'' کا ذکر کیا جاتا ہے۔

٭بشیر احمد ڈار

بشیر احمد ڈار (۱۹۰۸-۱۹۷۹ء) کو فلسفے، مسلم فکر و دانش اور بالخصوص اقبالیات سے دلچسپی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد، ان کے حین حیات فلسفے اور اقبالیات کے حوالے سے ہونے والی تقریباً ہر سرگرمی میں اُن کا حصہ کسی نہ کسی طور پر رہا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ-لاہور اور بزم اقبال-لاہور کی داغ بیل ڈالی گئی تو خلیفہ عبدالحکیم اور پروفیسر ایم-ایم-شریف نے اُنہیں فیلو منتخب کر کے دونوں اداروں کے مجلّات ''ثقافت'' اور ''اقبال'' کی ادارت میں اُنہیں شریک کر لیا۔ پاکستان فلاسوفیکل کانگرس (تاسیس ۱۹۵۴ء) کے اساسی رکن تھے، آخر حیات تک اِس کے معتمدِ نشر و اشاعت رہے اور اِس کا ''جرنل'' مرتب کرتے رہے۔ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۰ء تک ڈار صاحب اقبال اکادمی پاکستان-کراچی کے ڈائریکٹر رہے۔ متعدد قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں

میں شریک ہوئے، اور قلم وقرطاس کے ذریعے علمی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اُن کی شخصیت کے بارے میں لکھا ہے:

> اہل علم کی کچھ قسمیں ایسی ہیں جن کے اندر علم وفن کا خزانہ بھرا رہتا ہے، مگر اس کو دبا کر رکھنے ہی میں اپنی بلندی تصور کرتے ہیں۔ بشیر احمد ڈار صاحب کے ساغر میں علم وفن کی مے بھری رہتی، مگر اس کو ہر جگہ چھلکتے ہوئے دیکھنا پسند نہ کرتے، وہ دوسروں کی گفتگو سے لطف لیتے، مگر خود شناسی سے بے نیاز ہو کر اپنی علمی خودی کی بے خودی سے دب کر خاموش بیٹھے ہی رہنا پسند کرتے ا۔

ان کے علمی سرمائے میں اُردو اور انگریزی میں کم وبیش ڈیڑھ درجن کتابیں، اور متعدد مقالات شامل ہیں۔ اُنہوں نے علامہ اقبال کی منظومات ـــــ ''رموزِ بے خودی''، ''گلشن راز جدید و بندگی نامہ''، ''پس چہ باید کرد'' اور ''خطاب بہ جاوید'' ـــــ کے انگریزی تراجم، علامہ کی متفرق تحریروں کے مجموعوں ـــــ ''انوارِ اقبال'' (کراچی: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۶۷ء)، Letters and Writings of Iqbal (کراچی: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۶۷ء) اور Letters of Iqbal (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۸ء) ـــــ کی ترتیب وتدوین کے ساتھ علامہ اقبال کے فکر وفلسفہ پر چند وقیع کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ ''حکمائے قدیم کا فلسفہ اخلاق'' (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۵۸ء) اور Religious Thought of Sayyid Ahmad Khan (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۱ء اشاعت دوم) بھی اپنے موضوع پر ان کی عمدہ کاوشیں ہیں۔

بشیر احمد ڈار جماعت اسلامی پاکستان کی تنظیم سے کبھی وابستہ نہیں رہے، اور نہ کبھی اُنہوں نے اِس کی سیاست ہی میں حصہ لیا، مگر وہ سید مودودی کی فکری اور تجزیاتی نگارشات کے خوشہ چین تھے۔ تحریک پاکستان کے آخری برسوں میں اُنہوں نے Why Pakistan? (لاہور: اسلامک بک سروس، اشاعت دوم، ۱۹۷۸ء) کے نام سے مطالبۂ پاکستان کی تائید میں ایک کتاب لکھی

Marfat.com

تھی۔اس کتاب کا مختصر سا دیباچہ یہ تھا:

This book needs no apology. It is intended to answer an important question too often asked by the unsophisticated poeple of India– Why Pakistan? It is meant to provide the political and social background of the events which led the Muslim Nation of India to demand separate sovereign states for themselves.

It analyses, most critically, yet impartially, the ideals for which the Hindu Congress stands today – as an embodiment of Brahmanic traditions of social inequality, political blackmailing, economic strangulation and religious persecution of the common people of India.

Lastly it gives an ideological content to the League's demand of Pakistan – an experimental laboratory from where people can learn ways of real peace, prosperity and eternal happiness.

I am glad to acknowledge my indebtedness to Maulana Maududi's books which helped me in several respects.

(ترجمہ: اِس کتاب کے لیے کسی اعتذار کی ضرورت نہیں۔[اس کے ذریعے] ایک اہم سوال کا جواب دینا پیش نظر ہے جو ہندوستان کے سادہ لوح لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ پاکستان کیوں؟ کتاب کا مقصد یہ ہے کہ ان واقعات کا سیاسی اور سماجی پس منظر بیان کر دیا جائے جو اس امر کا باعث بنے ہیں کہ ہندوستان کی مسلم قوم اپنے لیے جداگانہ آزاد ریاستوں کا مطالبہ کرے۔

یہ کتاب از حد ناقدانہ، مگر غیر جانبدارانہ طور پر اُن آدرشوں کا تجزیہ کرتی ہے جن کے لیے آج ہندو کانگرس کام کر رہی ہے۔— کانگرس ہندوستان کے عام آدمی کے لیے مذہبی جکڑ بندیوں، اقتصادی اختناق، سیاسی بلیک میلنگ اور سماجی اونچ نیچ کی

Marfat.com

برہمن روایات کی تجسیم ہے۔

آخرالامر یہ کتاب [آل انڈیا مسلم] لیگ کے مطالبۂ پاکستان کے لیے نظریاتی مواد فراہم کرتی ہے، — [پاکستان جو] ایک ایسی تجربہ گاہ [ہوگی] جس سے لوگ حقیقی امن، خوشحالی اور دائمی مسرت کے طریقے سیکھ سکتے ہیں۔

میں مولانا مودودی کی کتابوں سے اپنے استفادے کا اعتراف کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں۔ ان کتابوں نے متعدد جہتوں سے میری مدد کی)۔

بشیر احمد ڈار نے Why Pakistan? کے مآخذ و مصادر میں سید مودودی کی تالیف ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' کے تینوں حصوں کا ذکر کیا ہے۔

بشیر احمد ڈار نے ۱۹۴۴ء میں A Study in Iqbal's Philosophy مکمل کی، اس کی اشاعت ثانی (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۱ء) پیش نظر ہے جو ان الفاظ میں سید مودودی کے نام معنون ہے:

To

MAULANA ABUL ALA MAUDUDI

روح اقبال از برایش می تپید
آخر آں دانای راز آمد پدید
چشمِ حق بیں اندریں عصرِ جدید
ہمسرِ سید ابوالاعلیٰ ندید[۲]

The Spirit of Iqbal yearned for him, At last that Man of Vision appeared. In the modern age the discoris eye does not see a peer of Sayyid Abul A'la.

Sadiq Sarmad in Majalla-i Yaghma(1954).

Marfat.com

٭ حکیم محمد شریف مسلم امرتسری

حکیم محمد شریف امرتسری (جنڈیالہ گورو ضلع امرتسر: ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء- حافظ آباد: ۱۴ جون ۱۹۹۱ء) کے والد تو تاجر پیشہ بزرگ تھے، البتہ اُن کے تایا مولانا حافظ شیخ خیرالدین امرتسر کے مشہور عالم تھے۔ اُن کی مسجد ''مسجد خیرالدین'' کا شہرہ دور دور تک تھا۔ حکیم محمد شریف نے امرتسر کے نامور اطباء حکیم فقیر محمد، حکیم غلام جیلانی اور حکیم فضل الٰہی سے علم طب سیکھا۔ ۱۹۴۳ء میں طبیہ کالج - لاہور سے ''حکیم حاذق''، اور ۱۹۴۵ء میں طیبہ کالج - دہلی کی امرتسر شاخ سے ''کامل الطب والجراحت'' کی سند حاصل کی تھی۔ اُنہوں نے امرتسر میں مطب کا آغاز کیا، مگر قیام پاکستان پر امرتسر سے حافظ آباد آ گئے۔

سید مودودی سے اُن کے روابط کا آغاز ۱۹۴۶ء میں اس وقت ہوا، جب وہ جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے۔ حافظ آباد میں جماعت اسلامی کے ابتدائی کارکنوں میں سے تھے۔ ۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سید مودودی اپنے ساتھیوں — مولانا امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل محمد — کے ساتھ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند کیے گئے، اور اُن کی یہ نظر بندی تقریباً ۲۰ ماہ پر پھیل گئی۔ آخر یہ تینوں حضرات ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کو رہا ہوئے۔ اِس زمانہ اسارت میں تینوں حضرات نے اپنے معالج حکیم محمد شریف امرتسری، دوسرے اعزہ واحباب اور حکومتی کارپردازوں کو خطوط لکھے۔ حکیم محمد شریف امرتسری نے کوشش کر کے خطوط یک جا کیے اور انہیں ''مکاتیبِ زنداں'' کے نام سے مرتب کیا۔ پہلی اشاعت مکتبہ چراغ راہ - کراچی کی جانب سے جون ۱۹۵۲ء میں سامنے آئی ۳۔ حکیم صاحب نے اپنی کاوش کا انتساب اِن الفاظ میں لکھا ہے:

ہدیہ
بخدمت گرامی
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدظلہ

Marfat.com

میری محبت اور عقیدت کا دیرینہ تقاضا تھا کہ میں اپنی کوئی عزیز ترین متاع آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کروں۔ سالوں کی تلاش اور فکر کے بعد آخر کار دل نے اِس بات کی گواہی دی کہ آپ اور آپ کے رفقائے کار نے سنت یوسفی پر عمل پیرا ہونے کے دوران میں جن گراں بہا تاثرات کا وقتاً فوقتاً اظہار کیا، انہی کو ایک نقش دوام کی صورت میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز کیش

حکیم محمد شریف امرتسری

حافظ آباد

حکیم صاحب ۱۹۵۰ء میں جماعت سے الگ ہو گئے، لیکن سید مودودی سے اُن کی محبت و اخلاص میں کوئی کمی نہ آئی۔ اُنہوں نے ''مکاتیب زنداں'' کے بعد اپنے نام سید مودودی کے خطوط کا ایک دوسرا مجموعہ ''مکتوبات سید ابوالاعلیٰ مودودی'' (البدر پبلی کیشنز - لاہور، جنوری ۱۹۸۶ء) کے نام سے مرتب کیا۔

٭عابد رضا بیدار

جناب عابد رضا بیدار نے اپنی تحقیق و جستجو میں جن مشاہیر ادب کی گم گشتہ تحریروں کا سراغ لگایا، اور اُنہیں رسائل و جرائد کے ذریعے وقتاً فوقتاً پیش کیا، اِن میں سید مودودی بھی شامل ہیں۔ جناب بیدار نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریروں کا ایک انتخاب ''آزاد ــــ ایک عظیم صحافی'' کے عنوان سے مرتب کیا، اور یہ انتخاب جب ماہنامہ ''برہان'' (دہلی) میں شائع ہوا تو اِس کے آغاز میں اُنہوں نے لکھا:

Marfat.com

اگر میری ترتیب سچ مچ کسی قابل ہوتی تو میں اِس کا انتساب کرتا، اپنے عہد کے سب سے بڑے صحافی اور سب سے بڑے مسلمان سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نام جس کی تحریک سے مجھے شدید اختلاف ہے، مگر جس کے خلوص کی قسم کھائی جا سکتی ہے اور جس کے ''جنوں سے سودا کرنے'' کے بانکپن نے اس سے اختلاف کرنے والوں کو بھی کچھ کر جانے کا حوصلہ بخشا ہے[۴]۔

بعدازاں حک واضافہ کے ساتھ، جب یہ انتخاب ''رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز۔ رامپور'' کی جانب سے بصورتِ کتاب شائع ہوا تو جناب بیدار نے وطن پرستی کے تحت اِس کا انتساب کسی ''پاکستانی'' کے نام پسند نہ کیا، اور اپنی ''تحقیق دوستی'' کے پیش نظر انتساب معروف محقق قاضی عبدالودود کے نام کر دیا، تاہم اولیں انتساب کا تذکرہ اس میں موجود ہے۔ ''نئے انتساب'' کی مکمل عبارت دلچسپی سے خالی نہیں، یہ عبارت ذیل میں من وعن نقل کی جاتی ہے:

یہ کتاب میری اب تک کی منتشر کوششوں سے کس قدر ہٹی ہوئی ہے۔ — ایک حد تک ذہنی شیرازہ بندی کی جانب پہلا اقدام ہے، اور اس لیے اس کا انتساب بھی مجھے عزیز تر ہو گیا ہے۔ کئی نام ذہن کے گوشوں میں بیک وقت ابھرتے ہیں۔
شورش کے نام انتساب اِس کتاب پر کیسا سجتا! جو مولانا کی وفات کی خبر سن کے پہلی ہوائی اڑان سے لاہور سے دہلی پہنچا تھا کہ آخری دیدار سے محروم نہ رہ جائے، جو دشمن ملک کے وزیر تعلیم اور تصورِ پاکستان کے ان تھک مخالف کے ''تبرکات'' ہزاروں پاکستانیوں کے سامنے فخر وغرور کے ساتھ پیش کرتا رہتا ہے، جسے مولانا لکھا کرتے تھے:

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

اور جس کے لیے دو صدیاں پہلے خدائے سخن نے کہا تھا:

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

مولانا مہر کے نام انتساب میں کتنی عظمت آ جاتی! جو شورش کی طرح مولانا کے مخالفوں کی سرزمین پر بیٹھے مولانا کے نام کی مالا جپتے رہے، مولانا کے ساتھ جن سے زیادہ طویل مخلصانہ تعلقات کا دعویٰ علمی دُنیا کا کوئی فرد بھی نہیں کر سکتا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نام انتساب میں ''الہلال'' والے مولانا سے کتنی ہم آہنگی ہو جاتی! ''الہلال'' ہی کے بعض انتخاب پیش کرتے ہوئے میں نے ایک بار لکھا تھا، اگر یہ تالیف کسی قابل ہوتی تو میں اِس کا انتساب کرتا اپنے عہد کے سب سے بڑے صحافی اور سب سے بڑے مسلمان سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نام، جس کے طرزِ فکر سے اختلاف رکھنے کے باوجود جس کے ''جنوں سے سودا کرنے'' کے بانکپن نے مجھے کچھ کر جانے کا حوصلہ بخشا ہے!

لیکن میں اسے کسی پاکستانی کے نام نہیں کروں گا، اِس لیے کہ وہ میری زندگی میں شریک نہیں ہے، نہ میرا دکھ اس کا دکھ ہے نہ میرا سکھ اس کا سکھ! بسا اوقات، یا شاید ہمیشہ، میرے ملک کا قحط اُس کے ملک کا جشن چراغاں بن جاتا ہے اور میرے ملک کی خوشی اس کے یہاں کی مجلس ماتم! اور اپنے یہاں بھی یہی ہوتا ہے!! اب ہم تم دو الگ قوم بن چکے ہیں۔ دوستو! تقدیر کی بساط پر ہم دونوں جواری بازی ہار چکے ہیں۔

عزیزو، بے اختیار ہونے میں کچھ نہیں اختیار اپنا؛
ایک عزیز ترین نام ابھرتا ہے،
ذاکر حسین خان!

Marfat.com

مولانا سے اِس نام کے کتنے رشتے نکلتے ہیں! اِس اک چراغ سے کتنے چراغ جل اٹھے، لیکن ایک کے سامنے سب کی روشنی ماند پڑ گئی، پر میں ان کے بارے میں ابھی تک کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا ہوں، اور بعض اُمور میں مطمئن بھی نہیں۔ — یوں اِس دُنیا میں کوئی سب کو خوش بھی کہاں تک رکھ سکتا ہے! اپنی شدید جذباتی وابستگی (بیادِ علی گڑھ) کو اپنی احتیاط پر قربان کر کے یہاں بھی قلم روک کے لیتا ہوں۔ — اور اِس کا انتساب سچ کے نام کرتا ہوں، جو سچ ہے، پورا پورا سچ، اور سچ کے سوا کچھ بھی نہیں!

اور سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے، تیکھا ہوتا ہے، دیر ہضم ہوتا ہے۔

جس کے لیے دوست اور دشمن یکساں ہوتا ہے۔

جو بے نیام ہوتا ہے، بے لاگ ہوتا ہے، اور بے زنہار!

اور اگر کوئی کڑواہٹوں کو شربت بنا کے پی جائے تو، کتنی ہی آنے والی اندھیری راہوں کی روشنی!

کتنا جھوٹ ہے اِس دُنیا میں، کتنی فریب کاری! کتنی مصلحت شناسی، کتنی مصالحتیں، کتنی سازشیں، کتنی سودے بازیاں، کتنے ادھورے سچ اور کس کس سطح پر!! اور کوئی ایک، تنہا، اکیلا، ان تھک سچ اِس سب کا کفارہ بن کے پوری دُنیا کو جیسے اپنی پیٹھ پر روکے رہتا ہے کہ یہ کہیں نیچے نہ آن پڑے اور پھر عمیق ترین پستیوں میں پہنچ کے ہمیشہ کے لیے دفن نہ ہو جائے، کوئی ایک سچ؛ تنہا؛ اکیلا! جو ہر زمانہ میں اور ہر جگہ کسی نہ کسی روپ میں کسی نہ کسی نام سے موجود رہا ہے۔ میرے زمانے میں اِس کا نام ہے:

قاضی عبدالودود

سچ، صرف سچ، اور سچ کے سوا کچھ بھی نہیں!

''آزاد: ایک عظیم صحافی'' کے بعد ''رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز-رام پور'' کی جانب سے ۱۹۷۰ء میں عابد رضا بیدار کی مرتبہ کتاب ''مشاہیر کے اولیں صحیفے'' سامنے آئی جس میں ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا ابوالکلام آزاد، سید مودودی، محمد حسین آزاد اور پنڈت رتن ناتھ سرشار کی اولیں دستیاب تحریریں یک جا کی گئی تھیں۔ جناب بیدار کی تحقیق کے مطابق ''حوادثِ سمرنا کے متعلق اتحادی کمیشن کی رپورٹ'' کے ترجمے کے ساتھ شائع ہونے والا ایک تعارفی صفحہ سید مودودی کی اولیں دستیاب تحریر تھی۔ اُن کے الفاظ میں:

> مولانا مودودی نے جب سمرنا والا کتابچہ لکھا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی۔ یہ بیشتر تو ترجمہ ہی ہے، لیکن آخری صفحہ اُن کی اپنی ''تصنیف'' ہے۔ اس لحاظ سے ---اس میں ترجمہ اور تصنیف یا ذاتی اسلوب دونوں کے نمونے مل جاتے ہیں ۵۔

''مشاہیر کے اولیں صحیفے'' میں ''حوادث سمرنا کے متعلق اتحادی کمیشن کی رپورٹ'' مکمل نقل کی گئی ہے، تاہم تعارف [تقریب] میں جناب بیدار نے یہ لکھنا بھی ضروری خیال کیا:

> مودودی صاحب کی زیرِ نظر تصنیف سے قبل کی کوئی باقاعدہ تصنیف مجھے ابھی نہیں ملی ہے۔ ''معارف'' کے پرچوں میں اپنے نانا قربان علی بیگ سالک تلمیذ غالب کی دو ایک چیزیں چھپوانے کا ادبی گناہ، البتہ اُن سے ایک دو سال پہلے سے سرزد ہوتا رہا تھا۔ مولانا اپنی دینی بصیرت اور اپنے افکار کے لیے تو ایک بڑے حلقہ میں مشہور ہیں ہی، لیکن خود اردو نثر کی تاریخ میں بھی اُن کا مقام محفوظ ہے۔ اور بعضے تو اُنہیں ایک صاحب طرز ادیب بھی مانتے ہیں، (اگرچہ میں اس سے متفق نہیں ہوں) ۶۔

٭ محمد وسیم انجم

محمد وسیم انجم نے سید مودودی کے ایک معتقد ڈاکٹر رحیم بخش شاہین (م ۱۹۹۸ء) کا مجموعۂ کلام ''شہرِ جمال'' مرتب کیا تو اس کا انتساب ان الفاظ میں لکھا:

Marfat.com

علامہ اقبال، سید مودودی اور عارف سیالکوٹی کے نام

انتساب کی معنویت جناب انجم نے اپنی تعارفی تحریر میں یوں واضح کی ہے: ''ڈاکٹر [شاہین] صاحب کو علامہ اقبال سے انتہائی عقیدت و محبت تھی اور وہ مولانا مودودی سے نظریاتی ہم آہنگی رکھتے تھے، جبکہ عارف سیالکوٹی شعر و سخن کے استاد ہیں اور انہوں نے ڈاکٹر شاہین صاحب کی شاعری کی اصلاح فرمائی''۷۔

ڈاکٹر شاہین کے سرمایۂ تالیف و تصنیف میں اقبال، قائداعظم اور سید مودودی کی گفتگوؤں، تقریروں اور متفرق تحریروں کے مجموعے شامل ہیں۔ اُنہوں نے اپنی کنیت ''ابو طارق'' استعمال کرتے ہوئے دو جلدوں میں سید مودودی کے انٹرویو مرتب کیے تھے۸۔ سید مودودی کے فکر و سوانح پر اُن سے چند متفرق تحریریں بھی یادگار ہیں۔

ان کے استاد عارف سیمابی (اصل نام، فقیر محمد خان) سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ سیماب اکبرآبادی کے شاگرد تھے، اور اُن کی نسبت سے ''سیمابی'' کہلاتے تھے۔ جناب سیمابی نے گورڈن کالج - راولپنڈی میں تعلیم حاصل کی تھی، اور سرکاری ملازمت سے منسلک رہے تھے۔ فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ اداروں میں پڑھاتے بھی رہے۔ ۲۲ مئی ۱۹۸۷ء کو تقریباً ستر برس کی عمر میں راولپنڈی میں فوت ہوئے۔

* سید علی مظہر نقوی

مولانا عامر عثمانی (م ۱۹۷۵ء) دارالعلوم دیوبند کے نامور فاضل تھے اور ان کا ماہنامہ ''تجلی'' (دیوبند) اصلاحِ عقائد و رسوم کے اس مشن کا علمبردار تھا جو ولی اللہی تحریک اور دارالعلوم دیوبند کے منتسبین کا امتیاز سمجھا جاتا ہے، تاہم وہ عقیدت مندانہ اکابر پرستی سے کوسوں دور تھے۔ اُنہوں نے جماعت اسلامی اور اس کی دعوت کے بارے میں اپنے بعض بزرگوں اور اساتذہ سے بہ شدت

Marfat.com

اختلاف کیا اور بلاخوفِ لومۃ لائم اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۶ء کے درمیان اُنہوں نے سید مودودی اور جماعت اسلامی کے حوالے سے جو کچھ لکھا، اس کا ایک حصہ جناب سید علی مطہر نقوی نے ''جماعت اسلامی کا جائزہ[۹]'' کے نام سے مرتب کیا، اور اس کا انتساب ان الفاظ میں لکھا:

شورشِ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

میں اس ناچیز کاوش کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی طرف منسوب کرتا ہوں جنہوں نے مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر باطل نظام کا ہر سطح پر مقابلہ کیا۔
تعلیمی مراکز کو مغرب اور کمیونزم کے غلبہ سے نجات دلائی اور مسلم نوجوانوں کو شعوری طور پر اسلام کا شیدائی بنا کر خلافت راشدہ اور فاروقی دور کی واپسی کی دوبارہ راہ ہموار کر دی جس سے ملت اسلامیہ کا ہر طبقہ قطعاً مایوس ہو چکا تھا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حواشی

۱- ماہنامہ ''معارف'' (اعظم گڑھ)، جولائی ۱۹۷۹ء، ص ۶۰

۲- ڈار صاحب نے اِس قطعے کو صادق سرمد کی جانب منسوب کیا ہے، اور انہی پر اعتماد کرتے ہوئے راقم الحروف نے ''اقبال اور مودودی'' (مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۷۷ء) میں اِسے نقل کیا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اشعار قاری سید تجمل علی نقوی رزمی امروہوی کے ہیں جو ماہنامہ ''چراغِ راہ'' (کراچی) کے ''احتجاج نمبر'' بابت اکتوبر-نومبر ۱۹۵۳ء میں شامل اُن کی نظم ''مردِ امروز'' کا حصہ ہیں۔ اِس نظم کا انتخاب سید مودودی کی یاد میں مرتبہ ان مجموعہ ہائے منظومات میں بھی شامل ہے: ابوسعید قادری، مرد امروز، فرینڈز پبلی کیشنز- ملتان، (س-ن)، صفحات ۲۴-۲۶، عارف دہلوی، مولانا مودودی- شعراء کی نظر میں، اعلیٰ

Marfat.com

پبلی کیشنز۔کراچی،اکتوبر۱۹۷۲ء،ص ۷

۳۔ دوسری اشاعت: ادارہ معارف اسلامی - لاہور،۱۹۸۳ء، ۲۰۸ صفحات۔ جناب نعیم صدیقی نے اِس اشاعت پر ''جب وہ ملتان جیل میں تھے: 'مکاتیب زنداں'، کی اشاعت ثانی کے لیے چند سطور'' کے زیر عنوان دو صفحوں کا اضافہ کیا ہے۔

۴۔ ماہنامہ ''برہان'' (دہلی)،اکتوبر۱۹۵۹ء،ص ۲۲۳

۵۔ عابد رضا بیدار، مشاہیر کے اولیں صحیفے، رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز۔رام پور،۱۹۷۰ء،ص ۶۷

۶۔ ایضاً،ص ۶۹

۷۔ محمد وسیم انجم (مرتب)، شہر جمال (مجموعہ کلام رحیم بخش شاہین)، راولپنڈی: انجم پبلشرز،۲۰۰۱ء

۸۔ مولانا مودودی کے انٹرویو، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز،۱۹۷۶ء،۵۳۲ صفحات۔ مولانا مودودی کے انٹرویو، حصہ دوم، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز،۱۹۸۷ء،۳۳۶ صفحات۔

۹۔ کراچی: مکتبہ الحجاز پاکستان، ۱۹۹۸ء،۲۴۳ صفحات۔ مزید مضامین کے اضافے کے ساتھ اس مجموعے کی دوسری اشاعت نومبر ۲۰۰۱ء میں پیش کی گئی۔

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

ابوالاعلیٰ مودودی، سید [ادارتی شذرہ برمقالہ] ''امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی''، ترجمان القرآن (لاہور)، اپریل ۱۹۴۰ء

[تبصرہ] براہین وحی (مرتبہ محمد اقبال سلمانی)، ترجمان القرآن (لاہور)، جولائی-اگست ۱۹۴۵ء

''تجدد کا پائے چوبیں''، ترجمان القرآن (حیدرآباد)، جولائی ۱۹۳۳ء

تنقیحات، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء

دین حق، حیدرآباد دکن: دفتر دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ، ۱۹۴۵ء

''رفع شبہات''، ترجمان القرآن (لاہور)، ستمبر-نومبر ۱۹۴۱ء

ہفت روزہ مسلم (دہلی)، ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء، یکم مارچ ۱۹۲۲ء، ۱۶ اپریل ۱۹۲۲ء

[ترجمہ] المسئلۃ الشرقیہ، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۹۴ء

مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی دیکھیے: عاصم نعمانی

مکتوب بنام عبدالماجد دریا بادی، صدقِ جدید (لکھنؤ)، ۲۳ جولائی ۱۹۶۵ء

Marfat.com

مکتوب بنام فرمان فتح پوری، ''نگار پاکستان (کراچی)، نیاز نمبر، حصہ دوم، مئی- جون ۱۹۶۳ء

''مولانا محمد علی: ایک پرانی داستان''، علی برادران (مرتبہ سید رئیس احمد جعفری)، لاہور: محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۳ء

مکتوب بنام فرمان فتح پوری، نگار پاکستان (کراچی)، نیاز نمبر، حصہ دوم، ۱۹۶۳ء

ابوالخیر مودودی، سید — ''نیاز آخرالزماں: چند یادیں، چند تاثرات''، نگار پاکستان (کراچی)، ستمبر ۱۹۶۳ء، ص ۶۳-۶۵

''نیاز فتح پوری''، نقوش (لاہور)، شخصیات نمبر، حصہ اوّل، جنوری ۱۹۵۵ء، ص ۶۰۴-۶۰۸

ابوالکلام آزاد — ترجمان القرآن، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۲ء

ابوراشد فاروقی — اقبال اور مودودی، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۷۷ء

ابوسعید قادری — مردِ امروز، ملتان: فرینڈز پبلی کیشنز، س-ن

ابوطارق ایم-اے — مولانا مودودی کے انٹرویو، [حصہ اول]، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء

مولانا مودودی کے انٹرویو، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء

احمد خان — قرآن کریم کے اُردو تراجم: کتابیات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء

اخلاق حسین قاسمی، سید — دلّی کی برادریاں، کراچی: مکتبہ رشیدیہ، ۲۰۰۰ء

مودودی صاحب کی تفسیر پر محققانہ نظر، دہلی: انڈیا پبلشنگ ہاؤس، [جنوری ۱۹۶۵ء]

ادارہ ''جامعہ'' (دہلی) [تبصرہ] ''ترجمان القرآن''، جامعہ (دہلی)، مئی ۱۹۳۳ء
[تبصرہ] ''تفہیمات''، حصہ اوّل، جامعہ (دہلی)، ستمبر ۱۹۴۰ء
[تبصرہ] ''خطبات''، جامعہ (دہلی)، فروری ۱۹۴۱ء
[تبصرہ] ''دینیات''، جامعہ (دہلی)، جولائی ۱۹۳۹ء
[تبصرہ] ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، حصہ سوم''، جامعہ (دہلی)، نومبر ۱۹۴۱ء
[تبصرہ] ''مسئلہ قومیت''، جامعہ (دہلی)، دسمبر ۱۹۴۱ء
[تبصرہ] ''دبستان (وزیرآباد)''، جامعہ (دہلی)، دسمبر ۱۹۳۳ء
اسعد گیلانی، سید اقبال، دارالاسلام اور مودودی، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۷۸ء
تلاشِ راہِ حق، دیوبند: مکتبہ تجلی، س-ن
امیر عارفی نیاز فتح پوری، دلّی: انجمن ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۷۷ء
انیس شاہ جیلانی، سید نیاز فتح پوری، محمد آباد (ضلع رحیم یار خان): حیرت شملوی اکادمی، ۱۹۶۹ء
تحسین فراقی عبدالماجد دریا بادی - احوال و آثار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۳ء
جمیل احمد رانا، تذکرۂ سید مودودی - ۲، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، اکتوبر
سلیم منصور خالد ۱۹۹۸ء
حسن ثانی نظامی، خواجہ خواجہ حسن نظامی - حیات اور کارنامے، لاہور: مکتبہ خلیل، س-ن
حسن نظامی، خواجہ نمونۂ جنگ صفین، دہلی: کارکن حلقہ مشائخ، ۱۹۲۷ء
حیرت شملوی محفلے دیدم، محمد آباد تحصیل صادق آباد: حیرت شملوی اکیڈمی، ۱۹۸۱ء

Marfat.com

خورشید احمد — ادبیاتِ مودودی، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء

داؤد کوثر (مرتب) — سوانح عرفان، حدو بانڈی (مانسہرہ): ادارہ فروغِ ادب، س-ن

راغب احسن — ''اقبال اکیڈمی''، نیرنگ خیال (لاہور)، اقبال نمبر، ۱۹۳۸ء

رحیم بخش شاہین — دیکھیے: محمد وسیم انجم

رفیع الدین ہاشمی، — خطوطِ مودودی-۲، لاہور: منشورات، ۱۹۹۵ء

سلیم منصور خالد — اوراقِ گم گشتہ، لاہور: محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۸ء

رئیس احمد جعفری، سید — دید و شنید، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۸ء

علی برادران، لاہور: محمد علی اکیڈمی، ۱۹۶۳ء

مسلم لیگ، قائداعظم، سید مودودی اور صدر ایوب - جائزہ، احتساب، محاکمہ، لاہور: اشرف پریس، ۱۹۶۵ء

سفیر اختر — ادب اور ادیب: سید مودودی کی نظر میں، لوہسر شرفو، واہ کینٹ: دارالمعارف، ۱۹۹۸ء

''سید مناظر احسن گیلانی — احوال و آثار پر ایک طائرانہ نظر''، مشمولہ، تدوین حدیث (مناظر احسن گیلانی)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س-ن

سید مودودی اور ماہنامہ ''معارف''، لوہسر شرفو - واہ کینٹ: دارالمعارف، ۱۹۹۹ء

سلیمان ندوی، سید — ''شذرات''، معارف (اعظم گڑھ)، ستمبر ۱۹۴۵ء، اکتوبر ۱۹۴۵ء

یادِ رفتگاں، کراچی: مکتبۃ الشرق، ۱۹۵۵ء

شفیق احمد — مولانا غلام رسول مہر: حیات اور کارنامے، لاہور: مجلس ترقی

ادب، ۱۹۸۸ء

شمس الرحمٰن محسنی — ہندوستانی مسلمانوں کی قومی تعلیمی تحریک: جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، ۱۹۸۶ء

شوکت تھانوی — شیش محل، لاہور: اردو بک سٹال، س-ن

شیر بہادر خان پنی — دیدوشنید، ایبٹ آباد: مؤلف، س-ن

صالحہ عبدالحکیم شرف الدین — قرآن حکیم کے اُردو تراجم: تاریخ، تعارف، تبصرہ، تقابلی جائزہ، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۱ء

صباح الدین عبدالرحمٰن، سید — ''بشیر احمد ڈار'' [تعزیتی شذرہ]، معارف (اعظم گڑھ)، جولائی ۱۹۷۹ء

صہبا لکھنوی، شبنم رومانی — ارمغانِ مجنوں، کراچی: مجنوں اکیڈمی، ۱۹۸۰ء

عابد رضا بیدار — ''آزاد: ایک صحافی''، برہان (دہلی)، اکتوبر ۱۹۵۹ء
مولانا ابوالکلام آزاد، رام پور: رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز
مشاہیر کے اوّلیں صحیفے، رام پور: رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل سٹڈیز، ۱۹۷۰ء

عارف دہلوی — مولانا مودودی-شعراء کی نظر میں، کراچی: اعلیٰ پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء

عاصم نعمانی (مرتب) — مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی، حصہ دوم، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء

عبدالرحیم — ''شاہ ولی اللہ''، پیغامِ حق (لاہور)، اگست ۱۹۴۸ء
لباب المعارف العلمیہ فی مکتبۃ دارالعلوم الاسلامیہ، جلد دوم، لاہور: فیروز پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۸ء

Marfat.com

عبدالسلام خورشید — وے صورتیں الٰہی، لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۷۶ء

عبدالقادر، شیخ سر — نذرِ اقبال (مرتبہ محمد حنیف شاہد)، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۷۲ء

عبداللطیف اعظمی — [تبصرہ] ''ترجمان القرآن، منصب رسالت نمبر''، جامعہ (دہلی)، جنوری ۱۹۶۲ء

عبدالماجد دریابادی — ''پیش لفظ'' اسلام کا سیاسی نظام (حکیم محمد اسحاق سندیلوی)، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۵۷ء

ترجمہ و تفسیر قرآن مجید، لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۵۲ء

''تفسیر مولانا مودودی''، صدقِ جدید (لکھنؤ)، ۲۴ جون ۱۹۵۵ء

[تبصرہ] ''حقیقت خلافت وملوکیت''، صدقِ جدید (لکھنؤ)، ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء

[تبصرہ] ''خلافت وملوکیت''، صدقِ جدید (لکھنؤ)، ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء

معاصرین، کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، س-ن

''مولانا مودودی صاحب کی طرف سے تردید''، صدقِ جدید (لکھنؤ)، ۲۵ جون ۱۹۶۵ء

عبدالمجید سالک — اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۸ء

یارانِ کہن، لاہور: مطبوعاتِ چٹان لمیٹڈ، ۱۹۶۳ء

عبدالمغنی — تنقیدی زاویے، علی گڑھ: آصف پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء

عقیل احمد جعفری، سید — مکالماتِ ابوالکلام، حیدرآباد دکن: ادارۂ اشاعت اُردو، ۱۹۴۴ء

علی مطہر نقوی، سید (مرتب) — جماعت اسلامی کا جائزہ، کراچی: مکتبہ الحجاز پاکستان، ۱۹۹۸ء، اشاعت دوم، ۲۰۰۱ء

Marfat.com

غلام سرور فگار ''اقبال اکیڈمی''، پیغام حق (لاہور)، جنوری ۱۹۴۰ء، فروری ۱۹۴۰ء، مارچ ۱۹۴۰ء

غلام رسول مہر باقیات ترجمان القرآن، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۱ء

مولانا ابوالکلام آزاد: ایک نادر روزگار شخصیت، لاہور: مہر سنز، ۱۹۹۴ء

ماہر القادری یادِ رفتگاں، حصہ دوم (مرتبہ طالب ہاشمی)، لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء

محمد اسحاق سندیلوی، حکیم اسلام کا سیاسی نظام، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۵۷ء

محمد اسحاق صدیقی ''کچھ نگار کے خدا نمبر کے بارے میں''، فروغِ اُردو (لکھنؤ)، اکتوبر ۱۹۶۴ء

خدا کا تصور اور اس کا ارتقاء، لکھنؤ: احباب پبلشرز، ۱۹۶۴ء

محمد حنیف شاہد دیکھیے: عبدالقادر، شیخ سر

محمد حنیف ندوی ''مقدمہ'' ترجمان القرآن (مولانا آزاد)، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۲ء

محمد دین کلیم ''لاہور کے مفسرین و مترجمین قرآن مجید''، عرفات (لاہور)، نومبر-دسمبر ۱۹۸۹ء

محمد سرور مولانا مودودی کی تحریک اسلامی، لاہور: سندھ ساگر اکادمی، ۱۹۵۶ء

محمد شاہ، سید ''سخن ہائے گفتنی'' [اداریہ]، پیغام حق (لاہور)، مارچ ۱۹۳۸ء، مارچ ۱۹۴۲ء، اپریل ۱۹۴۲ء

محمد شریف امرتسری، حکیم مکاتیبِ زنداں، کراچی: مکتبہ چراغ راہ، ۱۹۵۲ء

Marfat.com

مکاتیبِ زنداں، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، اشاعت دوم، ۱۹۸۳ء

مکتوبات سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء

محمد صغیر حسن معصومی ''چودھویں صدی ہجری کی بعض اُردو تفاسیر کا جائزہ''، قرآن مجید: اسلامی فکر کا بنیادی سرچشمہ (مرتبہ رشید احمد جالندھری)، کوئٹہ: جامعہ بلوچستان، س-ن

محمد ظفیر الدین مفتاحی حیاتِ مولانا گیلانی، بنارس: مولانا یوسف اکیڈمی، ۱۹۸۹ء

محمد عالم مختار حق ''قرآن مجید کے اُردو تراجم و تفاسیر''، سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر، جلد دوم

محمد عبدہٗ ترجمان القرآن، جلد سوم، لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۲ء

محمد عثمان ''مولانا آزاد اور مولانا مودودی''، چٹان (لاہور)، ۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء

محمد فاروق اعظم ''مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی ــــ اسلوب کی روشنی میں''، ایوان اُردو (دہلی)، دسمبر ۱۹۸۸ء

محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج کا قیام [لاہور]، لاہور: دین محمدی پریس، ۹۴۴ ہندی

محمد وسیم انجم (مرتب) شہر جمال (مجموعہ کلام رحیم بخش شاہین)، راولپنڈی: انجم پبلشرز، ۲۰۰۱ء

محمد یوسف بھٹہ مولانا مودودی - اپنی اور دوسروں کی نظر میں، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۸۴ء

معین الدین ندوی، شاہ ''شذرات''، معارف (اعظم گڑھ)، ستمبر ۱۹۴۵ء، اکتوبر ۱۹۴۵ء

Marfat.com

ملا واحدی — ''تفہیم القرآن''، آئین (لاہور)، تفہیم القرآن نمبر، ۱۵ دسمبر ۱۹۷۲ء

''خواجہ حسن نظامی''، نقوش (لاہور)، شخصیات نمبر، حصہ اوّل

سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی، کراچی: گلڈ-انجمن کتاب گھر، س-ن

''سید ابوالاعلیٰ مودودی''، چٹان (لاہور)، ۱۵ جون ۱۹۷۰ء

مناظر احسن گیلانی — ''نیاز اور دلی''، نگار پاکستان (کراچی)، نیاز نمبر، حصہ اوّل، صفحات ۷۹-۸۱

امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۸ء

مکتوب بنام مدیر ''دارالاسلام''، دارالاسلام (پٹھان کوٹ)، اگست-ستمبر ۱۹۴۲ء

نعیم صدیقی — چراغ راہ (کراچی)، احتجاج نمبر، اکتوبر-نومبر ۱۹۵۳ء

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، قرآن نمبر

[تبصرہ] ''ترجمان القرآن''، نگار پاکستان (کراچی)، نیاز نمبر، حصہ دوم، مئی-جون ۱۹۶۳ء، ص ۲۵۲-۲۵۴

نیاز فتح پوری — [تبصرہ] ''الجہاد فی الاسلام''، نگار (لکھنؤ)، نومبر ۱۹۳۰ء

[تبصرہ] ''دکن کی سیاسی تاریخ''، نگار (لکھنؤ)، ستمبر ۱۹۴۴ء

''سترہ سالہ ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے میں مکتوب نیاز فتح پوری بنام سلیمان ندوی''، خدا بخش لائبریری جرنل (پٹنہ)، شمارہ ۱۰۱ (۱۹۹۵ء)

Marfat.com

Bashir Ahmad Dar, A Study of Iqbal's Philosophy, Lahore: Sh. Ghulam Ali and Sons, 1971.
Why Pakistan? Lahore: Islamic Book Service, 1978.

Dennis Walker, "Mustafa Kamil's Party: Islam, Pan-Islamism and Nationalism", Islam and Modern Age (Delhi), Vol.11: 3-4, Vol.12: 1-2

George M. Haddad, "Mustafa Kamil: A Self-image from his Correspondence with Juliette Adam", Muslim World (Hartford), Vol. 63: 2.

Marfat.com

اشاریے

﴿۱﴾

اشخاص

آزاد، ابوالکلام دیکھیے: ابوالکلام آزاد ۲۶، ۷۷-۷۸
آزاد سبحانی ۹۲ ابوالکلام آزاد ۸۷، ۹۰، ۱۰۵-۱۰۶
آصف جاہ اول ۱۳۳ ۱۰۹، ۱۱۱-۱۱۳، ۱۱۵-
آفتاب رئیس احمد جعفری، ۱۱۷، ۱۲۵، ۱۴۰، ۱۴۴
بیگم ۱۰۴-۱۰۵ ابواللیث اصلاحی ۴۴
ابراہیمؑ ۱۳۱ ابوالمعارف دیکھیے: محمد عرفان،
ابن تیمیہ ۷۵ ابوالمعارف
ابن جریر طبری ۹۹ ابوبکرؓ ۱۱۶
ابن قیم ۷۵ ابوراشد فاروقی ۷۱
ابوالآفاق ایم-اے ۱۰۴ ابوحنیفہ ۷۹-۸۱، ۱۰۳-۱۰۴
ابوالاعلیٰ مودودی، سید تقریباً ہر صفحہ ابوسعید قادری ۱۴۶
ابوالحسن علی ندوی، سید ۹۵ ابوسلمان شاہجہاں پوری ۴۸
ابوالخیر مودودی، سید ۱۱، ۱۶، ۲۰-۲۱، ۲۵- ابوطارق ۱۴۵

ابومحمد، سید ۱۱، ۸۸
ابومحمد امام الدین رام نگری ۱۰۳-۱۰۴
ابومحمد مصلح ۲۱، ۳۵، ۹۱
احسان الحق، بھیا ۱۲
احمد خان ۷۰-۷۱
احمد سعید خان چھتاری، سر ۹۳، ۱۰۶
اخلاق حسین قاسمی، سید ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۹
ارشد سراج الدین ۴۰
اسعد گیلانی، سید ۷۱، ۱۰۴
اسماعیل شہید، شاہ ۶۹
اشفاق الرحمٰن ۱۰۲
اقبال دیکھیے: محمد اقبال
امیر عارفی ۲۷
امیر علی لکھنوی ۱۲۴
امین احسن اصلاحی ۴۴، ۴۸، ۱۱۳، ۱۳۹
انیس شاہ جیلانی، سید ۲۹
اورنگ زیب عالمگیر ۲۵، ۸۸، ۱۳۳
بشیر احمد، حاجی ۴۵
بشیر احمد ڈار ۱۳۵-۱۳۶، ۱۳۸،
۱۴۶
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام/ ۱۱۶-۱۱۷، نیز دیکھیے:
پیغمبر آخر الزماں محمدؐ
تحسین فراقی ۱۰۵
تجمل علی نقوی رزمی امروہوی ۱۴۶
تھانوی، حضرت
[اشرف علی] ۱۲۴
ثناء اللہ امرتسری ۱۲۴
جالب دہلوی ۵۴
"جان" ۲۸
جمال الدین افغانی ۵۹، ۶۱، ۷۵
جمال عبدالناصر ۹۵
جمیل احمد رانا ۱۰۵
جمیل الرحمٰن پرتاپ گڑھی ۱۰۹
جوہری طنطاوی ۷۵، ۱۱۲
جیلانی بی-اے ۷۴
چارلس-سی-ایڈمز ۵۹
حسن ثانی نظامی، خواجہ ۱۰۲
حسن نظامی، خواجہ ۷۶-۷۸، ۱۰۲-۱۰۳
حسین احمد مدنی ۱۰۰
حفظ الرحمٰن ۹۵
حمید الدین فراہی ۴۳-۴۴، ۱۱۲
حیدر فاروق ۱۰۲، ۱۰۷
حیرت شملوی ۱۰۲
خالد علوی ۱۰۹

Marfat.com

خورشید احمد ۲۷، ۲۹، ۱۰۳
خیرالدین، شیخ ۱۳۹
داؤد کوثر ۱۰۴
دریابادی، مولانا دیکھیے: عبدالماجد دریابادی
دیوان سنگھ مفتون ۱۲
ڈار، بشیر احمد دیکھیے: بشیر احمد ڈار
ذاکر حسین خان، ڈاکٹر ۳۲، ۱۰۶، ۱۴۲، ۱۴۴
راغب احسن ۷۱
''راہ نورد'' ۱۰۹
رتن ناتھ سرشار، پنڈت ۱۴۴
رحیم بخش شاہین ۱۴۴-۱۴۵، ۱۴۷
رشید احمد جالندھری ۱۱۳
رشید رضا ۷۵، ۱۱۲
رضا شاہ پہلوی ۵۹
رفیع الدین ہاشمی ۷۰، ۷۴
رئیس احمد جعفری، سید ۴۰، ۸۲، ۸۵، ۱۰۴-۱۰۶
۹۶ سعود، شاہ
۲۷ سعید انصاری
۱۰، ۲۶، ۱۰۳، ۱۰۶ سفیر اختر
۷۰، ۷۴، ۱۰۵ سلیم منصور خالد
سلیمان ندوی، سید ۲۵، ۴۸، ۹۲-۹۵، ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۰۶
سیماب اکبرآبادی ۱۴۵
شاہجہاں ۸۸
شبلی نعمانی ۴۳
شبنم رومانی ۲۸
شبیر احمد عثمانی ۱۰۶
شردھانند، سوامی ۸۳
شرف الدین اصلاحی ۴۸-۴۹
شریف، ایم-ایم ۱۳۵
شریف اللہ ۱۰۲
شفیق احمد ۱۲۵
شمس الرحمٰن محسنی ۴۰
شورش [کاشمیری] ۱۴۱-۱۴۲
شوکت تھانوی ۱۰۲
شوکت علی، مولانا ۸۵
شہاب الدین، مولانا ۵۱
شیر بہادر خان پنی ۱۰۴
صادق سرمد ۱۳۸، ۱۴۶
صالحہ عبدالحکیم شرف الدین ۷۰-۷۱، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۲۶
صباح الدین عبدالرحمٰن، سید ۱۳۶

Marfat.com

صبغۃ اللہ بختیاری، سید ۴۷
صدرالدین اصلاحی ۵۶
صہبا لکھنوی ۲۸
ضیاءالحسن فاروقی ۳۳
ضیاءالدین اصلاحی ۴۸
طفیل محمد، میاں ۱۳۹
طلعت محمود بٹالوی ۱۱۰
طنطاوی دیکھیے: جوہری طنطاوی
ظفر اسحاق انصاری ۱۲۶
ظفر علی خان ۷۷
عابد حسین، ڈاکٹر ۳۲-۳۳، ۳۵
عابد رضا بیدار ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۴۷
عابد نظامی ۲۶، ۱۰۵
عارف دہلوی ۱۴۶
عارف سیمابی ۱۴۵
عاصم نعمانی ۲۶، ۲۹، ۱۰۴-۱۰۵
عالمگیر ۲۵، نیز دیکھیے: اورنگ زیب عالمگیر
عامر عثمانی ۱۱۰، ۱۴۵
عبدالحامد بدایونی ۱۰۶
عبدالحق حقانی ۱۲۴
عبدالحکیم، خلیفہ ۱۳۹
عبدالرحمٰن اصلاحی ۴۸
عبدالرحیم کلاچوی ۵۶، ۷۵
عبدالسلام خورشید ۱۰۲
عبدالصمد رحمانی ۴۷-۴۸
عبدالعزیز کمال ۱۲۶
عبدالعلیم، ڈاکٹر ۳۲
عبدالقادر، شیخ سر ۷۳
عبدالقوی دریابادی ۱۰۵
عبداللطیف اعظمی ۳۳، ۳۹
عبداللہ مصری ۴۷
عبدالماجد دریابادی ۹، ۷۹، ۹۱-۹۲، ۹۵، ۹۷، ۱۰۲، ۱۰۵-۱۰۶، ۱۱۲-۱۱۳، ۱۱۷، ۱۱۹-۱۲۰، ۱۲۲-۱۲۳، ۱۲۶
عبدالمجید سالک ۷۴، ۱۰۲-۱۰۳
عبدالمغنی ۱۰۵
عبدالوہاب خان قادری ۱۱۰
عبدالودود، ڈاکٹر ۴۰
عبدالودود، قاضی ۱۴۱، ۱۴۳
عبیداللہ سندھی ۵۶
عثمانؓ، حضرت ۹۹
عرشی امرتسری ۴۵

Marfat.com

عزیز ہندی ۹۳-۹۴، ۱۰۶
عزیز الرحمٰن بجنوری ۱۱۰
عقیل احمد جعفری، سید ۹۰، ۱۰۵
علیؓ، حضرت ۷۹
علی بن عیسیٰ رمانی ۳۲
علی احمد خان ۱۰۴
علی احمد عباسی ۱۰۶
علی مطہر نقوی، سید ۱۱۰، ۱۴۵-۱۴۶
عنترہ بن شداد ۱۴
عیسیٰ علیہ السلام ۷۷، نیز دیکھیے: مسیح
غالب، [اسداللہ خان] ۱۴۴
غلام احمد پرویز ۱۲۹
غلام جیلانی، حکیم ۱۳۹
غلام رسول مہر ۱۱۱، ۱۲۵-۱۲۶، ۱۴۲
غلام سرور فگار ۵۴، ۶۲، ۷۱
غلام محمد امرتسری دیکھیے: عزیز ہندی
فانی بدایونی ۱۴
فرفریوس، حکیم ۷۴
فرمان فتح پوری ۲۰، ۲۹
فضل احمد خان شیدا، خواجہ ۸۶-۸۷
فضل الٰہی، حکیم ۱۳۹
فضل داؤد ۱۲۲
فقیر محمد، حکیم ۱۳۹
فقیر محمد خان دیکھیے: عارف سیمابی
قائداعظم [محمد علی جناح] ۱۴۵
قربان علی بیگ سالک ۱۴۴
قمر الحسن ۱۱-۱۲، ۱۴، ۲۵، ۲۷
کرشن ۷۷
گل رحیم ۱۲۲
گل محمد نعمانی ۱۲۴
لطیف الدین احمد ۱۴
لینن ۵۹
مالک رام ۱۰۵
مانی جائسی ۱۴
ماہر القادری ۲۸، ۸۷-۸۸، ۱۰۲
مبارز الدین رفعت، سید ۱۳۳
مجنوں گورکھپوری ۲۸
محسن، حافظ ۱۱۰
محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] ۱۸، ۶۳، ۱۱۵، نیز دیکھیے: پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام
محمد بن سائب کلبی ۹۹
محمد احسان، ماسٹر ۵۱، ۱۲۷
محمد ادریس کاندھلوی ۱۱۳

Marfat.com

محمد ارتضیٰ دیکھیے: ملا واحدی
محمد اسحاق صدیقی ۲۸
محمد اسحاق ندوی سندیلوی ۹۳
محمد اسد ۱۱۲
محمد اسلام ۱۱۰
محمد اسلم جیراج پوری ۳۱-۳۲، ۳۵
محمد اقبال، ڈاکٹر ۸، ۳۴، ۵۲، ۵۴، ۵۸، ۵۹-۶۱، ۷۰-۷۲، ۱۴۵
محمد اقبال سلمانی ۱۸
محمد اکبر ایم-اے، چودھری ۱۲۲، ۱۲۶
محمد الدین، ملک ۲۷
محمد ایوب خان ۸۵-۸۶
محمد جنید ۱۱۰
محمد حسین، قاضی ۸۰
محمد حسین آزاد ۱۴۴
محمد حسنین سید ۳۴
محمد حنیف شاہد ۷۳
محمد حنیف ندوی ۵۱، ۱۱۱-۱۱۲
محمد دین کلیم قادری ۷۴
محمد ریاض کرمانی ۱۱۰
محمد ساجد قریشی ۱۱۰
محمد سجاد، مولانا ۴۸
محمد سرور، پروفیسر ۱۰۵
محمد شاہ ایم-اے، سید ۹، ۵۱-۵۴، ۵۶، ۵۸-۵۹، ۷۰، ۷۳-۷۴
محمد شریف مسلم، حکیم ۱۳۹-۱۴۰
محمد شفیع خان، مولانا ۴۳، ۴۸
محمد شفیع، جسٹس ۴۰
محمد شفیع، مفتی ۱۱۳
محمد صغیر حسن معصومی ۱۱۳، ۱۲۲
محمد ظفیر الدین ۱۰۳
محمد عاقل، پروفیسر ۳۲-۳۳، ۳۵
محمد عبدہٗ ۱۱۱
محمد عبدہٗ مصری، مفتی ۵۹، ۶۱-۶۲
محمد عثمان، پروفیسر ۱۰۵
محمد عرفان، ابوالمعارف ۸۳-۸۴، ۱۰۴
محمد علی جوہر ۳۴، ۴۰، ۷۷-۷۸، ۸۵، ۱۰۳
محمد علی لاہوری ۱۱۲، ۱۲۴
محمد عنایت اللہ وارثی ۷۰
محمد فاروق اعظم ۱۰۵
محمد مجیب ۳۲-۳۳
محمد منظور نعمانی ۴۷، ۷۶
محمد وسیم انجم ۱۴۴، ۱۴۷

Marfat.com

محمد یوسف بھٹہ ۲۵
محمود احمد عباسی ۹۷-۹۸، ۱۰۶، ۱۰۸
محمود علی ۱۴
مرتضیٰ بہادر، سید ۸۴
مسیح ۱۳۲، نیز دیکھیے: عیسیٰؑ، حضرت
مشتاق احمد زاہدی ۸۸
مصطفیٰ کامل ۱۴، ۲۷
مصطفیٰ کمال ۱۴، ۲۷، ۵۹
مظہر الدین صدیقی ۵۹، ۶۱
معاویہؓ، حضرت ۷۹
معین الدین احمد ندوی، شاہ ۹۴
ملا واحدی ۱۲، ۲۶، ۸۶، ۸۹، ۱۰۲، ۱۰۶
مناظر احسن گیلانی ۷۶، ۷۹-۸۲، ۱۰۳-۱۰۴
نبی اکرمؐ ۱۱۶، ۱۳۱ نیز دیکھیے: محمدؐ، پیغمبرؐ---
نثار احمد، [منصف] ۸۸
نظام الملک ۱۳۳
نظام دکن ۷۷
نعیم صدیقی ۱۴۷
نواب صاحب چھتاری دیکھیے: احمد سعید خان چھتاری، سر
نورالحسن ہاشمی ۳۳، ۳۸-۳۹
نورالرحمٰن بچھرایونی ۳۱
نیاز علی خان، چوہدری ۵۲-۵۳، ۵۷-۵۸، ۷۱
نیاز فتح پوری ۸، ۱۱-۱۴، ۱۶-۱۹، ۲۵-۲۸
وحید قریشی ۱۰۵
ولی اللہ دہلوی، شاہ ۵۶، ۷۵-۷۶، ۸۸
ہٹلر ۵۹
ہشام بن محمد کوفی ۹۹
یوسف حسین خان ۳۱-۳۲
یوسف سلیم چشتی ۵۲-۵۴، ۶۲، ۷۴
Dennis Walker 27
George M. Haddad 27
Juliette Adam 27

Marfat.com

﴿۲﴾

کتابیں اور رسائل

آپ بیتی ۱۰۵

آزاد: ایک عظیم صحافی ۱۴۰، ۱۴۴

آئین [لاہور] ۴۹، ۸۹

آئین [لاہور]، تفہیم القرآن نمبر ۱۰۵، ۱۱۰

اثباتِ قربانی بآیاتِ قرآنی ۴۵

ادب اور ادیب - سید مودودی کی نظر میں ۸، ۲۶

ادبیاتِ مودودی ۲۷، ۲۹، ۱۰۳

ارمغانِ مجنوں ۲۸

اسرارِ خودی ۵۴

اسلام اور تحریک تجدد - مصر میں ۷۴

اسلام اور جاہلیت ۶۲-۶۳

اسلام کا سیاسی نظام ۹۲

اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے؟ ۶۳

اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر ۶۴-۶۵، ۶۷

اصلاح [سرائے میر] ۹، ۴۴-۴۶، ۴۹

الاصلاح [سرائے میر] ۹، ۴۴-۴۶، ۴۸

اعجاز القرآن ۳۲

افادات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۵۶، ۶۸

افکار ملی [دہلی] ۴۰

اقبال [لاہور] ۱۳۵

اقبال اور مودودی ۸، ۷۱، ۱۴۶

اقبال، دارالاسلام اور مودودی ۷۱

امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ۷۹-۸۱، ۱۰۴-۱۰۵

انجیل ۱۱۵، ۱۲۱

انوارِ اقبال ۱۳۶

اوراقِ گم گشتہ ۱۰۶

ایشیا [لاہور] ۷۴

ایوانِ اُردو [دہلی]، ابوالکلام نمبر ۱۰۵

باقیات ترجمان القرآن ۱۱۱، ۱۲۵

براہین وحی ۱۸

برہان [دہلی] ۱۴۰، ۱۴۷

Marfat.com

البلاغ [کلکتہ] ۹۱
بصائر مودودی: تفہیم القرآن میں جدید علوم سے استفادہ ۱۱۰
البیان [امرتسر] ۱۸، ۱۳۰، ۱۳۲
بیان القرآن [تھانوی] ۱۲۴
بیان القرآن [محمد علی لاہوری] ۱۲۴
پس چہ باید کرد ۱۳۶
پیغام حق [لاہور/ پٹھان کوٹ] ۹، ۵۱-۵۴، ۵۶-۵۷، ۶۲، ۶۴، ۶۶-، ۶۷، ۷۰-۷۴، ۷۶، ۱۰۲
پیغام حق [لاہور]، شاہ ولی اللہ نمبر ۵۶
تاثرات ۸۶
تاریخ ابن خلدون ۹۷
تاریخ مسیح ۷۷
تجلی [دیوبند] ۱۴۵
تحریک ہجرت کی تاریخ ۱۰۶
تحقیق قربانی ۴۵
تحقیق مزید ۹۹
تدوین حدیث ۱۰۳
تدوین فقہ ۸۱
تذکرہ سید مودودی-۲ ۱۰۵
تذکرہ معاصرین-۴ ۱۰۵
ترجمان القرآن [حیدرآباد دکن/ پٹھان کوٹ/ لاہور] ۱۶-۱۸، ۲۱، ۲۴، ۲۹، ۳۴-۴۰، ۴۵-۴۶، ۵۲-۵۴، ۵۷-۵۸، ۶۲-۶۴، ۶۶-، ۷۳-۷۴، ۷۶، ۷۹-۸۱، ۸۳-۸۴، ۹۱، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۲۴، ۱۲۷-۱۲۹
ترجمان القرآن [لاہور]، منصب ۳۹
ترجمان القرآن [مولانا آزاد] ۱۱۱، ۱۱۵-۱۱۶، ۱۲۵-۱۲۶
ترجمان القرآن کا تحقیقی مطالعہ ۱۰۹
تشریح القرآن ۸۶
تفسیر ماجدی ۱۲۲
تفسیر مولانا مودودی دیکھیے: تفہیم القرآن
تفسیر ثنائی ۱۲۴
تفسیری حواشی شبیری ۱۲۴
تفسیر حقانی ۱۲۴
تفہیم القرآن ۹، ۸۹، ۹۱، ۱۰۰، ۱۰۹-۱۱۰، ۱۱۲-۱۱۳، ۱۱۷-۱۲۰، ۱۲۲-۱۲۴، ۱۲۶

Marfat.com

کی علمی کمزوریاں ۱۱۰
تفہیم القرآن کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ۱۰۹
تفہیم القرآن کی تمثیلات وتشبیہات ۱۱۰
تفہیم القران میں احادیث شریفہ پر
بداعتمادی اور بائبل پر اعتماد ۱۱۰
تفہیمات-حصہ اول ۳۶-۳۷
تقصیراتِ تفہیم ۱۱۰
تقویۃ الایمان ۶۹
تلاشِ راہِ حق ۱۰۴
تمدن[دہلی] ۱۲
تنقیحات ۲۹
تنقیدی زاویے ۱۰۵
تورات ۱۱۵، ۱۲۱
ثقافت[لاہور] ۱۳۵
جامعہ[دہلی] ۹، ۳۱-۳۲،
۳۴-۳۵، ۳۸-۴۱، ۷۳
جرنل[آف پاکستان
فلاسوفیکل کانگرس] ۱۳۹
جماعت اسلامی کا جائزہ ۱۴۶
الجمعیۃ[دہلی] ۷۷-۷۹،
۸۳، ۹۱، ۱۰۲، ۱۰۴
جن[لکھنؤ] ۲۸
جوہر[دہلی] ۳۴
الجہاد فی الاسلام ۱۶، ۲۰-۲۱،
۶۱، ۷۵، ۹۱، ۹۷
چٹان[لاہور] ۲۶، ۱۰۵
چراغِ راہ[کراچی]، احتجاج نمبر ۱۴۶
حجۃ اللہ البالغہ ۵۶، ۷۶
حکمائے قدیم کا فلسفۂ اخلاق ۱۳۶
حکومت برطانیہ اور دولت آصفیہ ۱۳۳
حقیقت اسلام[لاہور] ۵۱، ۷۰، ۱۲۷
حقیقت نفاق ۶۸
حوادثِ سمرنا کے متعلق اتحادی
کمیشن کی رپورٹ ۱۴۴
حیاتِ شبلی ۴۸
حیاتِ مولانا گیلانی ۱۰۳
حیاتِ نو[بلریا گنج] ۱۰۳
خدا کا تصور اور اس کا ارتقاء ۲۸
خدا بخش لائبریری جرنل[پٹنہ] ۲۵
خطاب بہ جاوید ۱۳۶
خطبات ۳۷-۳۸
خطوطِ مودودی-۲ ۷۰، ۷۴
خلافت[بمبئی] ۸۴
خلافت معاویہؓ ویزید ۹۷، ۹۹

خلافت وملوکیت ۹۷، ۹۹

خواجہ حسن نظامی-حیات اور کارنامے ۱۰۲

دارالاسلام [پٹھان کوٹ] ۱۰۴

دبستان [وزیرآباد] ۵۴، ۷۳

دعوۃ [اسلام آباد] سید مودودی نمبر ۸

دکن کی سیاسی تاریخ ۲۰، ۲۴، ۱۳۳

دلی کی برادریاں ۱۰۰، ۱۰۷

دیدوشنید (سید رئیس احمد جعفری) ۸۲، ۱۰۵

دیدوشنید (شیر بہادر خان پنی) ۱۰۴

دین حق ۳۴، ۴۱

دینیات ۳۵، ۱۲۹-۱۳۰

دیوان جوہر ۳۱

ذکر فراہی ۴۸

رسائل ومسائل، حصہ دوم ۱۰۳

رعیت [دہلی] ۱۲، ۲۶

رموز بے خودی ۱۳۶

زمیندار [لاہور] ۷۷

سچ [لکھنؤ] ۱۰۵

سنت کی آئینی حیثیت ۳۹

سوانح عرفان ۱۰۴

سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی ۸۶، ۱۰۳

سود ۱۰۴

سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر ۷۰

سید رئیس احمد جعفری-شخصیت اور فن ۱۰۴-۱۰۵

سید مودودی اور ماہنامہ معارف ۸، ۱۰۶

سید مودودی بحیثیت مفسر ۱۰۹

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القران:
حقیقت کی روشنی میں ۱۰۹

سیر الصحابیات ۲۷

سیرت رسولؐ ۸۶

شہر جمال ۱۴۴، ۱۴۷

شیش محل ۱۰۲

صبح امید ۱۲

صدق/صدق جدید [لکھنؤ] ۷۹، ۹۱، ۹۵-۹۶، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۲۳-۱۲۴

صحابیات ۲۷

صوفی [منڈی بہاءالدین] ۲۷

طلوع اسلام [دہلی] ۱۲۹-۱۳۰

عبدالماجد دریابادی: احوال وآثار ۱۰۵

عرفات [لاہور] ۷۴

علم وآگہی [کراچی] ۴۸

علوم القرآن [علی گڑھ] ۴۸

علی برادران ۴۰، ۸۵

فاران [کراچی] ۱۰۵

Marfat.com

الفرقان [بریلی/لکھنؤ] ۴۷، ۸۱
الفرقان [بریلی]، شاہ ولی اللہ نمبر ۷۶
فروغِ اردو [لکھنؤ] ۲۸
فروغِ اردو [لکھنؤ]، عبدالماجد
دریابادی نمبر ۱۰۵
قرآن/قرآن حکیم/قرآن مجید ۱۸-۱۹، ۲۳،
۴۳، ۵۱، ۶۵، ۷۰، ۷۴، ۷۷، ۸۲،
۸۴، ۸۶، ۹۵، ۱۱۲-۱۱۸، ۱۲۰-۱۲۳،
۱۳۱-۱۳۲، ۱۳۵
قرآن مجید-اسلامی فکر کا بنیادی
سرچشمہ ۱۱۳
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ۶۷، ۶۹
قرآن حکیم کے اردو تراجم:
تاریخ--- ۷۱، ۱۱۸
قرآن کریم کے اردو تراجم:
کتابیات ۷۱
قرآن فہمی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی ۱۱۰
القول الجمیل ۵۶
کرشن بیتی ۷۷
کلام مجید
دیکھیے: قرآن
کہکشاں [لاہور] ۱۲
گلشن راز جدید ۱۳۶
لباب المعارف العلمیہ فی مکتبۃ
دارالعلوم الاسلامیہ ۷۵، ۱۰۲
مجلّہ بیادگارِ سید رئیس احمد جعفری ۱۰۴
مجلّہ تذکرہ سید مودودی ۸
مجلّہ عثمانیہ [حیدرآباد دکن] ۱۳۳-۱۳۴
محفلے دیدم ۱۰۲
مدرسۃ الاصلاح کی سرگزشت
اور اس کا تخیل ۴۸
مرآۃ المثنوی ۱۰۳
مردِ امروز ۱۴۶
مسلم [دہلی] ۱۳-۱۴، ۲۶-
۲۷
مسلم لیگ، قائداعظم، سید مودودی
اور صدر ایوب--- ۸۶
مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ۳۸، ۵۳، ۹۷،
۱۳۸
المسئلۃ الشرقیہ ۱۴، ۲۷
مسئلۂ قومیت ۳۹
مشاہیر کے اولیں صحیفے ۱۴۴، ۱۴۷
مطالب الفرقان فی ترجمۃ القرآن ۵۱، ۷۰-۷۱
مطالب القرآن ۷۱
معارف [اعظم گڑھ] ۸، ۲۷، ۴۴،

Marfat.com

۱۰۶، ۱۲۹، ۱۴۶
معاصرین ۱۰۲
معرکۂ اسلام وجاہلیت ۶۸
مکاتیبِ زنداں ۱۳۹-۱۴۰، ۱۴۷
مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی ۲۶، ۱۰۴-۱۰۵
مکالماتِ آزاد ۹۰، ۱۰۵
مکتوبات سید ابوالاعلیٰ مودودی ۱۴۰
مواہب الرحمٰن ۱۲۴
مودودی صاحب کی تفسیر پر
محققانہ نظر ۱۰۰، ۱۰۹
مودودی صاحب کی تفسیر کی چند
جھلکیاں ۱۱۰
مودودی عرفان فی تفہیم القرآن ۱۱۰
مولانا ابوالکلام آزاد: ایک نادر
روزگار شخصیت ۱۲۶
مولانا غلام رسول مہر: حیات
اور کارنامے ۱۲۵
مولانا مودودی-اپنی اور دوسروں
کی نظر میں ۲۵
مولانا مودودی کی تحریک اسلامی ۱۰۵
مولانا مودودی کے انٹرویو ۱۴۷

مولانا مودودی: شعراء کی نظر میں ۱۴۶
میرے زمانے کی دلّی ۸۶
الناظر [لکھنؤ] ۱۲، ۲۶
نذرِ اقبال ۷۳
نظام القرآن ۴۴
نقاد ۱۲
نقوش [لاہور]، شخصیات نمبر ۲۵، ۱۰۳
نگار [آگرہ/لکھنؤ] ۸، ۱۳-۱۴، ۱۷
۱۸-۲۰، ۲۱-۲۴، ۲۸-
نگار [لکھنؤ]، خدا نمبر ۲۸
نگار پاکستان [کراچی] ۲۰، ۲۶
نگارِ پاکستان [کراچی]، نیاز نمبر ۲۰، ۲۶، ۲۹
نمونۂ جنگ صفین ۷۷، ۱۰۳
نوائے کشمیر ۵۴
نیا نظامِ تعلیم ۶۳
نیاز فتح پوری (امیر عارفی) ۲۷
نیاز فتح پوری (انیس شاہ جیلانی) ۲۹
نیرنگ خیال [لاہور]، اقبال نمبر ۷۱
وے صورتیں الٰہی ۱۰۲
ہلال [راولپنڈی] ۸۶
الہلال [کلکتہ] ۹۰، ۱۴۲
ہمدرد [دہلی] ۷۷

Marfat.com

ہمدم [لکھنؤ] ۵۴
ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب
پر تاریخی تبصرہ ۱۴
ہندوستانی مسلمانوں کی قومی تحریک:
جامعہ ملیہ اسلامیہ ۴۰
یاد اقبال ۵۴
یادرفتگاں (سید سلیمان ندوی) ۱۰۴
یادِ رفتگاں (ماہر القادری) ۱۰۲،۲۸
یارانِ کہن ۱۰۲-۱۰۳
یغما [تہران] ۱۳۸

Ayub: Soldier and Statesman 85
Islam and the Modern Age [Delhi] 27
Islam and Modernism in Egypt 59
Letters and Writings of Iqbal 136
Letters of Iqbal 136
Muslim World [Hartford] 27
Religious Thought of Sayyid Ahmad Khan 136
A Study of Iqbal's Philosophy 138
Towards Understanding Quran 126
Why Pakistan? 136,138

Marfat.com

﴿ ۳ ﴾

ادارے، تحریکیں اور جماعتیں

آصف پبلی کیشنز-علی گڑھ ۱۰۵

آل انڈیا مسلم لیگ ۱۳۸

احباب پبلشرز-لکھنؤ ۲۸

اخوان المسلمون ۹۵

ادارۂ اشاعت اردو-حیدرآباد ۱۰۵

ادارۂ ترجمان القرآن-لاہور ۵۳، ۶۶-۶۸

ادارۂ ثقافت اسلامیہ-لاہور ۱۰۵، ۱۳۵-۱۳۶

ادارۂ دارالاسلام ۵۳، ۶۲، نیز
دیکھیے: دارالاسلام

ادارۂ طلوع اسلام-لاہور ۱۱۰

ادارۂ فروغ ادب-حدو باندی ۱۰۴

ادارۂ معارف اسلامی-لاہور ۲۵، ۲۷، ۱۰۵،
۱۴۷

اردو بک سٹال-لاہور ۱۰۲

اسلامک بک سروس-لاہور ۱۳۶

اسلامک پبلی کیشنز-لاہور ۲۶-۲۷، ۲۹،
۱۰۳-۱۰۴، ۱۱۰،
۱۴۷

اسلامک فاؤنڈیشن-لیسٹر ۱۲۶

اسلامی اکادمی-لاہور ۷۱، ۱۱۱، ۱۲۵

اسلامیہ کالج-پشاور ۷۵

اشاعت اسلام کالج-لاہور ۶۲

اشرف پریس-لاہور ۸۶

اعلیٰ پبلی کیشنز-کراچی ۱۴۶

اقبال اکادمی پاکستان-
لاہور/کراچی ۱۳۵-۱۳۶

اقبال اکیڈمی [لاہور] ۵۳-۵۴، ۶۶،
۷۰-۷۳

اقبال اورینٹل کالج [لاہور] ۷۲

امام ولی اللہ اکیڈمی [لاہور] ۵۶، ۷۴

امارتِ شرعیہ بہار ۴۸

امت مسلمہ ہند-امرتسر ۱۸، ۴۵، ۱۳۰

انجم پبلشرز-راولپنڈی ۱۴۷

انجمن اتحاد، جامعہ ملیہ اسلامیہ ۳۴

انجمن اتحاد طلبہ، [ندوۃ
العلماء-لکھنؤ] ۶۳

انجمن اسلامی تاریخ وتمدن- علی گڑھ ۶۳
انجمن اصلاح المسلمین- سرائے میر ۴۳
انجمن ترقی اردو ہند- دہلی ۲۷
انڈیا پبلشنگ ہاؤس- دہلی ۱۰۷-۱۰۹
البدر پبلی کیشنز- لاہور ۲۸، ۱۰۲، ۱۴۰
بزم اقبال- لاہور ۷۳، ۱۳۵
بلوچستان یونیورسٹی- کوئٹہ ۱۱۳
بھوپال ہائی کورٹ ۲۵
بیت التوحید- کراچی ۱۰۹
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی- اسلام آباد ۸
پاکستان فلاسوفیکل کانگرس ۱۳۵
پیکو آرٹ پریس/ پیکو لمیٹڈ ۵۱، ۱۲۷
تاج کمپنی لمیٹڈ [لاہور] ۱۲۲، ۱۲۴
تبلیغی جماعت ۹۵
تحریک نظم جماعت ۱۰۶
تحریک ہجرت افغانستان ۱۰۶
جامعہ بلوچستان- کوئٹہ دیکھیے: بلوچستان یونیورسٹی
جامعہ تعلیمات اسلامیہ- فیصل آباد ۵۶
جامعہ دارالسلام- عمر آباد ۴۷
جامعہ عثمانیہ ۸۰
جامعہ ملیہ اسلامیہ- دہلی ۸-۹، ۳۱-۳۴، ۴۰، ۸۵
جماعت اسلامی ۷، ۳۴، ۴۶-۴۷، ۵۳، ۶۴، ۶۸-۶۹، ۷۹-۸۱، ۸۵-۸۷، ۹۱، ۹۵، ۱۱۴، ۱۳۶، ۱۴۵-۱۴۶
جماعت اسلامی ہند ۳۴
جمعیت علمائے ہند ۱۳، ۷۸، ۸۳، ۱۰۰
حلقۂ دعوت وارشاد- امرتسر ۴۵-۴۶
حیرت شملوی اکادمی- محمد آباد ۲۹، ۱۰۲
دارالاسلام [پٹھان کوٹ] ۵۲-۵۳، ۵۷-۵۸، ۶۲، ۷۱، ۷۶، ۷۷
دارالاشاعت اسلامیہ- بمبئی ۱۱۰
دارالاشاعت سیاسیہ- حیدرآباد دکن ۲۵، ۱۳۳
دارالاشاعت نشاۃ ثانیہ- حیدرآباد ۴۱
دارالترجمہ حیدرآباد ۲۱، ۷۸
دارالعلوم دیوبند ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۴۵

Marfat.com

دارالعلوم ندوۃ العلماء-لکھنؤ ۲۷، ۶۳، ۸۵، ۹۳
دارالمصنفین-اعظم گڑھ ۸، ۲۱، ۲۷، ۷۶،
۹۲، ۹۴، ۱۲۹
دارالمعارف ۲۶
دائرۂ حمیدیہ-سرائے میر ۴۴-۴۵، ۴۸
دعوۃ اکیڈمی [اسلام آباد] ۸
دین محمدی پریس-لاہور ۷۴
رام پور انسٹی ٹیوٹ آف
اورینٹل سٹڈیز-رام پور ۱۴۱، ۱۴۷
رئیس احمد جعفری اکیڈمی-کراچی ۱۰۴
سندھ ساگر اکادمی-لاہور ۱۰۵
شعبۂ اسلامیات، بلوچستان
یونیورسٹی-کوئٹہ ۱۱۳
شیخ غلام علی اینڈ سنز-لاہور ۱۱۱، ۱۳۸
صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی-
منڈی بہاءالدین ۲۷
طبیہ کالج-دہلی ۱۴۳
عثمانیہ یونیورسٹی [حیدرآباد] ۷۹، نیز دیکھیے:
جامعہ عثمانیہ
علی گڑھ کالج ۳۱
فرینڈز پبلی کیشنز-ملتان ۱۴۶
فیروز پرنٹنگ پریس-لاہور ۷۵، ۱۰۲
الفیصل ناشران کتب-لاہور ۱۰۹
قدیمی کتب خانہ-کراچی ۷۱، ۱۱۸
قومی کتب خانہ-لاہور ۱۰۲
کارکن حلقۂ نظام مشائخ-دہلی ۱۰۳
کتاب منزل-لاہور ۱۰۴-۱۰۵
کتب خانہ مجیدیہ-ملتان ۱۱۰
کلیہ جامعہ عثمانیہ-حیدرآباد ۱۳۳
کانگرس، [انڈین نیشنل] ۱۳۷
گلڈ-انجمن کتاب گھر-کراچی ۱۰۳
گورڈن کالج-راولپنڈی ۱۴۵
گورنمنٹ نیشنل کالج-کراچی ۴۸
مجلس اسلامیات دارالعلوم اسلامیہ
سرحد-پشاور ۶۳
مجلس ترقی ادب-لاہور ۷۴، ۱۲۵
مجلس نشریات اسلام-کراچی ۱۰۲، ۱۰۵
مجنوں اکیڈمی-کراچی ۲۸
محمد علی اکیڈمی- لاہور ۴۰، ۸۵، ۱۰۵-
۱۰۶
محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل کالج
[لاہور] ۵۶، ۷۴
مدرسۃ الاصلاح-سرائے میر ۹، ۴۳، ۴۵-
۴۶، ۴۸، ۱۳۰

Marfat.com

مدرسہ عالیہ فتح پوری - دہلی
مدنی دارالتالیف - بجنور ۱۱۰
مرکز الدراسات العلمیہ - علی گڑھ ۱۱۰
مسلم لیگ [یو-پی] ۹۲-۹۳-۹۴،
نیز دیکھیے: آل انڈیا مسلم لیگ
مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ ۶۳، ۱۰۶
مطبع آگرہ - آگرہ ۷۵
مطبع معارف - اعظم گڑھ ۴۸
مطبوعاتِ چٹان لمیٹڈ - لاہور ۱۰۳
مغربی پاکستان ہائی کورٹ ۴۰
مقتدرہ قومی زبان - اسلام آباد ۷۱
مکتبہ الحجاز پاکستان - کراچی ۱۱۰، ۱۴۷
مکتبہ امت مسلمہ ہند - امرتسر ۱۸
مکتبہ الشرق - کراچی ۱۰۴
مکتبہ تجلی - دیوبند ۱۰۴
مکتبہ تعمیر انسانیت - لاہور ۷۱، ۱۱۰، ۱۴۶
مکتبہ جماعت اسلامی ۵۴، ۶۸، ۷۰
مکتبہ چراغ راہ - کراچی ۱۳۹
مکتبہ خلیل - لاہور ۱۰۲
مکتبہ رحمانیہ - لاہور ۱۰۳
مکتبہ رشیدیہ - کراچی ۱۰۷
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ دارالعلوم احسن البرکات - حیدرآباد سندھ ۱۱۰
منشورات - لاہور ۷۰
مولانا آزاد اکیڈمی - دہلی ۱۰۹
مولانا یوسف اکیڈمی - بنارس ۱۰۳
مہر سنز - لاہور ۱۲۶
ندوۃ العلماء [تحریک] ۴۳
نیز دیکھیے: دارالعلوم ندوۃ العلماء
نظامت تعلیمات حکومت آصفیہ ۸۲
نفیس اکیڈمی - کراچی ۱۰۴

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور اُن کا سرمایۂ قلم

بھولی بسری تحریروں کی روشنی میں

سفیر اختر

297.9924
م 79 س
76684

دار المعارف

Marfat.com